

لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تذکرہ شہید ناموس رسالت



مرتب:
سردار محمد اکرم بُٹر سعیدی

اکبر بک سیلرز لاہور

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحٰبِکَ یَاحَبِیْبَ اللّٰہ

لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

تذکرہ شہید ناموس رسالت

مرتب:

سردار محمد اکرم بُٹر سعیدی

چیف ایڈیٹر مجلہ نوید سحر

ناشر

اکبر بک سیلرز

زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور

Ph: 37352022

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب : تذکارِ شہیدِ ناموسِ رسالت ﷺ

تالیف : سردار محمد اکرم بٹر سعیدی

نظر ثانی : حافظ امانت علی سعیدی

صفحات : 304

سن طباعت : فروری 2017ء

تعداد : 500

ہدیہ : -/350 روپے

کمپوزنگ :

ناشر :

ملنے کا پتہ













انتساب

اولین رفیقِ مصطفیٰ ﷺ، ترجمانِ رموزِ مصطفیٰ ﷺ، کشتۂ عشقِ
مصطفیٰ ﷺ، حاملِ انوارِ مصطفیٰ ﷺ، مظہرِ کردارِ مصطفیٰ ﷺ،
یارِ غارِ مصطفیٰ ﷺ، صاحب مزارِ مصطفیٰ ﷺ

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

کے نام

جو کاروانِ تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ کے پہلے قافلہ سالار تھے۔
جو گستاخانِ مصطفیٰ ﷺ کے لیے برقِ شعلہ بار تھے......
جو علومِ نبوت کے راز دار تھے۔ جو نبی ﷺ کے وفا شعار تھے،
جو صحابہ کے سردار تھے، جو امت کے غمخوار اور سچائیوں کا روشن مینار تھے،
یکے از غلامانِ فرزندِ صدیق اکبر
فاتح مرزائیت امام الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

ابوسعید سردار محمد اکرم بٹر سعیدی



اے کاش

ازقلم......غازی ممتاز حسین قادری

(سینٹرل جیل اڈیالہ راولپنڈی ۲۰۱۲_۰۲_۲۲)

خدا و مصطفیٰ کا مجھ پہ یہ احسان ہو جائے
میری جان اُن کے نام پر قربان ہو جائے
کوئی گستاخ اس دنیا میں پھر نہ رہ سکے زندہ
جہنم کا بھی اُس کے لیے سامان ہو جائے
غلامان مصطفیٰ کیلئے موت تو نوید حیات ہے
ہر عاشق کی طرف سے کاش یہ اعلان ہو جائے
حصولِ مال کی خاطر تو ہم کیا کیا نہیں کرتے
غلامی میں اب آقا کی بھی تو کچھ کام ہو جائے
کرم سے اپنے آقاؐ جس گھڑی قدموں میں بلوائیں
جدا اس جسم سے ممتاز پھر یہ جان ہو جائے



فہرست





نویدِ ایمان

سردار محمد اکرم بٹر

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرار بولہبی

ایک نام!...... بہت ہی محترم نام...... بہت ہی عظیم نام...... بہت ہی مبارک نام...... جسے بولنے سے پہلے لب ایک دوسرے کا بوسہ لیتے ہیں...... جسے ادا کرتے ہی دھن سے درود شریف کے پھول برستے ہیں...... جسے دیکھتے ہی آنکھوں میں ستارے چمکنے لگتے ہیں۔ جسے پڑھتے ہی وادی دل میں سکون کی شبنم کا نزول شروع ہو جاتا ہے...... جسے سنتے ہی جسم و روح میں کیف و نشاط اتر جاتا ہے...... جس کا ورد کرتے ہی رحمتوں کے قافلے سوئے دل اترنے لگتے ہیں...... وہ نامِ نامیِ اسمِ گرامی۔ ''محمد'' ﷺ ہے۔

مسلمانوں نے اس نام سے پروانہ وار محبت کی ہے۔ یہ نام ان کی آنکھوں کا نور اور دلوں کا سرور ہے۔ یہ نام ان کی حیات کی علامت ہے۔ یہ نام ان کی محبتوں کا محور ہے۔ یہ نام ان کی عقیدتوں کا مرکز ہے۔ یہ نام ان کے لیے ''نویدِ ایمان'' ہے...... یہ نام ان کے ایمان کی حلاوت ہے۔ یہ نام ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور یہ نام ان کی زندگی کا اثاثہ ہے۔

تاریخ کے لمحات گواہ ہیں کہ جب بھی اس نام پر آواز دی گئی...... جب بھی اس نام پر پکار پڑی تو مسلمانوں نے اس نام کی حرمت کے لیے اپنی جانیں نچھاور کر دیں۔ اپنے بچے کٹوا دیے۔ اپنا مال و اسباب لٹا دیا۔ اپنے گھروں کو خیر باد کہہ دیا۔ اپنے وطن کو داغ مفارقت دے دیا، عزیز و اقارب کو چھوڑ دیا لیکن اس نام کی حرمت پر آنچ نہ آنے دی۔

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اس میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

''غلام'' ہندوستان میں ظالم فرنگی نے مسلمانوں سے عشقِ رسول ﷺ کی دولت چھیننے کے لیے ایک انتہائی خطرناک اور مہلک سازش تیار کی، جس کا تصور کرتے ہیں تو جسم پر کپکپاہٹ طاری ہو جاتی ہے۔ فرنگی کو معلوم تھا کہ جب تک ہم مسلمانوں کے دل سے محبت رسول اللہ ﷺ نہیں نکالیں گے ہم انہیں غلام نہیں بنا سکیں گے کیونکہ جو محمد ﷺ کا غلام ہوتا ہے وہ کائنات میں کسی اور کی غلامی کبھی قبول نہیں کرتا۔

کفر کے بڑے بڑے ''دماغ'' مل بیٹھے اور ایک لمبی سوچ کے بعد یہ ہولناک فیصلہ کیا کہ ''ایک جعلی محمد بنایا جائے (نعوذ باللہ) اور وہ شخص دنیا سے کہے کہ میں محمد ہوں۔ وہ کہے کہ حضرت محمد ﷺ کی دو بعثتیں ہوئیں۔ پہلی دفعہ مکہ مکرمہ میں اور دوسری دفعہ قادیان میں۔ وہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو جب فسق و فجور اور کفر و معصیت سے بھرا پایا تو اللہ کو دنیا میں نبی بھیجنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ لیکن اللہ تعالیٰ تو اپنی کتاب میں ختم نبوت کا اعلان کر چکا تھا۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ اگر نئے نبی کو بھیجتا تو ختم نبوت کے عقیدہ پر زد پڑتی۔ لہٰذا اللہ پاک نے حضرت محمد ﷺ کو دنیا میں دوبارہ اشاعت اسلام کے لیے بھیج دیا اور وہ کہے کہ میں ہی وہ محمد ہوں جو تیرہ سو برس قبل مکہ مکرمہ میں تشریف لائے تھے۔'' وغیرہ وغیرہ۔

یونہی اس بدبخت نے ختم نبوت کے ''عظیم الشان محل'' میں نقب لگانے کی ناپاک کوشش کی تو فوراً غلامانِ مصطفیٰ ﷺ ''پہریداری'' کے لیے میدان عمل میں نکل آئے۔

انگریز کے خود کاشتہ پودا مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی ذریت کے خلاف علماء ربانیین، مشائخ اسلام اور شمع رسالت کے پروانوں کی معرکہ آرائی تقریباً پوری ایک صدی پر محیط ہے۔ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، شہنشاہ گولڑہ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ، محدث علی پوری حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور ہزاروں علماء ملت اسلامیہ نے جس جدوجہد کا آغاز کیا تھا وہ آخر کار ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان

کی قومی اسمبلی میں قائد ملت اسلامیہ حضرت علامہ امام شاہ احمد نورانی صدیقی کی قیادت پایہ تکمیل کو پہنچ گئی اور قادیانی ملت کو پہلی مرتبہ سرکاری طور پر کافر قرار دے دیا گیا۔

دنیائے اسلام کے مسلمان قادیانی دجال کے مکرو فریب سے محفوظ ہو گئے۔

عاشقانِ رسول ﷺ کے مقابلہ میں اس ذلت آمیز شکست کے بعد قادیانیوں نے کھلم کھلا سازش کی بجائے طریقہ واردات تبدیل کر کے پاکستان اور دنیائے اسلام کے مسلمانوں سے بدلہ لینے کے لیے لادینیت، بے حیائی، فحاشی و عریانی کا جال پھینکا اور اس مقصد کے لیے ان کے تمام عالمی ''سرپرست'' بھی اس ٹولہ کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔ امریکہ، برطانیہ، بھارت، اسرائیل سب کا ایک ہی ایجنڈا ہے کہ مسلمانوں کو نظام مصطفےٰ ﷺ کے صراط مستقیم سے ہٹا کر شیطان کی راہ یعنی بے حیائی اور فحاشی کی طرف لگا دیا جائے۔ ڈش، کیبل، سیٹلائٹ اور سینکڑوں T.V چینل رات دن اس شیطانی کھیل میں لگے ہوئے ہیں۔ حساس اداروں اور خصوصاً ذرائع ابلاغ پر قادیانی افسروں نے قبضہ کر رکھا ہے اور وہ بڑے خوبصورت انداز میں مغربیت، لبرل ازم، ماڈرن ازم اور سیکولرازم کے نام پر نوجوان نسل کو بڑی تیزی کے ساتھ اسلام اور اسلام کی اخلاقی اقتدار سے برگشتہ کر رہے ہیں۔ جو کام ہمارا ازلی دشمن ہندو، یہودی اور عیسائی مل کر صدیوں سے نہیں کر سکا وہ قادیانی ایجنٹ ثقافت اور تہذیب نو کے نام پر سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کی وجہ سے ہمارا معاشرہ جس تیزی سے اخلاقی انحطاط کا شکار ہو رہا ہے اس کی ماضی میں دور دور تک مثال نہیں ملتی۔

تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی ایسے حالات پیدا ہوئے، علماء حق اور عاشقان رسول ﷺ نے میدان عمل میں نکل کر وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیے ہیں جو تاریخ کے اوراق پر آج بھی جگمگا رہے ہیں اور ابدالآباد تک آنے والوں کو بھی پیغام دے رہے ہیں کہ جب بھی ایسا وقت آئے مقصود کائنات ﷺ پر جان و مال قربان کر کے ہی حیات ابدی و

نجات اخروی حاصل کی جا سکتی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔''بے شک اللہ نے مومنوں کے جان و مال خرید لیے جنت کے بدلے''

تو یہ جان و مال تو ہم پہلے ہی پیارے مصطفےٰ ﷺ کے نام پر فروخت کر چکے ہیں۔لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اپنے خالق و مالک سے کیے ہوئے اس وعدے کو نبھانے کے لیے میدان عمل میں نکلیں۔خدا و مصطفےٰ ﷺ کے دشمنوں کو للکاریں اور اسلام و پاکستان کے خلاف ہونے والی سازشوں کا راستہ روکیں۔قادیانی دجال کی امت کے مکروفریب کا پردہ چاک کریں۔اپنے ذرائع ابلاغ کو بے حیائی، فحاشی و عریانی کے اڈوں میں تبدیل کرنے والوں سے پاک کرنے کی جدوجُہد کو مزید تیز اور منظم کریں۔قائد ملت اسلامیہ حضرت علامہ امام شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۷۴ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی سے لے کر افریقہ کی سنگلاخ زمینوں، امریکہ و یورپ کی سازش گاہوں تک جس طرح قادیانیوں کو بے نقاب کرنے کی تحریک شروع کی تھی اس تحریک کو آگے بڑھائیں۔اپنے آقا و مولیٰ محسن انسانیت تاجدار ختم نبوت ﷺ کے دین مبارک اور آپ کے عطا فرمائے ہوئے نظام کے خلاف سازشوں کے سامنے سد سکندری بن جائیں۔

بدقسمتی سے عالمی سازشوں اور اندرونی مصلحتوں اور منافقتوں نے وطن عزیز اور دین اسلام کو نقصان پہنچانے میں کسر نہیں چھوڑی اور بعض میڈیا ہاؤسز ''اظہار رائے کی آزادی'' کے نام پر ان کے گماشتوں کا کردار ادا کر رہے ہیں۔

انتہائی مکارانہ انداز میں شعائر اللہ اور وطن عزیز کی اساسی نظریاتی، فکری، بنیادوں کو نقصان پہنچانے والوں کو یہ کہہ کر ریلیف دیدیا جاتا ہے کہ یہ تمام جھگڑے مولویوں کے پیدا کردہ ہیں۔مولوی ملک میں اسلام اور ناموس رسالت کے نام پر فتنہ بازی کرتے ہیں، اظہار رائے کی آزادی کا حق سلب نہیں کیا جاسکتا وغیرہ وغیرہ۔میرا ایک عام شہری کی حیثیت سے سوال ہے کہ اگر کوئی تنظیم، ادارہ یا شخصیت انفرادی یا اجتماعی طور پر وزیراعظم،

صدر سمیت کسی بھی بڑے سے بڑے منصب پر بیٹھے شخص، یا کسی ادارے کے بارے میں غیر محتاط زبان استعمال کرے تو اسے فوراً سٹیٹ کی توہین قرار دے کر سزا تجویز کر دی جائے گی۔ متعلقہ ''شخصیت'' کے حواری طوفان بدتمیزی برپا کر دیں گے۔ لیکن اگر کوئی شخص کائنات کی اعلیٰ ترین ہستی کی ذات اقدس پر طعن کرے، توہین لفظی یا معنوی کا مرتکب ہو تو اسے یہ کہہ کر چھوڑ دیا جائے کہ اس کا بنیادی حق ''اظہار رائے'' سلب نہیں کیا جا سکتا تو اس دوہرے معیار پر کیا کہا جا سکتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ پھر معاشرہ میں کہ

غازی علم الدین شہید، غازی عبدالقیوم شہید، غازی عبدالرشید شہید، غازی میاں محمد شہید جیسے دیوانے گستاخوں کے خلاف برق شعلہ بار بن کر نکلتے ہیں۔.......... غازی امیر احمد شہد، غازی عبداللہ شہید، غازی محمد حنیف شہید جیسے مستانے قہر خداوندی بن کر لعنتیوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔.......... غازی عامر چیمہ شہید اور غازی ممتاز قادری شہید جیسے غلامانِ مصطفیٰ ﷺ کی قوت برداشت جواب دے جاتی ہے۔.......... احمد شیر خان نیازی، محمد سلیم، محمد یوسف اور محمد تنویر قادری اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ سکتے۔

''آسمان عشق و محبت'' پر چمکنے والے ان ستاروں کو دیکھو غور سے دیکھو ان میں کتنے مولوی ہیں۔ ان میں کتنے مشائخ ہیں ان میں کتنے مدرسین ہیں، ایک بھی نظر نہیں آئے گا۔ اگر نظر آئیں گے تو مزدور، دکاندار، طالبعلم، مقتدی، جانِ ایمان ﷺ پر سب کچھ نچھاور کر دینے والے دیوانے، مستانے، فرزانے۔ اگر حکمران یا مقتدر قوتیں گمراہ لوگوں کی ''وارداتوں'' کا بروقت نوٹس لیں تو پھر کبھی بھی نتھو رام، راجپال، شردھانند یا سلمان جیسے کسی بھی گستاخ کو واصل جہنم کرنے کے لیے کسی ''غازی'' کو آگے نہ بڑھنا پڑے۔

ہائے افسوس! کہ عالمی سطح پر پائی جانے والی ''منافقت'' اس بات کی غماز ہے کہ دنیا بھر میں اسلام اور راسخ العقیدہ مسلمانوں کے خلاف چھیڑی جانے والی جنگ کے شعلے مملکت خداداد کو اپنی لپیٹ میں لے چکے ہیں اور عمومی تاثر تقویت پاتا جا رہا ہے کہ گزشتہ کچھ

عرصے سے مقتدر طبقہ محبِ دین وطن عوام کے جذبات واحساسات اور ترجیحات کے علی الرغم ملک کو لبرل بنانے کی منزل درجہ بہ درجہ طے کر رہا ہے۔ چنانچہ قوم کی غالب اکثریت اس پر شدید تشویش وخلجان میں مبتلا ہے۔ حکمرانوں، سیاست دانوں، افواج پاکستان اور ملک کے تمام سنجیدہ فہمیدہ طبقات کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ منفی تاثر وطن عزیز کے استحکام اور بقا کے لیے سخت ''خطرے کی گھنٹی'' ہے۔ اسلام پاکستان کی بنیاد اور ذریعہ بقا ہے۔ اگر حکمران آئین و قانون کی بالادستی یقینی بنائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ آئندہ کسی کو آئین پاکستان کو ''کالا آئین'' کہنے کی جرأت ہو سکے۔ عقیدۂ ختم نبوت آئین پاکستان کا جزولاینفک ہے، اور روزِ اول سے دین بیزار لابی کی کوشش رہی ہے کہ وہ کسی طرح C-۲۹۵ کو ختم یا غیر مؤثر بنا دے۔ ۲۰۱۱ء میں ایسی ہی ریشہ دوانیاں جاری تھیں اور اس کے نتیجے میں پورا ملک سراپا احتجاج بن چکا تھا۔ حکومت کو ایسے اقدامات کرنے چاہیں کہ جن کے نتیجے میں آئین کی یہ شق مزید مؤثر اور محفوظ بن سکے، کیونکہ یہ براہ راست ہمارے عقیدے اور ایمان کا تقاضا ہے۔ عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ ہر صاحب ایمان پر اپنی جان ومال کی حفاظت سے بڑھ کر لازم ہے۔

ممتاز قادری نے جس پس منظر کی تحت ریاست کے اہم منصب دار کا قتل کیا، یقیناً قانون اور آئین کے تحت اس کی گنجائش نہیں نکلتی، لیکن ساتھ ہی یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ سلمان تاثیر نے جس آئین اور قانون کی پاس داری کا حلف اٹھایا تھا، اسے اس کی جانب سے ''کالا قانون'' کہنے کی کتنی اور کس حد تک گنجائش تھی۔ اگر ممتاز قادری محض اس بنا پر مستحقِ گردن زدنی ٹھہرا کہ اس نے ریاستی قانون کو دن دہاڑے چیلنج کیا تھا تو سلمان تاثیر کے ''اقبالی جرم'' کا ریاست اور عدلیہ نے کس حد تک نوٹس لیا تھا۔ پھر یہ بھی سامنے کی بات ہے کہ کراچی سمیت ملک کے طول وعرض میں مختلف مکاتب فکر کے سیکڑوں جید علماء کرام مشائخ عظام اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے کتنے ہی افیسران اور جوانوں کا خون ناحق بہایا جا چکا ہے، لیکن آج تک کسی ایک کے قاتل کو کیفر کردار تک نہیں پہنچایا گیا۔ قوم ارباب

اقتدار سے یہ پوچھنے میں حق بجانب ہے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ علماء کرام اور جید مشائخ عظام کے قاتلوں کو قانون کا شکنجہ اپنی گرفت میں نہیں لے سکا، لیکن ایک گورنر کے قاتل کو فوراً تختہ دار پر لٹکا دیا گیا؟ یہ تفریق کیوں کر روا رکھی گئی؟ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ملکی عدالتوں میں قتل کے ہزاروں مقدمات سالہا سال سے زیر التوا ہیں اور کتنے ایسے ہیں جن کے فیصلوں کو ایک طویل عرصہ بیت چکا اور تقریباً ۶ ہزار سے زائد سزائے موت کے قیدی جیلوں میں پڑے ہیں۔ لیکن سزاؤں پر عمل درآمد کا دور دور تک نام و نشاں نظر نہیں آ رہا۔ اس کے برعکس سلمان تاثیر قتل کیس میں تیزی سے عدالتی مراحل کو طے کیا گیا جس نے واضح کر دیا کہ یہاں امیر و غریب، حاکم و محکوم اور اعلیٰ و ادنیٰ کی تفریق کا رنگ بہت گہرا ہو چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غریب انصاف کے لیے مارا مارا پھرتا ہے اور اسے انصاف مل کر بھی نہیں ملتا، لیکن کسی مقتدر شخصیت کے ساتھ ہونے والی زیادتی کا نہ صرف اعلیٰ سطح پر نوٹس لیا جاتا ہے بلکہ حسب موقع ردعمل بھی دیا جاتا ہے۔ یقیناً یہ طبقاتی تفاوت ریاستی نظر کے آگے بڑا سوالیہ نشان ہے۔

یہی تفاوت اور مقتدر اداروں کا تساہل ایک کانسٹیبل کو ملکی قانون ہاتھ میں لینے پر مجبور کرتا ہے۔ یہی سچ اور فکر مجھے "تاریخ کا قرض" چکانے پر مجبور کر رہی ہے مگر میں اپنے آپ کو اس منصب اور ذمہ داری کا اہل نہیں سمجھتا، لیکن سیّدنا یوسف علیہ السلام کے "خریداروں" میں کھڑی "مائی" نظر آ رہی ہے۔ اس لیے اس "مبارک خاتون" کو آئیڈیل بنا کر میں بھی "کاسہ عشق" لیے درِ مصطفیٰ ﷺ پر حاضری لگوانا چاہتا ہوں۔ غازی ممتاز قادری شہید کی عظیم قربانی پر کچھ لکھنے کے قابل نہیں ہوں اس لیے "لکھے ہوئے" کو اکٹھا کر دیا ہے "گلدستہ عشق و محبت" میں طرح طرح کے مہکتے ہوئے خوشنما "پھولوں" کو کیاریوں سے چن چن کر سجانے کی کوشش کی ہے۔

"تذکارِ شہیدِ ناموسِ رسالت" دراصل ان تحریروں کا مجموعہ ہے جو میں نے

"مجلہ نوید سحر" کی خصوصی اشاعت کے لیے گزشتہ برس اخبارات و جرائد سے اکٹھی کی تھیں لیکن اشاعت کے آخری مراحل میں حکومتی "جبر" سے خوفزدہ پریس کے "عدم تعاون" کے سبب قارئین تک نہ پہنچ سکیں۔ لیکن ایک سال کی تاخیر کے بعد ایک بار پھر کاروانِ عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی حدی خوانی کے لیے کمر ہمت باندھ کر نکل پڑا ہوں۔

اس سفر میں اگر میں برادرم حافظ امانت علی سعیدی کا شکریہ ادا نہ کروں تو ناسپاسی ہوگی کہ وہ مجھے قدم قدم پر حوصلہ دیتے ہیں۔ مفید مشوروں سے نوازتے ہیں۔ اور آگے بڑھ کر "دست تعاون" بڑھاتے ہیں۔

آخر میں ممتاز ریسرچ سکالر، کاروانِ تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ کے جری سپاہی آبروئے قلم حضرت صادق علی زاہد ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت ننکانہ صاحب کی عنایت کا بھی شکریہ ادا کیے بغیر نہیں رہ سکتا انہوں نے کمال مہربانی فرما کر جامع تحریر عطاء فرمائی۔ اس کے ساتھ ساتھ برادر مکرم مصنف کتب کثیرہ، ناشر نورانیات، ملک التحریر ملک محبوب الرسول قادری کی مہربانی پر بھی سپاس گزار ہوں۔ انہوں نے تحریک تحفظ ناموس رسالت کے پس منظر میں ایک بہترین تقریظ سے نواز کر میری حوصلہ افزائی کی ہے۔

ادارہ نوید سحر اور مجلہ نوید سحر کے تمام احباب کی محبتیں اور نوازشیں بھی ہمیشہ میرے شامل حال رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور "کاروان نوید سحر" منزل بہ منزل یونہی چلتا رہے۔ آمین۔

ابوسعید سردار محمد اکرم بٹر سعیدی

چیف ایڈیٹر، سہ ماہی "مجلہ نوید سحر" لاہور

۱۶ر جمادی الاول ۱۴۳۸ھ

۱۴ر فروری ۲۰۱۷ء، بروز منگل

پُراسرار بندے

آبروئے قلم، علامہ صادق علی زاہد

امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

فان فضل رسول اللہ لیس لہ

حد فیعرب عنہ ناطق بسفم

کہ حضور ﷺ کے فضل وکمال کی کوئی حد ہی نہیں اور نہ ہی کوئی زبان آپ ﷺ کے سب فضائل وکمالات بیان کرنے کی طاقت رکھتی ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ نے آپ ﷺ کے لامحدود اوصاف حمیدہ کی ترجمانی یوں کی ہے:

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری

حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

امام بوصیریؒ اور فاضل بریلویؒ کے یہ اشعار کوئی شاعرانہ تعلّی نہیں ہیں بلکہ "وکان فضل اللہ علیک عظیما" کی ہو بہو نعتیہ تفسیر ہیں۔ جن کی تائید فرمانِ رسالت ﷺ سے بھی ہوتی ہے کہ "اے ابوبکر میری حقیقت میرے رب کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں"۔

لیکن مقامِ افسوس ہے کہ بونے قسم کے ناہنجار و نام نہاد "مسلمان" اپنی دکانداری چمکانے اور علمی شیخیاں بگھارنے کے لیے آپ ﷺ کی ذات ستودہ صفات کو بھی تختہ مشق بنانے سے نہیں چوکتے۔ یہ جاہل علم کے نام پر ہاتھوں میں جہالت کے "فیتے اور پیمانے" اٹھائے الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا پر آپ ﷺ کے کمالات وفضائل کی حدیں قائم کرتے پھرتے ہیں اور بھاشن دیتے نہیں تھکتے کہ حضور ﷺ کا مقام ومرتبہ اور عزت واحترام اس حد

تک رکھو اس سے آگے نہ بڑھو آپ ﷺ کی عزت وتوقیر بس اتنی سی کرو جتنی اپنے بڑے بھائی کی کرتے ہو۔ جب عشاقانِ مصطفےٰ ''وکان فضل اللہ علیک عظیماً'' کے نشے میں سرمست ہوکر آپ کے محاسن وفضائل کے لامحدود ہونے اور زبانِ انسان کے احاطہ سے باہر ہونے کا راگ الاپتے ہیں تو یہ اعدائے رسول اور پیروانِ ابلیس ''کما یتخبطه الشیطن من المس'' کا کھلا نمونہ بن کر آپ ﷺ کی قدح وتنقیص کے پہلو تلاش کرنے میں سرگرداں نظر آتے ہیں۔ شیطانی قوتوں سے مالی ودنیاوی منفعتوں کے یہ سوداگر آپ ﷺ کی تنقیص پر مبنی اعمال وافعال سرانجام دے کر دوزخ خرید لیتے ہیں۔ گستاخانِ رسول کی یہ روش نئی نہیں ہے بلکہ جیسے ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے ورفعنا لک ذکرک کا تاج پہنا کر آپ ﷺ کو اس عالم خاکی میں مبعوث فرمایا تو اسی وقت اعدائے رسول بھی اپنی سیاہ بختی سمیت نمودار ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک طرف ''واللہ یعصمک من الناس'' کہہ کر آپ ﷺ کی حفاظت اپنے ذمہ کرم پر لینے کا وعدہ فرمایا تو دوسری طرف ''ان الذین یوذون اللہ و رسوله لعنهم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعدلھم عذاباً مھیناً'' فرما کر ان کے لیے دنیا میں لعنت اور آخرت میں رسوا کن عذاب کی وعید سنائی۔

نبی پاک ﷺ کی شان میں زبان طعن دراز کرنے والے نانہجاروں کو سبق سکھانے اور دنیا میں ان کو نشانِ عبرت بنانے کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے ایسے پسندیدہ ومحبوب بندوں کا چناؤ فرماتا ہے۔ جو دیکھنے میں تو ابابیل نظر آتے ہیں مگر آن واحد میں ہاتھیوں کو ڈھیر کر کے رکھ دیتے ہیں۔ ناموسِ رسالت کی حفاظت پر مامور محافظین کی اس لڑی کا ایک درخشندہ ستارہ غازی ملک محمد ممتاز حسین قادری شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ بھی ہے۔ جس نے اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر گورنری کے عہدہ پر متمکن انتہائی مغرور گستاخِ رسول سلمان تاثیر کو محافظوں کے حصار کے باوجود چشم زدن میں ڈھیر کر کے رکھ دیا اور ثابت کر دیا کہ آقا ﷺ کی عزت وناموس دنیا کی ہر چیز حتیٰ کہ جان سے بھی عزیز تر ہے۔

یونہی غازی صاحب نے یہ عظیم معرکہ سرانجام دیا تو الیکٹرانک وپرنٹ میڈیا پر

''رحمان'' اور شیطان کی پارٹیوں کی لفظی معرکہ آرائی شروع ہوگئی۔ ''رحمان'' کے بندے غازی صاحب کے عمل صالح کی تحسین وآفرین کر کے رضائے الٰہی کی تلاش میں مگن ہو گئے جبکہ شیطانی گروہ آپؒ کے عمل کو غیر اسلامی قرار دینے کے لیے دور کی کوڑیاں ملا کر ڈالر کمانے میں مصروف ہو گیا۔

قلم وقرطاس کو دل و جان سے عزیز رکھ کر عمر بھر سرگرم تحریکی زندگی بسر کرنے والے محترم ومحتشم دوست سردار محمد اکرم بٹر صاحب نے غازی صاحبؒ کی ذات اور آپؒ کے عظیم کام کے حوالے سے لکھی گئی سینکڑوں ہزاروں تحریروں میں سے چند منتخب تحریریں کو یکجا کر کے آپؒ کے پہلے عرس کے موقع پر شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ آپ نے یہ ایک انتہائی اہم ذمہ داری نبھائی ہے۔ بالخصوص غزالی زماں، رازی دوراں حضرت علامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ۲۵ نومبر ۱۹۸۵ء کو وفاقی شرعی عدالت کو لکھا گیا مکتوب اور ممتاز قلمکار اور قانون دان رائے محمد کمال کی تحریک آزادی کے پس منظر میں لکھی گئی تاریخی تحریر ''قیام پاکستان شہدائے ناموسِ رسالت کا فیضان'' انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ آپ کی اس کاوش کے مطالعہ سے جہاں آج کے قاری کو غازی ملک محمد ممتاز حسین قادری شہیدؒ کی ذاتی زندگی اور آپؒ کے عمل صالح کے جملہ پہلوؤں سے آگاہی حاصل ہوگی اس کے ساتھ ہی ساتھ ناموسِ رسالت کی اہمیت وفضیلت اور پاکستان میں قانون توہین رسالت کے ارتقائی عوامل پر بھی سیر حاصل معلومات میسر آئیں گی۔ مزید خوشی کی بات یہ ہے کہ غازی صاحبؒ کے حوالے سے یہ ایک تاریخ مرتب ہوگئی ہے جو آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے ''چراغ راہ'' ثابت ہوگی۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسولِ اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جناب ابوسعید سردار محمد اکرم بٹر صاحب کی اس کاوش کو قبول فرمائیں اور یہ نیکی آپ کے نامہ اعمال میں اضافہ کا موجب قرار پائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

صادق علی زاہد

ناظم اعلیٰ مجلس تحفظِ ختم نبوت پاکستان۔ فیضان اولیاء ننکانہ صاحب

میزانِ حروف

ملک التحریر، ملک محبوب الرسول قادری

وطن عزیز پاکستان میں اسلام مخالف قوتوں کے اشاروں پر مختلف سازشوں کے نتیجے میں وقتاً فوقتاً فتنے جنم لیتے رہتے ہیں الحمدللہ اہل حق پوری قوت و مستعدی سے اس کا نوٹس لے کر ان کا قلع قمع بھی بروقت فرماتے رہتے ہیں کیونکہ ہر فرعون کے لیے موسیٰ علیہ السلام اور ہر یزید کے لیے حسین رضی اللہ عنہ کا وجود حق کی بالادستی کے لیے فطرت کا تقاضا ہے ماضی میں ہمارے جان سے پیارے پاکستان میں جب سامراج نے فتنۂ قادیانیت، انکار ختم نبوت کی سرپرستی کی تو لاکھوں مسلمان اپنی عظیم قیادت کی سرپرستی میں میدان میں نکل آئے قید و بند کی صعوبتیں جھیلیں، سینوں پر گولیاں کھائیں، شہادت کے جام نوش کیے۔

۱۹۵۳ء میں مجاہد ملت بطل حریت حضرت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی رحمہ اللہ تعالیٰ اور علامہ سید محمد خلیل قادری رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے اکابر کو پھانسی کی سزائیں سنائیں گئیں انہوں نے تختۂ دار کا حکم سنتے ہوئے بھی لبیک یا رسول اللہ اور کلنا فداک یارسول اللہ جیسے روح پرور نعرے بلند کیے۔۔۔عصمت و عظمت رسول ﷺ کے لیے جیل میں گزارے ہوئے دنوں کو ہی حقیقی حیات قرار دیا مگر ان کے پائے استقلال میں ذرا بھی لغزش نہ آئی۔۔۔

1974ء کی تحریک ختم نبوت کا زمانہ بھی قدم قدم پر ایسے روشن نقوش چھوڑ گیا۔ فدایانِ رسول مجتبیٰ ﷺ نے ہر طرح کی قربانیاں دیں شیخ الاسلام قائد اہلسنّت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی قدس سرہ نے پارلیمنٹ میں قرارداد پیش کی کہ ملک کے آئین میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے جس کے نتیجے میں تحریک چلی، پورے ملک میں پھیلی، تمام مکاتب فکر نے مشترکہ اور متفقہ مؤقف اختیار کیا۔ مثالی وحدت و اخوت کا عملی

مظاہرہ کیا جس کی برکت سے اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے غلاموں کو عزت سے سرفراز کیا وہ فاتح ہوئے ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے اُٹھنے والی آواز بلکہ للکار نتیجہ خیز ثابت ہوئی اور ملکی آئین میں قادیانی ٹولہ غیر مسلم اقلیت قرار پایا۔

۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفےٰ ﷺ بھی اس سلسلے کی کڑی ہے طے پایا کہ طاغوتی نظام سے بغاوت کی جائے۔ اقامتِ دین کی آواز اُٹھی اور اس نے ایوان اقتدار کو بھی لرزہ براندام کر دیا۔ مشرف آمریت کے دور میں جب تحفظِ ناموس رسالت قانون کے خلاف سازشیں کی جانے لگیں تو جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ حضرت شیخ الاسلام قائد اہلسنّت مولانا الشاہ احمد نورانی قدس سرہ نے زوردار آواز اُٹھائی اور تحفظ ناموس رسالت محاذ کے قائدین کو پس دیوار زنداں جانا پڑا لیکن اس وقت کے صدر پرویز مشرف کو اپنا غیر ملکی دورہ مختصر کر کے فوراً وطن واپس آنا پڑا اور انہوں نے کراچی ایرپورٹ پر اُترتے ہی پریس کانفرنس کر کے اعلان کیا کہ گورنمنٹ تحفظ ناموس رسالت ایکٹ میں کسی بھی قسم کی کوئی تبدیلی، ترمیم یا منسوخی نہیں کرے گی۔۔۔

حکومت آزاد جموں وکشمیر میں جمعیت علماء جموں وکشمیر کے سربراہ اور حضرت مولانا نورانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے معتمد رفیق سفر حضرت پیر محمد عتیق الرحمٰن فیض پوری نے آزاد کشمیر اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لیے قرارداد پیش کی جسے متفقہ طور پر ہاؤس نے منظور کیا اور آزاد کشمیر میں بھی ناموس رسالت پر ڈاکہ زنی کرنے والا یہ منحوس گروہ قانوناً غیر مسلم اقلیت قرار پایا۔

دوبارہ پھر جب طاغوتی قوتوں نے ناپاک کوششیں شروع کیں تو جمعیت علماء پاکستان نے حالات کی حساسیت کا احساس کرتے ہوئے سب سے پہلے اجلاس طلب کیا جس میں تمام جماعتیں شریک ہوئیں۔ تمام دینی اور سیاسی جماعتوں کا اور باقاعدہ ''تحریکِ ناموسِ رسالت'' کا پلیٹ فارم قائم کر کے قانونِ تحفظِ ناموسِ رسالت کو بچانے کے لیے

جدوجہد کا آغاز کیا۔

آج الحمدللہ اس جدوجہد کی برکت سے پوری اُمت میں اس نقطہ پر یکجہتی اور کامل سنجیدگی کے ساتھ اس کے تحفظ کا جوش وجذبہ جاگتی آنکھوں سے دیکھا جارہا ہے۔

قانون تحفظ ناموس رسالت جسے تعزیرات پاکستان میں دفعہ ۲۹۵۔اے، بی، سی کا نام دیا گیا ہے بھی اس بات کا غماز ہے کہ پاکستان، حضور ﷺ کے غلاموں کا دیس ہے لٰہذا یہاں حضور ﷺ کے کسی گستاخ اور بے ادب کے لیے کوئی گنجائش نہیں۔اس قانون کی ضرورت اسی لیے پیش آئی کہ ملک میں لاقانونیت نہ پھیلے اور خواہ مخواہ کسی کو بھی ضرر نہ پہنچے کیونکہ اس اُمت کا اپنے رسول ﷺ کے ساتھ رشتہ اٹوٹ ہے اگر ناموس رسالت کے لیے قانون سازی نہ کی گئی ہوتی تو پھر ہر جگہ معاشرے میں غازی علم دین شہید اور غازی ممتاز قادری شہید کا قانون حرکت میں آجاتا اسی لیے یہ قانون بھی آئین کا حصہ بنا۔

اب جب کہ اس قانون کے خلاف سامراج اور اُس کے ایجنڈوں نے چیخ و پکار شروع کردی ہی بزعمِ خود اسکالرز نے مختلف ٹی وی اینکرز کے ساتھ مل کر الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے عوام کو ایک سنگین غلط فہمی میں مبتلا کرنے کے لیے یہ تاثر دینے کی کوشش کی جارہی ہے کہ قرآن مجید میں تو گستاخِ رسول کے لیے سزائے موت کا کوئی حکم موجود نہیں۔

ایسے وقت میں جب نام نہاد لبرل اور سیکولر قوتیں ''آزادی اظہار رائے'' کے نام پر شوروغوغا کررہی ہیں۔سوشل میڈیا پر مختلف ''بلاگرز'' اسلام دشمن قوتوں کے اشارے پر شان الوہیت اور شانِ رسالت میں گستاخیاں کررہے ہیں جبکہ پاکستان کے مقتدر طبقے اور ادارے ایسے زبان دراز نانجاروں کو ''انسانی حقوق'' کے کارکن کہہ کر ان کا تحفظ کررہے ہیں۔

وقت کی اشد ترین ضرورت یہ ہے کہ ہر محاذ پر گستاخانہ ٹولہ کا مقابلہ اور سدباب کرنے کے لیے غلامانِ مصطفیٰ ﷺ میدان عمل میں نکلیں۔چنانچہ ''قلم وقرطاس کی دنیا''

سے وابستہ ہمارے ساتھی، قائد ملت اسلامیہ امام شاہ احمد نورانی صدیقی کے جانثار سپاہی، طویل تنظیمی وتحریکی تجربہ رکھنے والے سیاسی کارکن اور متعدد کتابوں کے مصنف، صاحب طرز ادیب برادر مکرم سردار محمد اکرم بٹر کاروان تحفظ ناموس رسالت کی ترجمانی کے لیے آگے بڑھے ہیں۔ انہوں نے شہید ناموسِ رسالت، غازی ملک ممتاز حسین قادری شہید علیہ الرحمہ کی شخصیت کے حوالہ سے مختلف رسائل وجرائد اور اخبارات میں شائع ہونے ولے کالموں اور مضامین کو ''تذکارِ شہیدِ ناموسِ رسالت'' کے خوبصورت گلدستہ میں سجادیا ہے۔

کتاب کے آغاز میں انہوں نے اپنے مرشد کریم حضرت غزالیٔ زماں امام اہلسنت علامہ سیّد احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ کا وہ تاریخی مکتوب جو ۲۵ نومبر ۱۹۸۵ کو آپ نے وفاقی شرعی عدالت کو لکھا تھا شامل کر دیا ہے۔ جس سے کتاب کی اہمیت میں دوچند اضافہ ہو گیا ہے۔ اس تحریر کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ بعدازاں اس مکتوب کو حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے ''گستاخِ رسول کی شرعی سزا قتل'' کے عنوان سے مرکزی مجلس رضا کے پلیٹ فارم سے شائع کیا تھا۔

میں سمجھتا ہوں کہ سردار محمد اکرم بٹر نے وقت کی ایک اہم ترین ضرورت کو پورا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو قبول کرے۔

ملک محبوب الرسول قادری

چیف ایڈیٹر، سہ ماہی انوار رضا، جوہر آباد

انٹرنیشنل غوثیہ فورم، انوار رضا لائبریری،

جوہر آباد، خوشاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوۃ وسلام علیک یا رسول اللہ

وعلی الک واصحابک یا حبیب اللہ

سخنِ سعیدی

ابوالناصر حافظ امانت علی سعیدی

ادنیٰ سے بھی ادنیٰ ہو مسلمان تو اس سے
برداشت نہ ہو پائے گی توہینِ رسالت
ناموسِ رسالت پر نہ ہو جو مرنے کی خواہش
بیکار ہے بیکار ہے ہر ایک عبادت

تحفظِ ناموسِ رسالت امت مسلمہ کا متفقہ عقیدہ ہے۔ جس کے لیے ہر مسلمان اپنی جان و مال کی قربانی دینے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔

اس لیے ہر اُمتی کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ آقائے دو جہاں ﷺ کی تعظیم وتوقیر بجالائے اور ہر طرح سے اس کا اہتمام کرے۔ ایمان کی لذت وحلاوت اور چاشنی سے وہی لوگ شناسا ہوتے ہیں جو عزت وتوقیر، تعظیم وتکریم، ادب و احترام اور ذکرِ مصطفیٰ ﷺ کی بلندی ورفعت کے لیے اپنی جان و مال کی محبت سے آگے گذر جاتے ہیں اوران کا کامل نظریہ بن جاتا ہے کہ سب کچھ جاتا ہے تو جائے مگر سرور کائنات ﷺ کی عزت وناموس پر کوئی حرف نہ آئے۔

نبی کریم ﷺ کی تعظیم وتوقیر، ادب واحترام امت مسلمہ پر فرض ہے حقیقتاً تعظیم رسول ہی دین اسلام کی اساس اور بنیاد ہے۔

حضور نبی رحمت ﷺ کی تعظیم وتوقیر اور آپ کے لیے کلمات ادب عرض کرنا تقاضائے ایمان ہے۔جس لفظ میں ترکِ ادب کا ذرا سا بھی شائبہ ہو وہ زبان پر لانا بھی ممنوع وحرام ہے۔یہی تعلیمات قرآن کا مغز اور خلاصہ ہے۔

دوسری طرف توہینِ نبوت ورسالت کا سلسلہ اس وقت شروع ہوا جب شیطان نے اللہ رب العزت کا حکم جھٹلایا اور یہ کہہ کر حضرت آدم علیہ السلام کی توہین کی کہ وہ مٹی سے پیدا ہوئے اور میں آگ سے اس لیے میں بہتر ہوں تکبر کے باعث شیطان نے بنی نوع انسان کے پہلے نبی علیہ السلام کی توہین کا سلسلہ شروع کیا جو آج تک جاری ہے۔اس کے بعد شیطان نے اولاد آدم میں اپنے ایجنٹ پیدا کرنے شروع کر دیئے۔جنہوں نے شیطان کی طرح ہر نبی ورسول کا مذاق اُڑایا اس کی توہین کی بے ادبی وگستاخی کے ساتھ پیش آتے رہے۔جب مشرکین مکہ اور مدینہ کے یہود ونصاریٰ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ بھی ایسا ہی رویہ اختیار کیا تو اللہ عز وجل نے اپنے محبوب کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا اے محبوب یہ صرف آپ کے ساتھ ہی نہیں ہو رہا بلکہ ہر نبی کے ساتھ ہوا ہے ویسے تو قرآن حکیم کی تمام آیات ہی ہمارے آقا ومولیٰ ﷺ کے مقام ومرتبہ کی گواہ ہیں کہیں آپ کی بعثت کو ایمان والوں پر احسان قرار دیا گیا ہے۔کہیں نبی کریم ﷺ کی زبان اقدس سے نکلی ہوئی ہر بات کو وحی فرمایا جاتا ہے۔کبھی اپنے محبوب ﷺ کی عمومی نبوت اور رسالت کا اعلان کیا جاتا ہے۔کسی آیت میں آپ ﷺ کی ازدواج مطہرات رضی اللہ عنہم، آپ ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان، آپ کی اہلبیت اطہار رضی اللہ عنہم کے اوصاف حمیدہ کا بیان ہوتا ہے۔ان تمام آیات کو جمع کیا جائے تو ضخیم کتاب بھی ناکافی ہوگی۔

ہم صرف ایک آیت جس میں اللہ رب العزت نے محبوب ﷺ کے گستاخ کو خود جواب دے کر ہمیشہ کے لیے اُس کا منہ بند کر دیا۔اُس کے دس عیوب بیان فرمائے اور آخر میں فرمایا۔

عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِکَ زَنِیْمٍ (سورۃ القلم آیت ۱۳، پارہ ۲۹)

اس سے معلوم ہوا کہ گستاخِ رسول کا رد کرنا سنت الٰہیہ ہے

گستاخِ رسول کو مار کر احسان کر گیا
رخصت ہوا تو دل کو پریشان کر گیا

محترم و مکرم جناب فائز المکارم، ادیبِ عہد، ابوسعید سردار محمد اکرم بٹر جیسی ''صاحب بصیرت'' شخصیت کی کتاب پر کچھ لکھنا میرے لیے سعادت سے کم نہیں ہے۔

آپ کو قائد ملت اسلامیہ امام شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے سپاہی اور غزالی زماں رازی دوراں امام اہلسنت حضرت علامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید با صفا ہونے کا شرف حاصل ہے آپ علم دوست احباب سے محبت فرمانے والے اور شعبہ صحافت میں دسترس رکھنے والے ''صاحب قلم'' ہیں۔ اشاعت دین مصطفوی ﷺ کا جذبہ لیے وقتاً فوقتاً اخبارات و جرائد اہلسنت میں لکھتے رہتے ہیں اور اب بھی مجلّہ ''نوید سحر'' کی صورت میں سلسلہ صحافت سے وابستہ ہیں اور روشنی کی کرنیں بکھیر رہے ہیں الحمد للہ مجھے یہ فخر ہے کہ بٹر صاحب اس فقیر کی مہمیز پر تصنیف و تالیف کی طرف متوجہ ہوئے اور اب اللہ رب العزت کے فضل و احسان سے ''زمین کھا گئی آسماں کیسے کیسے'' اور ''گلہائے رنگا رنگ'' کے بعد شہید ناموسِ رسالت، غازی اسلام ملک ممتاز حسین قادری رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں محبتوں کی سوغات لیکر حاضر ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شرف قبولیت عطا فرمائے۔

اس کتاب میں آپ نے مختلف اہل فکر و دانش کی طرف سے ''شہید ناموس رسالت'' کی عظمت پر نچھاور کیئے گئے پھولوں کو ایک ''گلدستہ محبت'' بنا کر پیش کیا ہے۔

بارگاہ خداوندی میں دعا ہے کہ بٹر صاحب یوں ہی اشاعت دین میں مصروف رہیں اور یہ سلسلہ تحریر و تحقیق جاری و ساری رہے امین یا رب اللعالمین

احقر العباد

ابوالناصر حافظ امانت علی سعیدی

ایڈیٹر سہ ماہی مجلّہ ''نوید سحر'' لاہور



قرآن و سنت

یا صاحبَ الجمالِ و یا سیّدَ البشر

اے حسن والے اور اے انسانوں کے سردار

مِن وجہکَ المنیر لقد نُوّر القمر

آپ کے رخ روشن سے چاند چمک اٹھا

لا یُمکن الثناءُ کما کانَ حقُّہٗ

آپ کی ثناء کا حق ادا کرنا ممکن ہی نہیں

بعد از خُدا بزرگ توئی قصّہ مختصر

قصہ مختصر کہ خدا کے بعد آپ ہی بزرگ ہیں

مکتوب

غزالیٔ زماں علامہ سیّد احمد کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

گستاخِ رسول کی سزا قتل

بعدالت جناب چیف جسٹس صاحب، وفاقی شرعی عدالت، پاکستان

بیان منجانب: سیّد احمد سعید کاظمی صدر مرکزی جماعت اہلسنت پاکستان

شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ اسلامیہ انوار العلوم، ملتان

محترم محمد اسماعیل قریشی، سینئر ایڈووکٹ سپریم کورٹ پاکستان، لاہور نے بنام اسلامی جمہوریہ پاکستان، تعزیرات پاکستان کی دفعہ نمبر ۲۹۵ الیف اور دفعہ ۲۹۸ الیف کے خلاف شرعی عدالت میں ایک درخواست دائر کی ہے۔ جہاں تک اہانت رسالت اور توہین و تنقیص نبوت سے اس درخواست کا تعلق ہے، میں اس سے پوری طرح متفق ہوں اور دلائل شرعیہ (کتاب وسنت، اجماع امت اور تصریحات علماء دین) کے مطابق میں اس کی مکمل تائید اور حمایت کرتا ہوں۔ اس سلسلے میں میرا تفصیلی بیان درج ذیل ہے:

کتاب و سنت، اجماع امت اور تصریحات ائمۂ دین کے مطابق توہین رسول ﷺ کی سزا صرف قتل ہے۔ رسول ﷺ کی صریح مخالفت توہین رسول ﷺ ہے۔ قرآن مجید نے اس جرم کی سزا قتل بیان کی ہے۔ اسی بناء پر کافروں سے قتال کا حکم دیا گیا۔ قرآن مجید میں ہے (سورۃ انفال آیت ۱۳) ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ شَآقُّوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ (یعنی کافروں کو قتل کرنے کا حکم) اس لیے ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی صریح مخالفت کر کے ان کی توہین کا ارتکاب کیا۔ (مدارک صفحہ ۱۷۱، ج ۲، خازن ص ۱۷۱، ج ۲ البحر المحیط ص ۴۷۱ ج ۴) توہین رسول ﷺ کے کفر ہونے پر بکثرت آیات قرآنیہ شاہد

ہیں۔مثلاً: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ . لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ (سورۃ توبہ آیت ۶۵،۶۶) ترجمہ: اگر اگر آپ ان سے پوچھیں تو وہ ضرور کہیں گے ہم تو صرف ہنسی مذاق کرتے تھے۔آپ (ان سے) کہیں، کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے ہو۔کوئی عذر نہ کرو۔بے شک ایمان کے بعد تم نے کفر کیا۔

مسلمان کہلانے کے بعد کفر کرنے والا مرتد ہوتا ہے اور از روئے قرآن مرتد کی سزا صرف قتل ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ (سورۃ الفتح آیت ۱۶) ترجمہ: اے رسول (ﷺ) پیچھے رہ جانے والے دیہاتیوں سے فرما دیجیے، عن قریب تم سخت جنگ کرنے والوں کی طرف بلائے جاؤ گے۔تم ان سے قتال کرتے رہو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے۔یہ آیت مرتدین اہل یمامہ کے حق میں بطور اخبار بالغیب نازل ہوئی۔اگرچہ بعض علما نے اس مقام پر فارس، روم وغیرہ کا ذکر بھی کیا ہے، لیکن حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی حسب ذیل روایت نے اس آیت کو مرتدین بنی حنیفہ (اہل یمامہ) کے حق میں متعین کر دیا:

عن رافع بن خديج انا كنا نقرأ هذه الاية فيما مضى ولا نعلم من هم حتىٰ دعا ابوبكر رضى الله عنه الىٰ قتال بنى حنيفة فعلمنا انهم اريد وبها۔(البحر المحیط ص ۹۴ ج ۸، روح المعانی ص ۱۰۲ پ ۲۶) ترجمہ: حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ گزشتہ زمانے میں ہم اس آیت کو پڑھا کرتے تھے اور ہمیں معلوم نہ تھا کہ کون لوگ ہیں۔یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (مرتدین) بنی حنیفہ (اہل یمامہ) کے قتال کی طرف مسلمانوں کو بلایا۔اس وقت ہم سمجھے کہ اس آیت کریمہ میں یہ مرتدین ہی مراد ہیں۔

ثابت ہوا کہ اگر مرتد اسلام نہ لائے تو از روئے قرآن اس کی سزا قتل کے سوا کچھ

نہیں۔قتل مرتد کے بارے میں متعدد احادیث اور ہیں۔اختصار کے پیش نظر صرف ایک حدیث پیش کی جاتی ہے:

اتی علی بزدناقة فاحرقهم (وفی روایة ابی داؤد (ابی داؤد ص ۵۹۸، ج ۲)ان علیاً احرق ناساً ارتد واعن الاسلام) فبلغ ذالک ابن عباس فقال لو کنت انا لم احرقهم لنهی رسول الله ﷺ لا تعذبوا بعذاب الله و لقتلتهم لقول رسول الله ﷺ من بدل دینه فاقتلوه۔(صحیح بخاری ص ۲۴۳ جلد ا، ص ۱۰۲۳، ج ۲، ابوداؤد ص ۵۹۸ ج ۲، ترمذی ص ۱۷۶ ج ا، نسائی نمبر ۱۵۱ ج ۲، ابن ماجہ ص ۱۸۵ ج ا، مسند احمد ص ۲۳۱ ج ۵ عن معاذ، تفسیر مظہری صفحہ ۱۳۵ ج ۳، رُوح المعانی ص ۱۶۰، ج ۴) ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس (مرتد ہو جانے والے) زندیق لوگ لائے گئے، تو آپ نے انہیں جلا دیا۔اس کی خبر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو پہنچی، تو انہوں نے فرمایا، اگر (آپ کی جگہ) میں ہوتا، تو انہیں نہ جلاتا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے عذاب کے ساتھ کسی کو عذاب نہ دو، اور میں انہیں قتل کرا دیتا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو (مسلمان) اپنے دین سے پھر جائے، اسے قتل کر دو۔

قتل مرتد کے بارے میں صحابہ رضوان اللہ علیہم کا طرزِ عمل

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسند خلافت پر بیٹھتے ہی جس شدت کے ساتھ مرتدین کو قتل کیا محتاج بیان نہیں۔صحابہ کرام کے لیے مرتد کو زندہ دیکھنا ناقابل برداشت تھا۔حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما دونوں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے یمن کے دو مختلف حصوں پر حاکم تھے۔ایک دفعہ حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابوموسیٰ اشعری سے ملاقات کے لیے آئے۔ایک بندھے ہوئے شخص کو دیکھ کر انہوں نے پوچھا یہ کون ہے؟ ابوموسیٰ اشعری نے فرمایا:

کان یهودیا فاسلم ثم تهود قال اجلس قال لا اجلس حتیٰ یقتل قضاء الله و رسوله ثلاث مرات فامربه فقتل (بخاری ص ۱۰۲۳ ج ۲۔ابوداؤد

ص ۵۹۸، جلد ۲، نسائی ص ۱۵۲ ج ۲) ترجمہ: یہ یہودی تھا۔ مسلمان ہونے کے بعد پھر یہودی (ہوکر مرتد) ہو گیا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری نے حضرت معاذ بن جبل کو بیٹھنے کے لیے کہا۔ انہوں نے تین بار فرمایا: جب تک اسے قتل نہ کر دیا جائے، میں نہیں بیٹھوں گا۔ (قتل مرتد) اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ ہے۔ چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حکم سے اسے اسی وقت قتل کر دیا گیا۔

گستاخِ رسول ﷺ کا قتل

غلاف کعبہ سے لپٹے ہوئے توہین رسول کے مرتکب مرتد کو مسجد حرام میں قتل کرنے کا حکم رسول اللہ ﷺ نے دیا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے۔ کسی نے حضور سے عرض کی، حضورؐ (آپ کی شان میں توہین کرنے والا) ابن حنظل کعبہ کے پردوں سے لپٹا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اقتلوہ'' اسے قتل کر دو۔ (بخاری ص ۲۴۹ ج ۱، ص ۶۱۴ ج ۲)

یہ عبداللہ بن حنظل مرتد تھا۔ ارتداد کے بعد اس نے کچھ ناحق قتل کیے، رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں شعر کہہ کر حضور کی شان میں توہین و تنقیص کیا کرتا تھا، اس نے دو گانے والی لونڈیاں اس لیے رکھی ہوئی تھیں کہ وہ حضور کی ہجو میں اشعار گایا کریں۔ جب حضور ﷺ نے اس کے قتل کا حکم دیا تو اسے غلاف کعبہ سے باہر نکال کر باندھا گیا اور مسجد حرام میں مقام ابراہیم اور زم زم کے درمیان اس کی گردن ماری گئی۔ (فتح الباری ص ۱۳ ج ۸، عمدۃ القاری ص ۳۴۷ ج ۸، ارشاد الساری ص ۳۹۲ ج ۶)

یہ صحیح ہے کہ اس دن ایک ساعت کے لیے حرم مکہ کو حضور ﷺ کے لیے حلال قرار دے دیا گیا تھا، لیکن بالخصوص مسجد حرام میں مقام ابراہیم اور زم زم کے درمیان اس کا قتل کیا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ گستاخِ رسول ﷺ باقی مرتدین سے بدرجہا بدتر و بدحال ہے۔

اجماع امت

۱۔ قال محمد بن سحنون اجمع العلماء ان شاتم النبی ﷺ المتنقص له، کافر والو عید جار علیه بعذاب الله له و حکمه، عند الائمة القتل ومن شک فی کفره وعذابه کفر۔ (الشفاء۔ص ۲۱۶۔۲۱۵ ج ۸، نسیم الریاض شرح الشفاء ص ۳۳۸ ج ۴، الردالمختار ص ۳۱۷ ج ۳، الصارم المسلول ص ۴)

ترجمہ: محمد بن سحنون نے فرمایا، علماء امت کا اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ کو گالی دینے والا حضور کی توہین کرنے والا کافر ہے اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید جاری ہے اور امت کے نزدیک اس کا حکم قتل ہے۔ جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے، کافر ہے۔

۲۔ وقال ابو الیمان الخطابی لا اعلم احدا من المسلمین اختلف فی وجب قتله اذا کان مسلماً۔ (الشفاء۔ص ۲۱۶ ج ۲، فتح القدیر شرح ہدایہ ص ۴۰۷ ج ۴، الصارم المسلول ص ۴)

ترجمہ: امام ابوسلیمان الخطابیؒ نے فرمایا، جب مسلمان کہلانے والا نبی ﷺ کے سب (توہین) کا مرتکب ہو تو میرے علم میں کوئی ایسا مسلمان نہیں جس نے اس کے قتل میں اختلاف کیا ہو۔

۳۔ واجمعت الامة علی قتل متنقصه من المسلمین وسابه۔

(الشفا۔ص ۲۱۱ ج ۲)

ترجمہ: اور امت کا اجماع ہے کہ مسلمان کہلا کر حضور کی شان میں سبّ اور تنقیص کرنے والا قتل کیا جائے گا۔

۴۔ قال ابوبکر بن المنذر اجمع عوام اهل العلم علیٰ ان من سبّ النبی ﷺ یقتل قال ذالک مالک بن انس واللیث و احمد و اسحاق و هو مذهب الشافعیی قال القاضی ابو الفضل وهو متقضی قول ابی بکر الصدیق رضی الله عنه ولا تقبل توبته عند هؤلاء و بمثله قال ابو حنیفة و

اصحابه والثوری و اهل الكوفة ولأوزاعی فی المسلمین لکنهم قالا هی ردة۔(الشفاء ص ۲۱۵ ج ۲)

ترجمہ: امام ابوبکر بن منذر نے فرمایا، عامۂ علماء اسلام کا اجماع ہے کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کو سبّ کرے قتل کیا جائے گا۔ان ہی میں سے مالک بن انس، لیث، احمد، اسحاق (رحمہم اللہ) ہیں اور یہی شافعیؒ کا مذہب ہے۔قاضی عیاض نے فرمایا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کا یہی مقتضیٰ ہے۔(پھر فرماتے ہیں) اوران آئمہ کے نزدیک اس کی توبہ بھی قبول نہ کی جائے گی۔امام ابوحنیفہ، ان کے شاگردوں، امام ثوری، کوفہ کے دوسرے علماء اور امام اوزاعی کا قول بھی اسی طرح ہے۔ان کے نزدیک یہ ردّت ہے۔

۵۔ ان جميع من سبّ النبی ﷺ او عابه اوالحق به نقصاً فی نفسه اور نسبه او دينه او خصلة من خصاليه او عرض به او شبهه بشئی علیٰ طريق السّب له اوالأزراء عليه اور التصغير بشانه او الغضّ منه والعيب له، فهو سابٌّ له والحكم فيه حكم السّابّ يقتل كمانبيتته، ولا نستثنی فصلاً من فصول هذا الباب علیٰ هذا المقصد ولا نمتری فيه تصريحاً كان اوتلويحاً............ وهذا اجماع من العلماء وائمة الفتویٰ من لدن الصحابة رضون الله عليهم الیٰ هلم جرا۔

(الشفاء ص ۲۱۴ ج ۲، الصارم المسلول ص ۵۲۵ (طبع بیروت)

ترجمہ: بے شک ہر وہ شخص جس نے نبی کریم ﷺ کو گالی دی یا حضور ﷺ کی طرف کسی عیب کو منسوب کیا یا حضور ﷺ کی ذات مقدسہ، آپ کے نسب، دین یا آپ کی کسی خصلت سے کسی نقص کی نسبت کی یا آپ پر طعنہ زنی کی یا جس نے بطریق سب اہانت یا تحقیر شان مبارک یا ذات مقدسہ کی طرف کسی عیب کو منسوب کرنے کے لیے حضور کو کسی چیز سے تشبیہ دی وہ حضور کو صراحۃً توہین ہو یا اشارۃً کنایۃً۔اور یہ سب علماء امت اور اھل فتویٰ کا اجماع ہے۔عہد صحابہ سے لے کر آج تک، رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

۶۔ والحاصل انه لا شک ولا شبهة فی کفر شاتم النبی ﷺ و فی استباحة قتلهٗ وهو المنقول عن الائمة الاربعة۔

(فتاوٰی شامی حنفی ص ۳۲۱، جلد ۳، ونحوہ الصارم المسلول للحنبلی ص ۴)

ترجمہ: خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ کو گالی دینے والے کے کفر اور اس کے مستحق قتل ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ چاروں ائمہ (ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد بن حنبل) سے یہی منقول ہے۔

۷۔ کل من البغض رسول الله ﷺ بقلبه کان مرتدًا فالسّابّ بطریق اولیٰ ثم یقتل حدًا عندنا۔ (فتح القدیر (امام ابن ہمام حنفی) ص ۴۰۷ ج ۴)

ترجمہ: جو شخص رسول اللہ ﷺ سے اپنے دل میں بغض رکھے وہ مرتد ہے۔ آپ کو گالی دینے والا تو بطریق اولیٰ مستحق گردن زدنی ہے۔ پھر (مخفی نہ رہے کہ) یہ قتل ہمارے نزدیک بطور حد ہوگا۔

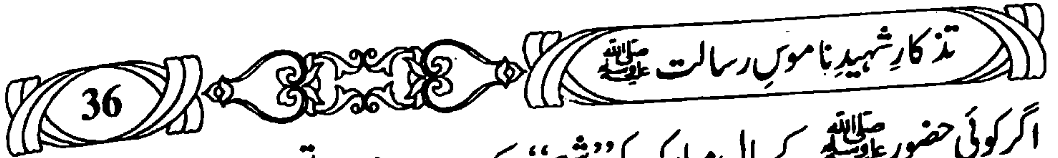
۸۔ ایما رجل مسلم سبّ رسول الله ﷺ او کذبه او عابه اوتنقصه فقد کفر بالله وبانت منه زوجته۔

(کتاب الخراج امام ابو یوسف ص ۱۸۲، فتاوٰی شامی ص ۳۱۹ ج ۳)

ترجمہ: جو مسلمان رسول اللہ ﷺ کو سبّ کرے یا تکذیب کرے یا عیب۔ لگائے یا آپ کی تنقیص شان کا (کسی اور طرح سے) مرتکب ہو، تو اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا اور اس سے اس کی زوجہ اس کے نکاح سے نکل گئی۔

۹۔ اذا عاب الرجل النبی ﷺ فی شیء کان کافر او کذا قال بعض العلماء لو قال لشعر النبی ﷺ شعیر فقد کفر و عن ابی حفص الکبیر من عاب النبی ﷺ بشعرة من شعراته الکریمة فقد کفر و ذکر فی الاصل ان شتم النبی کفر (فتاوٰی قاضی خان ص ۸۸۲ ج ۴ (طبع نولکشور)

ترجمہ: کسی شے میں حضور پر عیب لگانے والا کافر ہے اور اسی طرح بعض علماء نے فرمایا،



اگر کوئی حضور ﷺ کے بال مبارک کو "شعر" کے بجائے (بصیغۂ تصغیر) "شعیر" کہہ دے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ اور امام ابو حفص الکبیر (حنفی) سے منقول ہے کہ اگر کسی نے حضور ﷺ کے کسی ایک بال مبارک کی طرف بھی عیب منسوب کیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور امام محمد نے "مبسوط" میں فرمایا کہ نبی ﷺ کو گالی دینا کفر ہے۔

۱۰۔ ولا خلاف بین المسلمین ان من قصد النبی ﷺ بذالک فھوا ممن ینتحل الاسلام انہ مرتد یستحق القتل۔ (احکام القرآن للجصاص ص ۱۰۶ ج ۳)

ترجمہ: کسی مسلمان کو اس میں اختلاف نہیں کہ جس شخص نے نبی کریم ﷺ کی اہانت و ایذا رسانی کا قصد کیا اور وہ مسلمان کہلاتا ہے وہ مرتد مستحق قتل ہے۔

یہاں تک ہمارے بیان سے یہ بات واضح ہو گئی کہ کتاب و سنت اجماع امت اور اقوال علمائے دین کے مطابق گستاخِ رسول کی سزا یہی ہے کہ وہ حدًا قتل کیا جائے۔ اس کے بعد حسب ذیل امور کی وضاحت بھی ضروری ہے:

۱۔ بارگاہ نبوت کی توہین و تنقیص کو موجب حد جرم قرار دینے کے لیے یہ شرط صحیح نہیں کہ گستاخی کرنے والے نے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کرنے کی غرض سے گستاخی کی ہو۔ یہ شرط ہر گستاخِ نبوت کے تحفظ کے مترادف ہو گی اور توہین رسالت کا دروازہ کھل جائے گا۔ ہر گستاخِ نبوت اپنے جرم کی سزا سے بچنے کے لیے یہ کہہ کر چھوٹ جائے گا کہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کرنا میری غرض نہ تھی۔ علاوہ ازیں یہ شرط کتاب اللہ کے بھی منافی ہے۔ سورہ توبہ کی آیت ہم لکھ چکے ہیں کہ توہین کرنے والے منافقوں کا یہ عذر کہ "ہم تو آپس میں صرف دل لگی کرتے تھے۔ ہماری غرض توہین نہ تھی"، نہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات مشتعل کرنا ہمارا مقصد تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مسترد کر دیا اور واضح طور پر فرمایا لاتعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم۔ بہانے نہ بناؤ، ایمان کے بعد تم نے کفر کیا۔

۲۔ صریح توہین میں نیت کا اعتبار نہیں۔ "راعنا" کہنے کی ممانعت کے بعد اگر کوئی صحابی نیت توہین کے بغیر حضور ﷺ کو "راعنا" کہتا تو وہ واسمعوا وللکافرین عذاب

الیـــم کی قرآنی وعید کا مستحق قرار پاتا، جو اس بات کی دلیل ہے کہ نیت توہین کے بغیر بھی حضور کی شان میں توہین کا کلمہ کہنا کفر ہے۔

امام شہاب الدین خفاجی حنفی ارقام فرماتے ہیں:

المدار في الحكم بالكفر على الظّواهر ولا نظر للمقصود والنّيات ولا نظر لقرائن حاله (نسیم الریاض شرح الشفاء ص ۴۲۶ ج ۴)

توہین رسالت پر حکم کفر کا مدار ظاہر الفاظ پر ہے۔ توہین کرنے والے کے قصد و نیت اور اس کے قرائن حال کو نہیں دیکھا جائے گا...... ورنہ توہین رسالت کا دروازہ کبھی بند نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ ہر گستاخ یہ کہہ کر بری ہو جائے گا کہ میری نیت اور ارادہ توہین کا نہ تھا...... لہٰذا ضروری ہے کہ توہین صریح میں کسی گستاخ نبوت کی نیت اور قصد کا اعتبار نہ کیا جائے۔

۳۔ یہاں اس شبہ کا ازالہ بھی ضروری ہے کہ اگر کسی مسلمان کے کلام میں ننانوے وجوہ کفر کی ہوں اور اسلام کی صرف ایک وجہ کا احتمال ہو تو فقہاء کا یہ قول اس تقدیر پر ہے کہ کسی مسلمان کے کلام میں ننانوے وجوہ کفر کا صرف احتمال ہو، کفر صریح نہ ہو۔ لیکن جو کلام مفہوم توہین میں صریح ہو اس میں کسی وجہ کو ملحوظ رکھ کر تاویل کرنا جائز نہیں۔ اس لیے کہ لفظ صریح میں تاویل نہیں ہو سکتی۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

قال حبيب ابن الربيع لان ادعاء التاويل في لفظ صراح لا يقبل۔

(الشفاء ص ۲۱۷ ص ج ۲)

ترجمہ: حبیب بن ربیع نے فرمایا کہ لفظ صریح میں تاویل کا دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا۔

کسی کلام کا توہین صریح ہونا عرف اور محاورے پر مبنی ہے۔ معذرت کے ساتھ بطور مثال عرض کرتا ہوں کہ اگر کسی کو ولد الحرام کہا جائے اور کہنے والا لفظ "حرام" کی تاویل کرے اور کہے کہ میں نے "المسجد الحرام" اور "بیت اللہ الحرام" کی طرح معظم و محترم کے معنیٰ میں یہ لفظ بولا ہے، تو اس کی یہ تاویل کسی ذی فہم کے نزدیک قابل قبول نہ ہوگی، کیونکہ عرف اور محاورے میں



"والدالحرام" کا لفظ گالی اور توہین ہی کے لیے بولا جاتا ہے۔ اسی طرح ہر وہ کلام جس سے عرف ومحاورے میں توہین کے معنی مفہوم ہوتے ہوں توہین ہی قرار پائے گا، خواہ اس میں ہزار تاویلیں ہی کیوں نہ کی جائیں۔ عرف اور محاورے کے خلاف تاویل معتبر نہ ہوگی۔

۴۔ یہاں اس شبے کو دور کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر توہین رسول کی سزا حداً قتل کرنا ہے تو کئی منافقین نے حضور ﷺ کی صریح توہین کی۔ بعض اوقات صحابہ کرام نے عرض کی کہ حضور ہمیں اجازت دیں کہ ہم اس گستاخ منافق کو قتل کر دیں، لیکن حضور ﷺ نے اجازت نہیں دی۔

ابن تیمیہ نے اس کے متعدد جوابات لکھے ہیں، جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے:
(الصارم المسلول ص۲۲۲ تا ۲۲۳)

ا۔ اس وقت ان لوگوں پر حد قائم کرنا فساد عظیم کا موجب تھا۔ ان کے کلمات توھین پر صبر کر لینا اس فساد کی نسبت آسان تھا۔

ب۔ منافقین اعلانیہ توہین رسالت نہ کرتے تھے، بلکہ آپس میں چھپ کر حضور ﷺ کے حق میں توہین آمیز باتیں کیا کرتے تھے۔

ج۔ منافقین کے ارتکاب توہین کے موقع پر صحابہ کرام کا حضور ﷺ سے ان کے قتل کی اجازت طلب کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام جانتے تھے کہ گستاخِ رسول کی سزا قتل ہے۔

گستاخانِ شان رسالت ابورافع یہودی اور کعب بن اشرف کو قتل کرنے کا حکم رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو دیا تھا۔ اس حکم کی بناء پر صحابہ کرام کو علم تھا کہ حضور ﷺ کی شان میں توہین کرنے والا قتل کا مستحق ہے۔

د۔ رسول اللہ ﷺ کے لیے جائز تھا کہ وہ اپنے گستاخ اور موذی کو اپنی حیات ظاہری میں معاف فرما دیں لیکن امت کے لیے جائز نہیں کہ وہ حضور کے گستاخ کو معاف کر دے۔

نبی اکرم ﷺ اور دیگر انبیائے کرام اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو بجالائے کہ "آپ معافی کو اختیار فرمائیں اور جاہلوں سے منہ پھیر لیں اور نیکی کا حکم دیں"۔ (سورہ اعراف آیت ۱۹۹)

میں عرض کروں گا کہ گستاخِ رسول پر قتل کی حد جاری کرنا ایسی حد ہے جو رسول اللہ ﷺ کا اپنا حق ہے۔ اگر چہ رسول اللہ ﷺ کی توہین حضور ﷺ کی امت کے لیے بھی سخت ترین اذیت کا موجب ہے اور اس طرح اس حد کو پوری امت کا حق بھی کہا جاسکتا ہے لیکن بلاواسطہ نہیں بلکہ بالواسطہ ذات اقدس کے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور کو یہ اختیار حاصل تھا کہ اپنا یہ حق کسی کو خود معاف فرمادیں۔ جیسا کہ بعض دیگر احکام شرع کے متعلق دلیل سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان احکام میں حضور ﷺ کو اختیار عطا فرمایا۔ مثلاً حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبردہ کو بکری کے ایک بچے کی قربانی کرنے کا حکم دیا اور فرمایا:

ولن تجزیی عن احد بعدک۔ (بخاری ص ۸۳۲ ج ۲)

کہ (یہ قربانی) تمہارے علاوہ کسی دوسرے پر ہرگز جائز نہیں۔

اسی طرح حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جب حضور ﷺ نے حرم مکہ کی گھاس کاٹنے کو حرام قرار دیا تو حضرت عباس نے عرض کی "اِلا الاذخر" یعنی "اذخر" گھاس کو حرمت کے اس حکم سے مستثنیٰ فرمادیں۔ حضور نے فرمایا "الا الاذخر"۔ یعنی اذخر کو حرمت کے حکم سے ہم نے مستثنیٰ فرمادیا۔ (بخاری ص ۱۲۱ ج ۱، مسلم ص ۴۳۸ ج ۱)

اس حدیث کے تحت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اور نواب صدیق حسن خان بھوپالی تحریر فرماتے ہیں:

"ودر مذہب بعضے آن است کہ احکام مفوض بود بوئے ﷺ ہر چہ خواھد د برھر کہ خواھد حلال وحرام گرداند وبعضے گویند با اجتہاد وگفت۔ واول اصح واظھر است۔" ۲؎ آشعۃ اللمعات ص ۴۰۸ ج ۲، مسک الختام ص ۵۱۲ ج ۲۔

''یعنی بعض کا مذہب یہ ہے کہ احکام شرعیہ حضور ﷺ کے سپرد کر دیے گئے تھے۔ جس کے لیے جو کچھ چاہیں حلال اور حرام فرما دیں۔ بعض لوگ کہتے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ اجتہاد کے طور پر فرمایا تھا اور پہلا مذہب اصح اور اظھر ہے۔''

ان احادیث کی روشنی میں حضور ﷺ کو یہ اختیار حاصل ہو سکتا ہے کہ کسی حکمت و مصلحت کے لیے حضور ﷺ ان منافقین پر قتل کی حد جاری نہ فرمائیں، لیکن حضور ﷺ کے بعد کسی کو یہ اختیار نہیں۔

آخر میں عرض کروں گا کہ توہین رسالت کی حد اسی پر جاری ہو سکے گی، جس کا یہ جرم قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو جائے۔ اس کے بغیر کسی کو اس جرم کا مرتکب قرار دے کر قتل کرنا ہرگز جائز نہیں۔ تواتر بھی دلیل قطعی ہے۔ اگر کوئی شخص توہین کے کلمات صریحہ بول کر یا لکھ کر اس بات کا اعتراف کرے کہ یہ کلمات میں نے بولے یا میں نے لکھے ہیں تو یقیناً وہ واجب القتل ہے۔ خواہ وہ کتنے ہی بہانے بنائے اور کہتا پھرے کہ میری نیت توہین کی نہ تھی۔ یا ان کلمات سے میری غرض یہ نہ تھی کہ میں مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچاؤں۔ بہرحال وہ مستحق قتل ہے۔

الیٰ ھذا وہ لوگ جو نبی کریم ﷺ کی توہین صریح کی تاویل کر کے اس کے مرتکب کو کفر سے بچانا چاہیں بالکل اسی طرح قتل کے مستحق ہیں جیسا کہ خود توہین کرنے والا مستوجب حد ہے۔ شاتم رسول کے حق میں محمد بن سحنون کا قول ہم شفاء، قاضی عیاض اور الصارم المسلول سے نقل کر چکے ہیں کہ

وَمَنْ شَکَّ فِیْ کُفْرِہٖ وَ عَذَابِہٖ کَفَرَ۔

(الشفاء: قاضی عیاض ص ۲۱۵، ۲۱۶، الصارم المسلول ص ۴)

۲۵ نومبر ۱۹۸۵ء (علامہ) سیّد احمد سعید کاظمی، ملتان



سزائیں

حنیف لودھی

توہینِ رسالت ﷺ

قرآن کی روشنی میں:

سورہ الکوثر میں ارشاد ہے۔

☆ اور بے شک تمہارا دشمن ہی جڑ کٹا ہے۔

☆ آپ کا مذاق اڑانے والوں سے نمٹنے کے لیے ہم خود ہی کافی ہیں۔ (الحجر۔۹۵)

☆ اور اللہ تم کو لوگوں کے شر سے بچانے والا ہے۔ (سورۃ المائدہ:۶۷)

☆ اللہ ان کے مقابلے میں تمہاری حمایت کے لیے کافی ہے۔ (البقرہ:۱۳۷)

(۱) ان الذین یوذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعدلھم عذابا مھینا (سورۃ احزاب:۵۷)

بلاشبہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی طرف سے پھٹکار ہے۔ اور ان کے لیے رسوا کن عذاب مہیا کر دیا گیا ہے۔

(۲) ذلک بانھم شاقوا اللہ ورسولہ ومن یشاقق اللہ و رسولہ فان اللہ شدید العقاب (الانفال:۱۳)

یہ حکم قتال اس لیے دیا گیا ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتا ہے تو بلاشبہ اللہ اس کے لیے نہایت سخت گیر ہے۔

(۳) والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم (التوبۃ:۶۱)

اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت پہنچانا چاہتے ہیں ان کے لیے

دردناک عذاب ہے۔

(۴) یایها الذین آمنو الاتقولو راعنا وقولوانظر نا واسمعوا وللکفرین عذاب الیم (البقرۃ:۱۰۴)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، راعنا نہ کہا کرو بلکہ انظرنا یعنی ہماری طرف التفات کیجئے۔ کہا کرو اور توجہ سے سنو۔ یہ کافر تو دردناک عذاب کے مستحق ہیں۔

(۵) ولئن سألتهم ليقولن انما كنا نخوض ونلعب قل ابا لله وايته ورسوله كنتم تستهزء ون (۹: ۶۵) لاتعتذروا قد كفرتم بعد ايمانكم ان نعف عن طائفه منكم نعذب طائفة بانهم كانوا مجرمين (سورۃ توبہ:٦٦)

اور اگر تم ان لوگوں سے پوچھو (ایسی باتیں کیوں کرتے ہو) تو یہ ضرور جواب میں کہیں گے کہ ہم نے تو یونہی جی بہلانے کو ایک بات چھیڑ دی تھی اور ہنسی مذاق کرتے تھے تم ان سے کہو، کیا تم اللہ کے ساتھ اس کی آیتوں کے ساتھ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے ہو؟

بہانے نہ بنا۔ حقیقت یہ ہے کہ تم نے اقرار ایمان کے بعد پھر کفر کیا اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف بھی کر دیں تاہم ایک گروہ کو ضرور عذاب دیں گے۔ اس لیے کہ وہ اصل مجرم ہیں۔

(٦) یایها الذین امنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجهروا له بالقول کجهر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون (الحجرات:۲)

اے اہل ایمان! اپنی آواز کو پیغمبر کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ ہی ان سے اونچی آواز میں بات کیا کرو۔ جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے بات کیا کرتے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

یہودی اور مسلمان کا تنازع:

فلا وربک لایومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لایجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما. (النسآء:۶۵)

پس اے محمد! تمہارے رب کی قسم یہ کبھی بھی مومن نہیں ہو سکتے، جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں تم کو یہ اپنا حکم نہ مانیں اور پھر جو بھی آپ فیصلہ کر دیں، اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی محسوس نہ کریں، بلکہ اسے پورا پورا تسلیم کریں۔

حضور اکرم ﷺ کا یہودی کے حق میں فیصلہ:

تو مدعی مسلمان حضرت عمرؓ کے پاس اس مقدمے کو لے گیا۔ حضرت عمرؓ نے تصدیق کی کہ کیا حضور نے اس کا فیصلہ یہودی کے حق میں کیا۔ حضرت عمرؓ نے اس منافق کی گردن اڑا دی۔ مقتول کے ورثاء نے حضرت عمرؓ کے خلاف قتل کا دعویٰ کیا۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حضرت عمرؓ کو فاروقؓ کا لقب عطا کیا گیا۔

سنت کی روشنی میں:

اسلام کی مسلمہ تاریخ کی رو سے گستاخِ رسول اللہ ﷺ کی سزا صرف اور صرف موت ہے۔ رحمۃ للعالمین ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر عام معافی کا اعلان کیا تھا سوائے گستاخان رسول ﷺ کے کہ، ان کے بارے میں آپ نے یہ حکم دیا کہ اگر یہ لوگ خانہ کعبہ کے پردے میں بھی لپٹ جائیں۔ تب بھی انہیں معاف نہ کیا جائے اور انہیں ہر صورت قتل کیا جائے ابن خطل کو خانہ کعبہ کے پردے پکڑنے کی حالت میں ہی قتل کیا گیا اسی طرح دو گستاخِ رسول ﷺ عورتیں سارہ اور قریبہ بھی قتل کی گئیں۔ (تاریخ طبری ص ۴۰۱) اسی طرح تین ہجری میں کعب بن اشرف ایک گستاخِ رسول ﷺ کو حضرت محمد بن مسلمہ کی قیادت میں ایک کمانڈو آپریشن کے ذریعے جہنم واصل کیا گیا۔ (تاریخ طبری، ص ۳۱۲)

(۱) امیر المومنین حضرت علیؓ نے ایک یہودی عورت کے بارے میں بتایا کہ وہ حضور ﷺ کی توہین کیا کرتی تھی ایک شخص نے اسے قتل کر دیا اور حضور ﷺ نے اس کے خون کا بدلہ قصاص و دیت کی صورت میں نہیں دلوایا۔ (سنن ابوداؤد ۲/۶)

(۲) ایک شاعر جو کہ حضور ﷺ کو اپنے کلام کے ذریعے ہدف طعن و تشنیع بناتا تھا، اسے قتل کر دیا گیا۔ (کتاب البخاری۔ باب المغازی صفحہ: ۶۸۵، ۷۷۵)

(۳) ایک صحابی نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والی عورت کو قتل کر دیا اور حضور ﷺ کو خبر ہوئی تو آپ نے تحقیق کی۔ جب ثابت ہو گیا کہ وہ توہین کی مرتکب ہوتی تھی تو آپ نے ارشاد فرمایا، کہ تم سب گواہ رہو، اس کا قتل ضائع ہو گیا، اس کا بدلہ نہیں دیا جائے گا۔ (سنن ابی داؤد)

رحمت کے ساتھ میزان عدل بھی قائم کیا۔

روزنامہ اوصاف اسلام آباد

۲۷ مارچ ۲۰۱۶ء



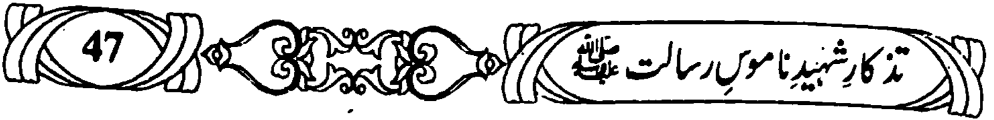
تاریخ بولتی ہے

بَلَغَ الْعُلٰى بِكَمَالِهٖ

كَشَفَ الدُّجٰى بِجَمَالِهٖ

حَسُنَتْ جَمِيْعُ خِصَالِهٖ

صَلُّوْا عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ



قانون سازی

سیّد فراست علی بخاری

(Blasphemy Law قانونِ توہینِ رسالت)

Blasphemy

لاطینی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی اہانت کے ہیں۔ انگریزی قانون کی مستند قانونی لغت Black,s Law Dictionary کی رو سے ''بلاس فیمی'' ایسی تحریر یا تقریر ہے جو خدا، یسوع مسیح، انجیل یا دعائے عام کے خلاف ہو اور جس سے انسانی جذبات مجروح ہوں یا اس کے ذریعہ قانون کے تحت قائم شدہ چرچ کے خلاف جذبات کو مشتعل کیا جائے اور اس سے بدکرداری کو فروغ حاصل ہو۔

انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا میں اس کی تعریف ذرا مختلف ہے۔
مسیحی مذہب کی رو سے ''بلاس فیمی'' گناہ ہے اور علمائے اخلاقیات بھی اس کی تائید کرتے ہیں، جبکہ اسلام میں نہ صرف خدا کی شان میں بلکہ پیغمبر اسلام کی شان میں گستاخی بھی ''بلاس فیمی'' کی تعریف میں آتی ہے۔ (انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا ج ۲ ص ۷۰)

برصغیر پاک و ہند میں بلاس فیمی لاء کی تاریخ

مشترکہ ہندوستان میں انگریز حکومت کے زیرِ سایہ جب ہندوؤں، آریہ سماجیوں اور مہاسبھائیوں نے مسلمانوں کی دل آزاری کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی گستاخی اور توہین کی تو مسلمانوں نے شدید احتجاج کیا اور قربانیوں کی ایک تاریخ رقم کی۔ مسلمانوں کے شدید احتجاج اور مولانا محمد علی جوہر کی تحریک پر اس وقت کی قانون ساز اسمبلی نے ۱۹۲۷ء میں تعزیرات ہند میں ایک معمولی سی دفعہ ۲۹۵ اے کا اضافہ کیا۔ اس دفعہ کے تحت کسی عبادت گاہ یا مذہبی طور پر مقدس قرار دی گئی چیز کی توہین کو قابل سزا قرار دیا گیا تھا، اس قانون کے تحت ایسی اہانت کے مرتکب شخص کو زیادہ سے زیادہ ۲ سال قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جائیں گی جو کسی

عبادت گاہ یا افراد کے کسی گروہ کی طرف سے مقدس قرار دی گئی کسی چیز کو اس ارادے سے تباہ کرتا ہے یا نقصان پہنچاتا ہے یا اس کی بے حرمتی کرتا ہے کہ اس سے افراد کے کسی گروہ کے مذہب کی توہین ہو یا وہ اس علم کے ساتھ ایسا کرتا ہے کہ افراد کا کوئی گروہ اسے اپنے مذہب کی توہین سمجھے گا۔

جب پاکستان ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو بنا تو ضابطۂ تعزیرات ہند جو پہلے سے اس علاقہ میں انگریز حکومت کی طرف سے نافذ العمل تھا، اسے ہی نافذ کر دیا گیا، یہ ایکٹ پہلے انڈین لاء کمیشن نے تیار کیا، جس کے سربراہ Lord Macauly، جبکہ دیگر دو ممبران Mcleod Enderson اور Millet تھے، اسے Indian Penal Code یا IPC بھی کہتے ہیں اور یہی بعد میں Pakistan Penal Code یا PPC کہلایا۔ اس ضابطۂ تعزیرات ہند کو Act XLY 1860 کے ذریعہ نافذ کیا گیا تھا۔

قیام پاکستان کے بعد دفعہ ۲۹۵ اے کے تحت بعض عدالتی فیصلے بھی کیے گئے، جنکی تفصیل خوف طوالت کی وجہ سے ہم چھوڑ رہے ہیں۔

۱۹۸۲ء میں اس قانونی دفعہ میں ۲۹۵ بی کا اضافہ کیا گیا، یہ اضافہ ایک صدارتی آرڈیننس کے ذریعہ ۸۲۔۳۔۱۸ کو ہوا، جس کے تحت ۲۹۵ بی PPC کا حصہ بنی، اس شق کے تحت قرآن مجید یا اس میں سے کسی اقتباس کی دانستہ طور پر بے حرمتی کرنے، نقصان پہنچانے یا اسے کسی معیوب یا کسی غیر قانونی مقصد کے لیے استعمال کرنے والے کو عمر قید کی سزا مقرر کی گی۔

تعزیرات پاکستان میں ۲۹۵ سی کی ضرورت اس وقت محسوس کی گئی جب لاہور ہائیکورٹ بار ایسوی ایشن کے ایک رکن مشتاق راج نامی نے ۱۹۸۳ء میں Heavenly Communism نامی کتاب لکھی، جس میں ادیان اور مذاہب کا مذاق اڑایا گیا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاذ اللہ تمسخر کیا گیا، نہ صرف یہ کہ پہلے انبیائے کرام کے لیے نازیبا کلمات کہے گئے بلکہ نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں بھی توہین کی کوشش کی گئی، غیرت مند بار ایسوی ایشن نے اس کی رکنیت کو معطل کر دیا۔ فیڈرل شریعت کورٹ میں سب سے پہلی پٹیشن اپیل ۱/۱۹۸۴ء نامور قانون دان جناب محمد اسماعیل قریشی نے دائر کی۔

جولائی ۱۹۸۴ء میں اسلام آباد میں منعقدہ ایک سیمینار میں عاصمہ جہانگیر نامی ایڈووکیٹ نے نبی کریم ﷺ کی نسبت ایسے الفاظ کہے کہ سیمینار میں ہنگامہ ہو گیا، اور ہر طرف سے ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے قانون سازی کرنے کا مطالبہ زور پکڑ گیا۔

پاکستان کی قومی اسمبلی میں تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵ سی کا بل پیش کرنے کا اعزاز آپا نثار فاطمہ مرحومہ کو نصیب ہوا، کسی رکن نے بل کی مخالفت نہیں کی، البتہ وزارت قانون نے اس بل میں یہ ترمیم کی کہ گستاخ رسول کی سزا عمر قید یا سزائے موت ہوگی۔

تعزیرات پاکستان ۲۹۵ سی کی عبارت اس طرح ہے۔

جو شخص بذریعہ الفاظ زبانی تحریری یا اعلانیہ، اشارتاً یا کنایتاً، بالواسطہ یا بلاواسطہ بہتان تراشی کرے یا رسول کریم حضرت محمد ﷺ کے پاک نام کی بے حرمتی کرے، اسے سزائے موت یا عمر قید دی جائے گی اور وہ جرمانہ کا مستوجب بھی ہوگا۔

دفعہ ۲۹۵ سی میں ، یا عمر قید، کا لفظ چونکہ مکمل اسلامی سزا کے خلاف تھا، اس لیے فیڈرل کورٹ میں دوبارہ سے چیلنج کیا گیا، یکم اپریل ۱۹۸۷ء کو اس کی دوبارہ سماعت شروع ہوئی، اس مقدمہ کی سماعت لاہور، کراچی اور اسلام آباد میں فیڈرل شریعت کورٹ کے فل بنچ نے کی، اور بالآخر متفقہ طور پر فیڈرل شریعت کورٹ نے اس پٹیشن کو منظور کرتے ہوئے حکومت پاکستان کے نام حکم نامہ جاری کیا کہ عمر قید کی متبادل سزا غیر اسلامی اور قرآن وسنت کے خلاف ہے، اس سزا کو ۲۹۵ سی سے حذف کیا جائے، اس مقصد کے لیے حکومت پاکستان کو ۳۰ اپریل ۱۹۹۱ء تک کی مہلت دی گئی۔ اور یہ کہا گیا کہ اگر مقررہ تاریخ تک ایسا نہ کیا گیا تو پھر اس کے بعد یہ الفاظ خود بخود کالعدم متصور کیے جائیں گے، اور صرف سزائے موت ملک کا قانون بن جائے گی۔ چنانچہ مقررہ تاریخ تک ایسا نہ ہو سکا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دفاقی شرعی عدالت کے فیصلہ کے مطابق عمر قید والے الفاظ قانون سے خود بخود کالعدم ہو گئے۔

بحوالہ: کتابچہ، شعورِ ناموس رسالت



تاریخی گوشے

ڈاکٹر سمیحہ راحیل قاضی

قانون توہینِ رسالت ﷺ کا پس منظر

برصغیر پاک و ہند میں مغلیہ سلطنت کے عدالتی مقدمات میں فیصلے قرآن وسنت اور فقہ کی روشنی میں کیے جاتے تھے۔ مغلوں کے زوال کے بعد ۱۸۶۰ء میں انڈین پینل کوڈ نافذ کیا گیا جس کے نفاذ اور تدوین کے لیے گورنر جنرل ہند نے لارڈ میکالے کی سربراہی میں ایک کمشن تشکیل دیا تھا۔ انگلینڈ میں آج بھی اور ۱۸۶۰ء میں بھی قانونِ توہین مسیح بطور Common Law موجود تھا اور وہ انگلینڈ کے مجموعہ قوانین میں Blasphemy Act ہے۔ ۱۸۹۸ء میں دفعہ A-124 تعزیرات ہند میں شامل کی گئی جس کے تحت حکومت برطانیہ کے خلاف منافرت پھیلانے یا توہین حکومت کے جرم کی سزا عمر قید مقرر کی گئی۔ اسی سال یعنی ۱۸۹۸ء میں ہی ایک دفعہ A-153 کا بھی اضافہ کیا گیا جس کا متن یہ ہے۔ ”جو کوئی الفاظ سے بذریعہ تقریر، تحریر، اشارات یا کسی دوسرے طریقے سے ہندوستان میں ”ہر میجسٹی“ کی رعایا کی مختلف جماعتوں میں دشمنی یا منافرت کے جذبات ابھارنے یا انہیں بھڑکانے کی کوشش کرے۔ اسے دو سال قید تک سزا یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکتی ہیں۔“

حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے شاتمان کے خلاف مقدمات بھی اسی دفعہ A-153 کے تحت قائم ہوئے۔ جس میں سب سے مشہور مقدمہ کتاب ”رنگیلا رسول“ کے ناشر راج پال کے خلاف اسی جرم کے ارتکاب پر رجسٹر ہوا۔ عدالت سیشن جج سے اسے سزا دی گئی مگر ہائی کورٹ نے اسے سزا نہ دی۔ جس کے خلاف مسلمانان ہند میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی اور ہر پلیٹ فارم سے سخت احتجاج کیا گیا تا آنکہ غازی علم دین

شہید نے راج پال کو موت کے گھاٹ اتار کر اسے توہین رسالت کی سزا دی اور خود زندہ جاوید ہو گیا۔ جب برٹش گورنمنٹ نے مسلمانوں کے جذبات کو دیکھا کہ اس دفعہ A-153 سے وہ مجروح ہو رہے ہیں تو اس کی اشک شوئی کے لیے A-295 کو قانون فوجداری کے ترمیمی ایکٹ میں ۱۹۲۷ء میں Indian P.C میں شامل کیا گیا، وہ دفعہ یہ ہے "جو کوئی عملاً اور بدنیتی سے تحریر، تقریر یا اعلانیہ طور پر ہر میجسٹی کی رعایا کی کسی جماعت کے مذہب یا مذہبی عقائد کی توہین یا توہین کی کوشش کرے، کہ جس سے اس کے مذہبی جذبات مشتعل ہوں تو اسے دو سال تک قید، جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکتی ہیں" قیام پاکستان کے بعد ۲۳ مارچ ۱۹۵۶ء کو "ہر میجسٹی کی رعایا" کے الفاظ کو "پاکستان کے شہریوں" کے الفاظ سے تبدیل کر دیا گیا۔ ۱۹۶۱ء میں ایک ترمیمی آرڈیننس آیا، مگر اس دفعہ میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ ۱۹۸۰ء میں دوسرے ترمیمی آرڈی نینس کے ذریعے A-298 کا اضافہ کیا گیا جو حسب ذیل ہے۔ "جو کوئی تحریری، تقریری، اعلانیہ، اشارتاً یا کنایتاً بالاواسطہ یا بلاواسطہ امہات المومنینؓ یا کسی اہل بیتؓ یا خلفاء راشدینؓ میں سے کسی خلیفہ راشدؓ یا اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم کی بے حرمتی کرے، ان پر طعنہ زنی یا بہتان تراشی کرے، اسے تین سال تک کی سزا یا سزائے تازیانہ دی جائے گی یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔

اس دفعہ میں امہات المومنینؓ اور اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم کی شان میں گستاخی کو تو قابل تعزیر گردانا گیا تھا مگر خود اس مقدس ہستی ﷺ جن سے نسبت کی وجہ سے ان کو یہ مرتبہ حاصل ہوا، اس کی گستاخی کی کوئی سزا نہ تھی۔ جس پر سپریم کورٹ کے ایڈووکیٹ جناب اسماعیل قریشی کی جانب سے ۱۹۸۴ء میں شریعت کورٹ میں Petition دائر کی گئی۔ ابھی شریعت کورٹ میں فیصلہ نہ ہوا تھا کہ محترمہ آپا نثار فاطمہ نے ملک کے سینئر علماء اور وکلاء کے توسط سے قومی اسمبلی میں توہین رسالت کے مجرم کے لیے سزائے موت کا بل پیش کیا، جسے فوجداری قانون ترمیمی ایکٹ نمبر ۳ سال ۱۹۸۶ء کی صورت میں منظور کر کے تعزیرات پاکستان

میں C-295 کی صورت میں نافذ کیا گیا۔ جس کا متن یہ ہے!

"جو کوئی عملاً، زبانی یا تحریری طور پر یا بطور طعنہ زنی یا بہتان تراشی بالواسطہ یا بلاواسطہ اشارتاً یا کنائتاً محمد ﷺ کی توہین یا تنقیص یا بے حرمتی کرے وہ سزائے موت یا سزائے عمر قید کا مستوجب ہوگا اور اسے سزائے جرمانہ بھی دی جا سکتی ہے" توہین رسالت کے متذکرہ بالا بل میں اہانت رسول ﷺ کی سزا بطور سزائے موت کا مطالبہ کیا گیا تھا لیکن اس میں عمر قید بھی رکھی گئی جو قرآن وسنت کے منافی ہے، فیڈرل شریعت کورٹ نے ۳۰ اکتوبر ۱۹۹۰ کو C-295 میں ترمیم کر کے عمر قید کے الفاظ حذف کر دیئے اور اب یہ فیصلہ پی آیل ڈی میں شائع ہوا ہے۔ (حوالہ 10PagePLD-FSC-1991)

جو قانون توہین رسالت، اس وقت پاکستان میں رائج ہے وہ درحقیقت فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلے مورخہ ۳۰۔ اکتوبر ۱۹۹۰ء کی روشنی میں اور اس اعلیٰ عدالت کی ہدایت کے مطابق ترمیم کر کے نافذ کیا گیا ہے۔ فیڈرل شریعت کورٹ کا یہ فیصلہ عدالت کے پانچ فاضل جج صاحبان نے جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں، مختلف مکاتب فکر کے چھ جید علمائے کرام (فقہاء) کی معاونت سے صادر کیا تھا:۔

(۱) جناب چیف جسٹس گل محمد خاں (سابق جج لاہور ہائی کورٹ)

(۲) جناب جسٹس عبدالکریم خاں کندی (سابق جج پشاور ہائی کورٹ)

(۳) جناب جسٹس عبدالرزاق تھہیم (سابق جج کراچی ہائی کورٹ)

(۴) جناب جسٹس عبادت یار خاں (سابق جج کراچی ہائی کورٹ)

(۵) جناب جسٹس ڈاکٹر فدا محمد خاں (پی ایچ ڈی اسلامی قانون)

ملک کی ایک اعلیٰ عدالت نے لاہور، کراچی اور اسلام آباد میں متعدد تاریخوں پر اس کی سماعت کی اور معاملے کا قرآن وسنت کی روشنی میں جائزہ لے کر ٹھنڈے دل سے یہ فیصلہ صادر کیا تھا کہ نبی کریم ﷺ اور دوسرے تمام پیغمبران علیہ السلام کی شان میں گستاخی

کے کلمات ادا کرنے والے بدقسمت شخص کی سزا، سزائے موت سے کم نہیں ہے اور جو کوئی عملاً زبانی یا تحریری طور پر یا بطور طعنہ زنی یا بہتان تراشی بالواسطہ یا بلاواسطہ اشارتاً یا کنایتاً حضور نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی توہین یا تنقیص یا بے حرمتی کرے وہ سزائے موت کا مستوجب ہوگا اور اسے سزائے جرمانہ بھی دی جائے گی۔ اگر وہی اعمال اور چیزیں دوسرے پیغمبروں کے متعلق کہی جائیں وہ بھی اسی سزا کے مستوجب جرم ہوگا۔

قرآن وسنت نے حد اور تعزیری سزاؤں کے لیے چند شرائط مقرر کی ہیں:

اسلام نے ہی دنیا میں سب سے پہلے نیت، ارادے اور قصد یعنی Intention کو جرم کا بنیادی رکن بنایا ہے۔ دنیا کے کسی اور قانون میں نیت کو جرم کا جزو نہیں سمجھا جاتا۔ مگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ارادہ اور نیت کو جرم اور ہر عمل کی بنیاد بنا کر انسان کو جزا اور سزا کا مستحق قرار دیا جو دنیائے قانون وعدل میں سب سے پہلا انقلابی اقدام ہے "انما الاعمال بالنیات" وہ مشہور حدیث ہے جو تمام حدیث وفقہ کی کتابوں میں پیشانی کے جھومر کی حیثیت سے سب سے پہلے لکھی ہوتی ہے۔ اس دفعہ کو قرآن وسنت سے ہم آہنگ کرنے کی لیے دو حصوں میں تقسیم کرنا پڑے گا کہ اگر قصداً گستاخی کی ہو تو سزائے موت کا مستحق ہے مگر بلا ارادہ یا غلطی سے کوئی بات منہ سے نکل جائے تو ایسی صورت میں سزائے موت کی بجائے تعزیر جس میں کوڑوں کی سزا اور جرمانہ شامل ہو دی جانی چاہئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

روزنامہ اوصاف اسلام آباد

۲۷ مارچ ۲۰۱۶ء



اوراقِ ماضی

رائے محمد کمال

پاکستان شہدائے ناموسِ رسالت ﷺ کا فیضان

''میں نے ایک ملاقات میں جناح صاحب سے پوچھا کہ سب سے پہلے پاکستان کا تصور آپ کے ذہن میں کب پیدا ہوا؟ انہوں نے جواب دیا کہ ۱۹۳۰ء میں''۔

یہ بات ایولن رنچ، ایک انگریز مصنف نے اپنی کتاب "IMMORTAL YEARS" (لافانی سال) میں لکھی ہے۔ اتفاق سے اسی برس علامہ اقبال نے بھی خطبہ الہ آباد میں تصور پاکستان پیش کیا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کے قائداعظم کی پوری سیاسی زندگی کے تجربات واحساسات کا نچوڑ ایک بیان ہے، جوانہوں نے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کولاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کے موقع پر ہزاروں افراد کے روبرو فرمایا تھا کہ ''میں نے اسلامی تاریخ وقانون کا بغور مطالعہ کیا ہے جس سے مجھے یہ خیال آتا ہے کہ ہندو مسلم اتحاد ممکن ہے۔''

حقیقت حال یہ ہے کہ ۱۹۲۶ء میں غازی عبدالرشید نے دہلی میں شان رسالت ﷺ میں گستاخی کے مرتکب، سوامی شردھانند کواس کی ہرزہ سرائیوں کے باعث واصل فی النار کیا تو بہت سے ذہن یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ حالات کہیں نیا رخ اختیار نہ کر جائیں۔ آگے چل کر ۱۹۲۹ء میں لاہور کی سرزمین پر ایک تاریخی واقعہ سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے سیاسی راستے جدا ہو گئے، جب راجپال کے بدنام زمانہ رسالے کے متعلق عدالتوں میں کوئی تسلی بخش فیصلہ نہ ہوسکا اور غازی علم الدین شہیدؒ نے اس کمینہ فطرت کا کام تمام کر دیا۔

قائداعظم اس مقدمے کی پیروی کے لیے علامہ اقبال کی تائید و تحریک پر لاہور تشریف لائے۔ اس سفر کے دوران اُنہیں نہ صرف پنجاب کے لیڈروں سے ملاقات کا موقع ملا، بلکہ دونوں قوموں کے درمیان پھیلی ہوئی مذہبی منافرت اور اُس کے پس منظر کا علم بھی ہوا۔

یہ جولائی ۱۹۲۹ء کی بات ہے۔ آپ کے موکل یعنی ملتِ اسلامیہ کے ہیرو کی پھانسی کی سزا بحال رہی۔ بمبئی سے لاہور آنے والا یہ عظیم قانون دان اب پوری قوم کی آزادی و بقا کا مقدمہ لڑنے پر کمر بستہ ہو گیا۔ اس کی باریک بین نگاہیں اور خداداد بصیرت، مستقبل کا ادراک پا چکی تھیں۔ دو ماہ کے غور و تدبر اور تاریخی مطالعہ سے ان کے گوشۂ ذہن میں ایک علیحدہ اسلامی مملکت کا نقش ابھر آیا جو آہستہ آہستہ پختہ ہوتا گیا۔ علامہ اقبال کی فلسفیانہ نگاہ برصغیر پاک و ہند میں رونما ہونے والے حالات و واقعات سے بیگانہ نہیں رہ سکتی تھی۔ ان کا خطبہ الہ آباد انہی خیالات کے سمندر کا مدوجزر اور مختلف النوع افکار کے اتار چڑھاؤ کا ماحصل ہے۔

شہیدانِ ناموسِ رسالت کے فکر و عمل کی اہمیت حضرت علامہ محمد اقبال کے اس مکتوب سے بھی اجاگر ہوتی ہے جو انہوں نے مسٹر محمد علی جناح کو ۲۱ جون ۱۹۳۷ء کو بصیغہ خاص لکھا تھا۔ آپ کا یہ خط نہایت ہی طویل ہے۔ اس میں بین الاقوامی سیاست اور خصوصاً برصغیر پاک و ہند کے حالات پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ ایک مقام پر علامہ صاحب لکھتے ہیں۔

گزشتہ چند ماہ سے ہندو مسلم فسادات کا ایک سلسلہ قائم ہو چکا ہے۔ صرف شمال مغربی ہند میں ان تین ماہ میں کم از کم تین فرقہ وارانہ فسادات ہو چکے ہیں۔ ہندوؤں اور سکھوں کی طرف سے توہینِ رسالت کی کم از کم چار وارداتیں پیش آ چکی ہیں۔ توہینِ رسالت کی ان چار وارداتوں میں ہر مجرم فی النار کر دیا گیا۔ سندھ میں قرآن کریم نذر آتش کرنے کے واقعات بھی پیش آئے ہیں۔ صورت حال کا نظر غائر سے مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ان حالات کے اسباب مذہبی ہیں نہ معاشی، بلکہ خالص سیاسی ہیں۔



مسلمانوں کی اکثریت کے صوبوں میں بھی ہندو اور سکھوں کا مقصد مسلمانوں پر خوف و ہراس طاری کر دینا ہے۔"

غازی علم الدین شہیدؒ کی میت کا حصول ایک ایسی ایمان افروز جدوجہد تھی جس نے پوری قوم کا زاویہ نگاہ بدل کر رکھ دیا۔ اس سے متاثر ہو کر حضرت علامہ اقبال نے سوچا کہ "علم الدین شہید کمیٹی" کے پرچم تلے جو کارکن اور اخبار نویس اکٹھے ہوئے ہیں ان کی قوتوں کو اس طرح بروئے کار لایا جائے کہ وہ ملکی سیاست میں مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ میں مددگار ہو سکیں، بالخصوص مسلمانانِ پنجاب کے حقوق کی حفاظت کے لیے۔ چنانچہ انہی کے مشورے سے کارکنوں کا ایک اجتماع منعقد ہوا اور کمیٹی کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس کمیٹی کا نصب العین یہ تھا کہ پنجاب میں مسلمانوں کی آبادی چھپن فیصد ہے، اس لیے انہیں تمام جمہوری اداروں میں چھپن فیصد نیابت دلائی جائے۔ اس تحریک نے فوراً عوامی رنگ لے لیا۔ ہر طرف "چھپن فیصد" کا غلغلہ ہوا۔ علامہ صاحب اس میں براہ راست تو شریک نہیں تھے لیکن پس پردہ رہنمائی کرتے رہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ۱۹ نومبر کے اخبار میں ملک لال دین قیصر کے نام اپیل شائع کی گئی تھی۔ اس کے دوسرے دن ہی "انقلاب" کی ایک خبر جو جلی حروف میں شائع ہوئی اس کی چند سرخیاں یہ ہیں "کانگریس کو مسلمانوں کا آخری الٹی میٹم"...... لاہور میں حفاظت حقوق کی مہم شروع ہوگئی"...... "علم الدین کمیٹی کے مجاہدوں کا نیا میدان عمل اور کور کا قیام"۔ ۱۹ نومبر کی شام کو عبدالمجید سالک کی زیر صدارت دفتر "انقلاب" میں جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں مسلمانوں کے جملہ حقوق کے لیے قربانی پر آمادہ رہنے کا حلف اٹھایا گیا اور حفاظت حقوق کے لیے "چھپن فیصد کمیٹی" کی مجلس عاملہ تشکیل دی گئی جس کے ارکان درج ذیل تھے۔ سیّد عبدالقادر پروفیسر اسلامیہ کالج، ملک لال دین قیصر، شیخ غلام مصطفیٰ حیرت، ملک عبدالمجید ایڈیٹر مسلم آؤٹ لک، عبدالمجید قرشی، محمد دین تاثیر (والد سلمان تاثیر)

پروفیسر اسلامیہ کالج، شمس الدین حسن ایڈیٹر خاور، میر عزیز الرحمٰن اور مسز امام علی نازش رضوی۔

اس جماعت کا دفتر کوچہ چابکسواراں میں قائم کیا گیا۔ شیخ غلام مصطفیٰ حیرت ان دنوں کوچہ چابکسواراں میں رہتے تھے اور ملک لال دین قیصر بھی قریب ہی کوچہ ککے زئیاں میں رہائش پذیر تھے۔ شیخ غلام مصطفیٰ حیرت کی یہ بیٹھک اس زمانے میں شعر وسیاست سے دلچسپی رکھنے والے باغی قسم کے نوجوانوں کا مرکز ہوا کرتی تھی۔ شیخ غلام مصطفیٰ حیرت مشن سکول کے سامنے مسجد فضل الٰہی کے نیچے سٹیشنری کی دکان کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ان کی یہ دکان نوجوانوں کا مرکز ہوتی اور شام کو اندرون کوچہ چابکسواراں میں ان کی بیٹھک میں یہ سب نوجوان جمع ہوتے تھے۔ اسی بیٹھک سے اپنے وقت کا مشہور ادبی ماہنامہ ''فردوس'' جاری ہوا۔

اس سلسلے میں انکار نہیں کہ ''چھپن فیصد حقوق کمیٹی'' کی سرگرمیاں چند روز کے اندر ہی سرد پڑ گئیں کارکن اس تحریک میں کوئی قابل ذکر کارنامہ سرانجام نہ دے سکے۔ لیکن یہ چند روز کی تحریک نئے دور کا پہلا باب ضرور ثابت ہوئی۔ راجپال ایجی ٹیشن کے دوران میں کوچہ چابکسواراں کے منشی احمد دین نامی نے ایک پمفلٹ ''امان اللہ کو کافر کہنے والا خود کافر ہے'' لکھا۔ یہ افغانستان کے غازی امان اللہ خان سے متعلق تھا۔ اسے خدمت کمیٹی کے رضا کار میاں نیاز احمد اور میاں محمد دین مختلف جگہوں پر چوری چھپے تقسیم کیا کرتے۔ غازی علم الدین کی شہادت کے بعد ان کی سرگرمیاں مزید بڑھ گئیں۔ پمفلٹ اور ایسے دیگر اشتہارات سے انگریز کو خاص چڑ تھی اور پریشانی رفع کرنے کے لیے یہ لٹریچر تقسیم کرنے والوں کی گرفتاری کے لیے خصوصی ٹیمیں مقرر کی گئیں اس کے باوجود رضا کاروں نے ایک مدت تک حکومت کی ناک میں دم کیے رکھا۔

غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شجاعت و جواں مردی سے علیحدگی پسند اور انگریز و ہندو دشمن مجاہدوں کی ایک وافر تعداد پیدا ہو گئی۔ بلکہ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو واضح ہو گا کہ تحریک تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ اور غازیانِ دین وملت کی جاں فشانیوں سے

پورے برصغیر میں افق سیاست پر انمٹ اثرات مرتب ہوئے۔ راجپال ایجی ٹیشن اور غازی علم الدین کی شہادت سے یہ ثابت ہو گیا کہ ہندو و مسلم کسی ایک ملک میں امن وامان سے نہیں رہ سکتے۔ حصول نعش کی جدوجہد سے سیاست کا پانسہ بالکل الٹ گیا۔ ذی اثر ارباب سیاست کا انداز فکر اسی دوران میں بدلا اور بہت سے مسلم اکابرین، کانگریس اور دیگر جماعتوں کو خیر باد کہنے لگے۔ ان واقعات سے جنم لینے والا علیحدگی کا جذبہ ہی دو قومی نظریے کی روح ہے۔

اگر پاک و ہند کی تاریخ پر ناقدانہ نظر ڈالی جائے تو ایک بات جو ابھر کر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے اسی دن ہی ہندوؤں سے ذہنی طور پر علیحدگی اختیار کر لی تھی جس دن پہلی بار آریہ سماج کے موسس سوامی دیانند سرسوتی نے پیغمبر اسلام ﷺ کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ اس تناظر میں کئی اور ناقابل تردید ثبوت اور حیرت انگیز حوالے بھی بہم پہنچتے ہیں۔

مسلم کشی کی ترغیب سوامی دیانند سرسوتی کے ناپاک عزائم کی ابتدا تھی۔ ایک اشارے پر پورے ہندوستان میں مذہبی فسادات کے دروازے کھل گئے۔ ۱۳ جنوری ۱۹۲۵ء کے روزنامہ ''ملاپ'' میں ایک متعصب ہندو رہنما کا بیان چھپا: ''پس اگر ہندوستان کو کبھی آزادی ملی تو یہاں ہندو راج قائم ہوگا۔ بلکہ مسلمانوں کی شدھی اور افغانستان کی فتح وغیرہ کے آدرش بھی پورے ہو جائیں گے۔''

دسمبر ۱۹۳۶ء کے ''طلوع اسلام'' میں کانگریس پارٹی (بنگال) کے رہنما ڈاکٹر رادھا مکرجی کی ایک تقریر کا اقتباس شائع ہوا۔ اس نے آل انڈیا ہندو ویدک یوتھ کانفرنس لاہور کے خطبۂ صدارت میں کہا تھا: ہندوستان کو نظریہ اور عمل دونوں لحاظ سے ایک ہندو اسٹیٹ ہونا چاہیئے جس کا کلچر ہندو، جس کا مذہب ہندو اور جس کی حکومت ہندوؤں کے ہاتھ میں ہو۔''

۵ مارچ ۱۹۳۸ء کو روزنامہ ''آریہ مسافر'' کے اداریئے میں لکھا گیا: ''ملکی اور مذہبی نقطۂ نظر سے مسلمانوں کو ویدک دھرم اور ویدک تہذیب کے نزدیک لانا از حد ضروری

ہے۔ جب تک مسلمان سرزمین حجاز کے عاشق ہیں، عرب کی سرزمین اور کھجوروں پر جان نثار کرتے ہیں اور زمزم کو گنگا پر ترجیح دیتے ہیں وہ ہندوستان سے محبت نہیں کر سکتے۔ اس لیے ملک میں ایک قوم پیدا کرنے کے لیے لازمی ہے کہ ہم ویدک دھرم کا پیغام جلد از جلد اُن تک پہنچائیں۔

روزنامہ ''پرتاپ'' میں واضح طور پر لکھ دیا گیا تھا کہ اس ملک میں حکومت عددی اکثریت پر موقوف ہے اس لیے شدھی کی تحریک ہندوؤں کے لیے موت و حیات کا مسئلہ ہے۔ مسلمان ایک حقیر اقلیت سے سات کروڑ کی تعداد تک پہنچ چکے ہیں۔ عیسائی چالیس لاکھ ہیں اور ملک کے بائیس کروڑ ہندو اُن کی وجہ سے بے دست و پا ہو کر رہ گئے ہیں اگر ان کی تعداد یونہی بڑھتی رہی تو نہ جانے کیا حشر ہوگا۔ شدھی کی تحریک بنیادی طور پر مذہبی تحریک ہے مگر اس کے دوسرے مضمرات نے تمام ہندوؤں کو مجبور کر دیا ہے کہ وہ دوسروں کو بھی اپنے مذہب میں قبول کر لیں۔

ہندو پریس اپنی قوم کو بڑی شدومد کے ساتھ ترغیب دے رہا تھا کہ جس طرح انگلستان انگریزوں کا ہے، فرانس فرانسیسیوں کا اور جرمنی جرمنوں کا۔ اسی طرح ہندوستان ہندوؤں کا ہے۔ اگر ہندو منظم ہو جائیں تو وہ انگریزوں اور اس کے پٹھو مسلمانوں کو مغلوب کر سکتے ہیں۔ ہندوؤں کو اپنی دنیا آپ پیدا کرنی ہے جو شدھی اور سنگھٹن کے سہارے پروان چڑھے گی۔ ہندو اُحیا کے حامی و داعی اخبار ''ینگ انڈیا'' کے ایک آرٹیکل میں لکھا گیا: ''مسلمان یا تو عرب حملہ آوروں کی اولاد ہیں یا وہ لوگ ہیں جو ہم میں سے تھے اور اب ہم سے الگ ہو چکے ہیں۔ اگر ہم اپنا وقار قائم رکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں صرف تین طریقے اختیار کرنا پڑیں گے۔

(۱) مسلمانوں کو اسلام سے الگ کر کے ان کے پرانے دھرم پر واپس لایا جائے۔

(۲) اگر یہ ممکن نہ ہو تو ان لوگوں کو ہندوستان میں رعایا بنا کر رکھا جائے۔



(۳) اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو مسلمانوں کو ان کے اپنے قدیم علاقے میں واپس بھیج دیا جائے۔ڈاکٹر گوکل چند نارنگ نے ایک کتاب The Real hinu ism لکھی تھی۔اس میں ویدوں کی روح پیش کرنے اور اصل ہندو عقیدہ پیش کرنے کی سعی کی گئی۔کتاب میں سوامی دیانند کا وہ بیان بھی شامل ہے جو اس نے بستر مرگ سے جاری کیا کہ ''مسلمان اپنی حدوں کو عبور کرتے جا رہے ہیں لہٰذا اے ہندوؤ! کب تک غفلت کی نیند میں کروٹیں لیتے رہو گے۔''

سوتری دیوی نے ۱۹۳۹ء میں ایک کتاب "A WARNING TO INDIA" میں لکھا تھا کہ جب میں بنگال میں کسی داڑھی والے کو ایک خاص لباس اور ترکی ٹوپی سجائے دیکھتی ہوں تو مجھے تکلیف ہوتی ہے۔یہ شکلیں تو قاہرہ اور بغداد میں پائی جانی چاہئیں۔یہاں کہاں وارد ہوئیں؟''

۱۹۴۴ء میں ایک اور کتاب "CAST AND OUT CAST" منظر عام پر آئی۔مصنف کا نام J.E.SANJANA ہے۔سنجانا نے مشہور کانگریسی لیڈر کے۔ایم۔ منشی کی زبان سے نقل کیا ہے کہ ''ہم ہندوؤں نے اپنے برہمنوں کی عنایت سے مسلمان بادشاہوں کو بھی اچھوت ہی جانا اور ان کے حق میں بھی تمدنی عدم تعاون جاری رکھا۔دن بادشاہ کے دربار میں گزار کے جب ہمارے بزرگ گھر پہنچتے تھے تو بدن کو پوتر کرنے والا اشنان فرماتے تھے۔''

پروفیسر بلراج مدھوک نے مارچ ۱۹۴۶ء میں اپنی کتاب "HINDUSTAN ON THE CROSS ROAD" جو لاہور سے شائع ہوئی میں لکھا تھا: ''ہندوستان تو مذاہب وادیان کی ری پبلک ہے۔یہاں تعصب نام کی کوئی شے نہیں۔یہ ہندو مسلم مناقشہ آناً فاناً ختم ہوسکتا ہے بشرطیکہ مسلمان چاہیں۔بڑا بے ضرر نسخہ ہے جس میں مسلمانوں کو یہ بتایا جائے کہ انہیں چاہیے کہ غیر ہندو نام نہ رکھیں۔غیر ہندی تمدن ترک کر دیں۔غیر ہندی یعنی باہر کی زبانیں چھوڑ دیں۔غیر ہندی اکابر اور ہیروز کو آئیڈیل نہ بنائیں بلکہ فقط



ہندوستان کے ہندو بہادروں کو اپنا تاریخی اثاثہ جانیں۔ اگر مسلمان یہ ذرا سی بات مان لیں تو سارا جھگڑا ختم ہو جاتا ہے۔"

پروفیسر بلراج نے اظہار افسوس کرتے ہوئے مزید لکھا تھا کہ جس طرح ہم نے مہاتما بدھ کا بت بنایا اور اس طرح ہندوؤں کے بتوں سے بدھ مت والوں کی نفرت دور کر کے آخر اُن کو ہندو مت میں ضم کر لیا، اسی طرح ہم نے (نعوذ باللہ) حضرت محمد ﷺ کا بت کیوں نہ بنا کر مسجدوں کے سامنے اور مندروں کے مقابل رکھا؟ ہمیں ایک ہزار برس قبل یہ کوشش شروع کرنی چاہیے تھی۔ چلیے ابھی سے آغاز کر دیجیے تاکہ مسلمان حضرت محمد ﷺ کو پوجتے پوجتے ہمارے بتوں سے بھی محبت کرنے لگیں اور پھر بدھ مت کے ماننے والوں کی طرح ہم میں گم ہو جائیں۔ پھر اگر نیت یہ ہو کہ مسلمان قوم کو بے نشان کر کے چھوڑنا ہے تو وہاں مسلمان قوم کی مسجدوں کو کیوں آباد اور باقی رہنے دیا جائے؟ یہی کچھ سپین والوں نے کیا تھا۔ یہی کچھ مشرقی یورپ کے مسیحی روشن ضمیروں نے کیا تھا۔ یہی کچھ یہودی مسجد اقصیٰ کے ضمن میں کر رہے ہیں۔

ایک ہندو لیڈر کہا کرتا تھا: "جب شدھی کے ذریعے تمام مسلمان ہندو ہو جائیں گے تو ہماری آزادی کے راستے میں کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہو سکتی۔"

بعض وجوہات کی بنا پر اس سے متوقع نتائج برآمد نہ ہو سکے۔ شدھی تحریک کی یہ کارگزاری ہندو عوام اور خواص دونوں کے لئے غیر تسلی بخش تھی۔ ان کے صبر کا پیمانہ چھلک پڑا اور شدھی کی بنیاد پر سنگھٹن کی عمارت اٹھائی گئی۔ اس کا باقاعدہ آغاز ۱۹۲۳ء میں ہوا۔ سنگھٹن کا اصل قائد ڈاکٹر مونجے تھا۔ HISTORY OF FREEDOM MOVEMENT کے صفحہ ۲۵۷ تا ۲۶۱ پر اسی موضوع کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ ان تاریخی دستاویزات کے مطابق، ہندوؤں کو یہ احساس دلایا جاتا تھا کہ ۷۰ ملین مسلمان ۲۲۰ ملین ہندوؤں کے لیے شدید خطرہ ہیں اور مسلمانوں کی تعداد میں اتنی تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے

کہ اگر وہ اسی رفتار سے بڑھتے رہے تو ساڑھے چار سو سال بعد ہندوستان میں ایک بھی ہندو نہ رہے گا۔ اس لیے ہندوؤں کو اپنا دفاع کرنے اور بقا کے لیے مسلح ہو جانا چاہیے۔

سنگھٹن کے تحت ایسے مراکز قائم کیے جاتے تھے جہاں ہندو نوجوانوں کو ورزش و کشتی کے علاوہ جوڈو کراٹے اور لاٹھیوں اور خنجروں کا استعمال سکھایا جاتا تھا۔ اسی تنظیم کے کارکن ہندو مسلم فسادات کرواتے اور مسلمانوں پر حملہ کرنے میں پیش پیش رہتے۔

ایک موقع پر ڈاکٹر مونجے نے واضح الفاظ میں کہا تھا: ''تم اس وقت تک مسلمانوں کو ہندو بنانے میں کامیاب نہیں ہو سکتے، جب تک کہ تم ثابت نہ کر دو کہ تمہارے جسموں میں جان ہے۔''

مسٹر گاندھی ایسے ہندو لیڈر کا زاویہ نگاہ بھی دراصل نہایت متعصّبانہ تھا۔ اس طرز فکر کی ایک مثال ان کا وہ خط ہے جو ایک انگریز مسٹر ارون کے نام لکھا گیا۔ ازاں بعد اس کا عکس موقر جریدے ''اسٹیٹسمین'' میں بھی شائع ہوا: ''غلط یا صحیح، گائے کی پوجا ہندو فطرت میں داخل ہے اور مجھ کو اس سے کوئی مفر نظر نہیں آتا کہ عیسائی اور مسلمان ایک طرف ہوں، ہندو دوسری طرف، اور ان کے درمیان اس مسئلے پر نہایت متعصّبانہ اور خونی جنگ ہو...... لیکن ہندوستان کے طول و عرض میں ایک ہندو بھی ایسا نہیں جس کو یہ توقع نہ ہو کہ وہ ایک دن اپنے ملک کو گاؤ کشی سے پاک کرے گا۔ مگر میں یہ جانتا ہوں کہ ہندو مذہب کے مزاج کے خلاف وہ اس سے بھی دریغ نہ کرے گا کہ عیسائیوں اور مسلمانوں کو بزورِ شمشیر گاؤ کشی کے ترک پر مجبور کرے گا''۔

ہردیال سنگھ جو پہلی جنگ عظیم کے دوران ''غدر پارٹی کے'' قائدین میں سے تھا، ہندوستان پہنچا اور سنگھٹن میں زبردست دلچسپی لینے لگا۔ اس نے برملا کہہ دیا: ''ہندو سنگھٹن کا مقصد ہندوستان میں ایک مضبوط، طاقتور، متحدہ اور بیدار سیاسی جماعت کی تشکیل ہے جو ایک آزاد ہندو ریاست پر مبنی ہو گی۔ مثلاً سنسکرت و ہندی زبان، ہندو میلے، ہندو قومی لیڈروں کا

احترام، ہندوؤں کے مقدس مقامات سے محبت اور ہندوؤں کی ثقافت سے لگاؤ وغیرہ۔"

موہن لعل بھٹنا گر نے لکھا: "مسلمان اصحاب یاد رکھیں کہ گئوہتیا کرنے سے شدھی رکے گی نہیں بلکہ زیادہ زور شور سے ہوگی۔ شدھی ایک ایسا علاج ہے جس سے گئو ہتیا رک سکتی ہے۔ مسلمانوں نے خود ہی اندازہ لگایا ہے کہ دو کروڑ ایسے مسلمان ہیں جو ارتداد کی چوکھٹ پر کھڑے ہیں۔ اگر یہ سب شدھ ہو جائیں تو کیا گئو ہتیا بہت حد تک کم نہ ہو جائے گی؟ ہندو یقین رکھیں کہ شدھی سے ہی گاؤ کشی رکے گی یا یہی ان تمام دکھ دردوں کی دوا ہے۔ یہی ان کی مشکل کشا ہے۔"

شردھانند کا منصوبہ یہ تھا کہ ہندوستان کے تمام مسلمانوں کو جن کے باپ دادا ہندو تھے شدھ کر کے دوبارہ ہندو بنالیا جائے۔ بنابریں مشہور کانگریسی لیڈر راج کمار ایس مٹھی نے کھلم کھلا اعلان کیا کہ بغیر شدھی کے "ہندو مسلم اتحاد" نہیں ہو سکتا۔ جس وقت سب مسلمان شدھی ہو کر ہندو ہو جائیں گے تو اس ہندوستان میں سب ہندو ہی ہندو ہوں گے۔

ایک مدت سے مسلمانوں کو غیر ملکی حملہ آور، ڈاکو، جرائم پیشہ اور ضرر رساں مخلوق قرار دیا جا رہا تھا۔ شردھانند کے بیٹے کا ایک اخبار "ارجن" اور دہلی سے "تیج" اور گورو گھنٹال وغیرہ بڑھ چڑھ کر اس آگ کو ہوا دے رہے تھے۔ اب انہوں نے عملی طور پر ایک اور قدم آگے بڑھایا۔

ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت پورے ہندوستان میں مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا گیا۔ "پاکستان ناگزیر تھا" میں ان واقعات کو بالتفصیل قلمبند کیا گیا ہے۔

"۱۹۲۲ء میں محرم کے موقع پر سب سے پہلا بلوہ ملتان میں ہوا اور پھر بلوؤں کی بہار آ گئی۔ دہلی، الہٰ آباد، لکھنو، ناگپور، جبل پور، شاہجہان پور اور کوہاٹ میں بڑے بڑے ہنگامے ہوئے پھر سوامی شردھانند کے قتل کے بعد ان کی تعداد بڑھی اور یوپی میں دس بلوئے ہوئے۔ بمبئی میں چھ، پنجاب، سی پی، بنگال، بہار اور دہلی میں دو دو...... لارڈ ارون نے ۲۹ اگست ۱۹۲۷ء کو مرکزی مجلس واضعان قانون (قانون ساز اسمبلی) کے مشترکہ اجلاس میں جو



خطاب کیا اس میں ان بلوؤں کا خصوصیت سے ذکر تھا۔ انہوں نے بتایا کہ اٹھارہ مہینے سے کم مدت کے اندران بلوؤں میں ۲۵۰ آدمی قتل اور ۲۵۰۰ زخمی ہوئے۔ ڈاکٹر امبید کر نے ۱۹۲۰ء سے ۱۹۴۰ء تک کے بلوؤں کا اپنی کتاب موسومہ ''پاکستان'' میں مفصل ذکر کیا ہے۔ ان کے نزدیک یہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان خانہ جنگی تھی۔ صوبہ بمبئی میں فروری ۱۹۲۹ء سے اپریل ۱۹۳۸ء تک مسلسل ۲۱۰ روز ہنگامے ہوتے رہے۔ ان میں ۵۶۰ آدمی قتل ہوئے اور ۴۵۰ زخمی ہوئے۔ مارچ ۱۹۳۱ء میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان کانپور کا ہنگامہ ہوا جس میں کم سے کم ۵۰۰ آدمی ہلاک ہوئے''۔

ایک اور جگہ مرقوم ہے ''مسلمانوں کی محرومیاں اور زیادہ بڑھ گئیں۔ پھر اس فوج (ہندوؤں) نے دو فیصلہ کن حملے کیے۔ ایک جان و مال پر، دوسرا دین و مذہب پر۔ فساد روز مرہ کا معمول ہو گیا اور گاہے گاہے دل آزار کتابیں بھی شائع ہونے لگیں...... قرار داد پاکستان کی مخالفت نے شدت اختیار کر لی۔ ہندو مہا سبھا کے صدر ساور کر نے اپنے خطبۂ صدارت میں کہا کہ پاکستان ہندوؤں کے لیے خودکشی کے مترادف ہے۔ ہندوستان کی وحدت اگر قائم رہ سکتی ہے تو ہندوؤں کی عسکری تنظیم کے بل پر اور انہی کے زور بازو پر''۔

ہندو مہا سبھا کا ایک اور اجلاس ہوا۔ اس کی کارروائی یکم جنوری ۱۹۴۴ء کے اخبار میں یوں چھپی: ''پاکستان کے زہر کا تریاق یہ ہے کہ ہر نو مسلم کو دوبارہ ہندو بنا لیا جائے اور باقی مسلمانوں کی شدھی کر دی جائے۔ اگر یہ کام ہو گیا تو پھر پاکستان کا مطالبہ کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔ اس جوش اور ولولے کے کئی نام ہیں۔ یہ نام ہم قافیہ تو نہیں مگر ہم وزن ضرور ہیں۔ کل یہ شردھانند، مونجے اور ساور کر کہلاتا تھا، آج اسے ٹنڈن اور مکر جی کہتے ہیں۔ کل اسے مدھوک اور گوالکر کہا جائے گا۔ سچ ہی تو کہتے ہیں کہ ہندو مذہب میں آواگون برحق ہے''۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ دو قومی نظریئے کی بنیاد ام الکتاب قرآن حکیم سے پڑی جبکہ تقسیم ہند کا سب سے بڑا سبب گمراہ کن رسالہ ''سیتارتھ پرکاش'' ہے۔ اس کتاب

کے اثر سے آریہ سماج نے جنم لیا۔ شدھی اور سنگھٹن جیسی تنظیمیں اسی کا حصہ تھیں۔ لاہور سے شائع ہونے والا رسوائے عالم رسالہ اس قدر زہر آلود تھا کہ ۱۲ راگست ۱۹۲۷ء کو دہلی میں مولانا محمد علی جوہر نے ''ہندوستان ٹائمز'' کے نمائندے سے صوبہ سرحد میں تنازعۂ ہندو مسلم کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے کہا تھا کہ اگر راجپال ہائی کورٹ سے بری ہونے کے بعد معذرت شائع نہ کرتا یعنی اس کتاب کو چھاپنے کا وہ دوبارہ مرتکب ہوتا تو میں اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کر دیتا۔

بلاخوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ شہیدانِ ناموس رسالت کی قربانیوں سے برصغیر کی فضائے سیاست پر دُوررس اثرات مرتب ہوئے اور انہی اسباب و واقعات کو دیکھ کر دوقومی نظریے کا عقیدہ نہ صرف مستحکم ہوا بلکہ مسلمانانِ ہند نے علیحدہ وطن کے قیام کی کوششیں شروع کر دیں۔

روزنامہ ''انقلاب'' لاہور نے ۱۹ نومبر ۱۹۲۹ء کو ایک اداریہ سپردِ قلم کیا، جس میں ''علم الدین شہید کمیٹی'' کی بہادری، جواں مردی کی تعریف کی گئی ملک لال دین قیصر اور ان کے رفقا کی خدمات کو سراہا گیا۔ اس اداریئے کا عنوان تھا ''ملک لال دین قیصر سے خطاب، شہید علم الدین کی میت اہم سبق''۔ چنانچہ اداریے میں لکھا تھا: ''آج ہم انتہائی دل سوزی کے ساتھ قیصر اور ان کے رفقاء سے عرض کرتے ہیں کہ وہ ملت اسلامیہ ہند کے زہرہ گداز مصائب پر بھی توجہ مبذول فرمائیں۔ مسلمان افتراق سے دوچار ہو چکے ہیں۔ فرقہ بندی میں اپنی حکومت کھو چکے ہیں۔ ان کی تعداد کم نہیں۔ ان میں ہمت و جرأت کا فقدان نہیں۔ ان میں قربانیوں کا جوش و خروش موجود ہے مگر ان کی ساری قوتیں خانہ جنگی میں ضائع ہو رہی ہیں۔ وقت نازک ہے۔ حالات اضطراب انگیز ہیں۔ ہندو متحد اور قدم قدم پر فائدے اٹھا رہے ہیں لیکن مسلمان متفرق و منتشر ہیں اور ہر جگہ نقصان و خسران سے تباہ ہو رہے ہیں۔

گاندھی جی جو خود حریت حقہ سے بے بہرہ ہیں لیکن دنیا جانتی ہے کہ اس کی



دعویداری، حریت مالویہ کی حکومت پرستی سے قطعاً شرمسار نہیں ہوتی۔ وہ مالویہ کے ساتھ پورا پورا تعاون کرتے ہیں اور اس کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ موتی نہرو، جواہر لال نہرو، سری نواس آئنگر اور تمام دوسرے ہندوؤں کی یہی حالت ہے۔ مگر کوئی ابوالکلام کسی محمد علی سے ملنے کے لیے تیار نہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ابوالکلام اور انصاری بھی تباہ حال ہیں اور ہندوؤں کی ہاں میں ہاں ملانے پر جی رہے ہیں اور محمد علی، اقبال اور سر شفیع کی تمام مساعی بھی بے نتیجہ اور بے اثر ہیں۔ کیا کوئی اللہ کا بندہ ان دردانگیز حالات کی درستی کے لیے اٹھے گا۔"

آریہ سماجی تحریک کے پس منظر میں دراصل مذہبی جوش و جنون کا سخت ہنگامہ تھا۔ علاوہ ازیں اٹھارہویں صدی عیسوی کے آخر میں بابو موہن رائے کے بعد کیشب چندر رائے نے اس کو اور آگے بڑھایا۔ نہ صرف یہ بلکہ بنگال کی طرح ملک کے دوسرے حصوں میں بھی ایسی تحریکوں نے زور پکڑا مثلاً پونا میں پرارتھنا سماج، اس کے لیڈر ایم جی راناڈے تھے۔

انتہا پسند ہندو تنظیموں اور شاتمانِ نبی نے خانہ کعبہ پر آریائی جھنڈا لہرانے اور گنبد خضرا کو (نعوذ باللہ) گرانے کی بات بھی کی۔ وہ کہتے تھے کہ ہمارا مقصد صرف یہ نہیں ہے کہ مسلمانوں کو ہند سے باہر نکال دیں بلکہ ہم ان کا تعاقب کرتے ہوئے مکہ و مدینہ تک جائیں گے اور اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیں گے۔

ہندوؤں اور مسلمانوں کا نہ صرف جغرافیہ بلکہ تاریخ بھی جدا ہے۔ عقائد مختلف، نظریات الگ، تہذیب علیحدہ، انداز معاشرت منفرد اور زاویۂ فکر میں فرق۔ ہمارے ہیرو اُن کے دشمن اور ان کے دشمن ہمارے دوست۔ آقا ﷺ کے گستاخ راجپال اور رام گوپال جیسے یا وہ گو ہندوؤں کے لیڈر اور اُن کے برعکس ملت اسلامیہ ان مجاہدوں سے نسبت غلامی رکھتی ہے، جنھوں نے شاتمانِ نبی کی ناپاک و غلیظ زبانیں کاٹ دیں۔

حکیم الامت علامہ اقبال کی سیاسی بصیرت اور مومنانہ فراست کا ہلکا سا اشارہ اس خطاب سے بھی ملتا ہے جو آپ نے ابوالکلام آزاد وغیرہ کی ترک موالات کی حمایت پر مبنی

تقاریر کے رد میں ۲۱ نومبر ۱۹۲۰ء کو انجمن حمایت اسلام کے اجلاس میں فرمایا تھا۔ درویش لاہوری نے جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے رپورٹ پیش فرمائی اور مندرجہ ذیل محتاط الفاظ میں اظہار خیال کیا: ''میں ہمیشہ ہر معاملہ کو مذہبی نقطۂ نظر سے دیکھتا ہوں اور جب تک کسی امر میں پورا پورا غور وخوض نہیں کر لیتا قطعی رائے قائم نہیں کرتا۔ میں مسلمانوں کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر وہ آج شریعت کے احکام پر نہ چلے تو ہندوستان میں ان کی حیثیت اسلامی نقطہ نظر سے بالکل تباہ ہو جائے گی''۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی، دینی غیرت اور عشق رسول ﷺ کی وجہ سے کسی طور بھی ہندوؤں سے اتحاد کے حامی نہ تھے۔ ان کو ہرگز یہ برداشت نہیں تھا کہ رسول عربی ﷺ کے نام لیوا آپ ﷺ کی حرمت وتوقیر کے دشمنوں سے مل بیٹھیں۔

ان کے متعلق ممتاز صحافی اور صوفی دانشور میاں عبدالرشید، کالم نگار ''نور بصیرت'' (نوائے وقت لاہور) نے اعتراف حقیقت کرتے ہوئے لکھا ہے: ''گاندھی کی آندھی نے جو خاک اڑائی تھی اس میں بڑے بڑوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور بینائی زائل ہو گئی مگر علامہ اقبال اور قائداعظم کے علاوہ تیسری بڑی شخصیت جو اس شوروغوغا اور ہلڑ بازی سے قطعاً متاثر نہ ہوئی حضرت احمد رضا خان تھے۔ آپ نے ان دنوں بھی اس بات پر زور دیا کہ ہمیں اپنی دونوں آنکھیں کھلی رکھنی چاہئیں۔ انگریز اور ہندو دونوں ہمارے دشمن ہیں۔

کانگریسی مسلمانوں نے صرف اپنی ایک آنکھ کھلی رکھی تھی۔ وہ صرف انگریز کو اپنا دشمن سمجھتے تھے۔ ان دنوں چونکہ سارے پریس پر ہندوؤں یا ہندو نوازوں کا قبضہ تھا۔ اس لیے حضرت احمد رضا خان بریلوی اور آپ کے ہم خیال لوگوں کے خلاف سخت پروپیگنڈہ کیا گیا اور بدنام کرنے کی مہم چلائی گئی''۔

ہندو مہاسبھا اور آریہ سماجی لیڈر مذہبی تحریکوں کے پردے میں سیاسی جنگ لڑ رہے تھے۔ واقعات کا تسلسل شاہد ہے کہ غازی عبدالرشید دہلوی کی شہادت سے دوقومی نظریہ کی



اہمیت اجاگر ہوئی۔ غازی علم الدین شہید کی شہادت مسلمانانِ ہند کی زندگی کا آغاز ہے۔
غازی عبدالقیوم شہید کے لہو سے اقبال مرحوم نے پاکستان کی تصویر میں رنگ بھرا۔ غازی میاں محمد شہید، غازی مرید حسین شہید، غازی عبدالرشید شہید، غازی امیر احمد شہید اور غازی محمد حنیف شہید وغیرہ کی ایمانی جرأت اس نظریاتی مملکت کی اساس ٹھہری! مگر افسوس کہ ہم نے آزادی کے اصل پس منظر کو حوالہ غفلت کر رکھا ہے۔ میرا حاصل مطالعہ یہ ہے کہ آزادی کی غیر مترقبہ نعمت ہمیں شہدائے رسالت کے طفیل ملی اور پاکستان اُن کے قطرہ ہائے خون کا صلہ ہے۔

یہ بات بحوالہ ۱۹۳۰ء ایک انگریز مصنف کے چونکا دینے والے انکشاف سے شروع ہوئی تھی۔ غازی علم الدینؒ کی شہادت اور ہندو مسلم مذہبی منافرت کی وجہ سے قائداعظم کے ذہن میں علیحدہ اسلامی ملک کا جو ابتدائی تصور پیدا ہوا وہ دھیرے دھیرے پختہ ہوتا چلا گیا اور بالآخر شہیدانِ ناموسِ رسالت کی والہانہ شیفتگی و سعی جمیلہ سے یہ معاملہ نوشتہ تقدیر بن گیا اور یوں علامہ اقبال کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوا۔

(ماہنامہ العاقب لاہور، جنوری ۲۰۱۲ء)





تاثرات و تعاقبات



مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا   عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

هُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُهٗ   لِکُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ   وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِکَ الدُّنْیَا وَضَرَّتَهَا   وَمِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

حکم اذاں

ڈاکٹر حسین احمد پراچہ

شانِ مصطفیٰ ﷺ

سرکار دو عالم ﷺ نے جس روز رب ذوالجلال کے حکم پر اپنے رسول ہونے کا اعلان کیا تھا اس وقت سے لے کر اب تک آپ کی شان کے بارے میں اپنے اور پرائے سو، رنگ سے اظہار محبت وعقیدت کر رہے ہیں۔ جناب مصطفیٰ ﷺ کو وہ مرتبہ حاصل ہوا جو اس صفحہ ہستی پر آپ سے پہلے یا آپ کے بعد کسی ابن آدم کو ہوا نہ ہوگا۔ مدحت رسول میں فارسی شاعری کا یہ مصرعہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ضرب المثل بن چکا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ مدحت رسول ﷺ کا موضوع اختصار واجمال نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ شرح وتفصیل کا تقاضا کرتا ہے۔ کسی کو یہ کمال حاصل نہیں کہ وہ مدحت سرائی کا حق ادا کر سکے تاہم ہر کسی نے اپنے اپنے انداز میں اظہار عقیدت وتحسین کیا ہے۔ مسلمان کے تو ایمان کا تقاضا ہے کہ وہ ذات مصطفیٰ ﷺ کو ساری دنیا کے انسانوں سے بلند وبالا سمجھے۔ تاہم اس باب میں غیر مسلموں نے بھی شان مصطفیٰ ﷺ کا دل کھول کر اعتراف کیا ہے۔

یورپ کا عظیم ترین جرنیل اور فرانس کا حکمران نپولین بھی یہ اقرار کیئے بغیر نہیں رہ سکا کہ محمد ﷺ ہی دراصل دنیا کے سردار ہیں جن کے بارے میں جناب مسیح نے یہ خوشخبری سنائی تھی کہ میرے بعد دونوں جہانوں کا سردار آنا ہے۔ فرانس کا عظیم اور منفرد ادیب اور

فلسفی آپ ﷺ کے بارے میں اس حقیقت کا اعتراف کرتا ہے۔ ''محمدؐ سے بڑا انسان اور انسانیت نواز دنیا کبھی پیدا نہ کر سکے گی۔'' آج وطن عزیز میں عورتوں کے حقوق کا بہت چرچا ہے اور تاثر یہ دیا جا رہا ہے کہ خواتین کے حقوق مغرب کی دین ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ آج بھی مغرب کی بظاہر آزاد عورت وہاں غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے۔ عالمی سطح پر یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ آج جس ملک کے گھروں میں بیچاری عورت پر سب سے بڑھ کر ظلم ہوتا ہے کہ اس ملک کا نام ہے امریکہ۔ جی ہاں! صدر باراک اوباما کا امریکہ۔ دور حاضر کی معروف ممتاز مستشرق خاتون کیرن آرمسٹرنگ اپنی شہرہ آفاق کتاب پیغمبر امن ﷺ میں لکھتی ہیں۔ ''اگر ساتویں صدی عیسوی میں دنیا کے سب سے عظیم انسان نے زنجیروں میں جکڑی ہوئی مظلوم عورت کو رہائی نہ دلائی ہوتی اور عورتوں کے حقوق کو مردوں کے مساوی قرار نہ دیا ہوتا تو حوا کی بیٹی آج بھی ظلم کی چکی میں پس رہی ہوتی۔ آپ ﷺ نے تاریخ عالم میں پہلی مرتبہ بڑے واضح انداز میں عورت کو کھیتوں اور جائیداد میں حصہ لینے کا مستحق قرار دیا۔ خالق ارض وسماء نے جناب مصطفیٰ ﷺ کو یہ اعزاز بھی عطا کیا کہ جو مسلمان آپ کی شان میں گستاخی کرے گا وہ شرف اسلام سے محروم ہو جائے گا اور اس کی سزا موت ہو گی۔ یہاں یہ باریک نکتہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ جناب مصطفیٰ ﷺ سے کوئی غیر مسلم اختلاف تو کر سکتا ہے مگر کسی مسلم یا غیر مسلم کو شان مصطفیٰ ﷺ میں گستاخی کرنے کی اجازت نہیں۔ پاکستان میں جو قانون توہین رسالت تھا اس کے مطابق زبانی یا تحریری طور پر یا بطور طعنہ زنی یا بہتان تراشی بالواسطہ یا بلاواسطہ یا اشارتاً یا کنایتاً نام محمد ﷺ کی توہین یا تنقیص یا بے حرمتی کرے وہ سزائے موت یا سزائے عمر قید کا مستوجب ہوگا۔ سپریم کورٹ کے سینئر وکیل اسماعیل قریشی نے فیڈرل شریعت کورٹ میں ایک درخواست دائر کی جس پر شریعت کورٹ نے اپنے ۳۰ اکتوبر ۱۹۹۰ء کے فیصلے کے ذریعے قرار دیا کہ اہانت رسول ﷺ کی سزا، سزائے موت ہے جس میں کسی کمی بیشی کا کوئی اختیار کسی کو بھی حاصل نہیں۔ اس فیصلے

میں حکومت کو یہ ہدایت کی گئی کہ دوسرے پیغمبروں کی شان میں گستاخی کرنے والوں کی سزا بھی سزائے موت قرار دی جائے۔ حکومت نے شریعت کورٹ کے فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی جسے کچھ شخصیات کی طرف سے حکومت کو متوجہ کرنے پر حکومت نے درخواست واپس لے لی یوں شریعت کورٹ کا فیصلہ عدالت عظمیٰ میں بھی بحال رہا۔ اب دنیا بھی سمجھتی ہے کہ مسلمان نبی آخر الزمان ﷺ سے کتنی والہانہ عقیدت رکھتے ہیں۔ عشق رسول ایک بڑا ہی نرالہ جذبہ ہے۔ کوئی مسلمان ذات باری تعالیٰ کے ساتھ اظہار محبت کرتے ہوئے بے تکلف بھی ہو جاتا ہے مگر جناب مصطفیٰ ﷺ سے اظہار عقیدت کرتے ہوئے وہ احتیاط واحترام کا کوئی پہلو نظر انداز نہیں ہونے دیتا تاکہ کہیں نادانستہ اس کے منہ سے کوئی ایسا کلمہ نہ نکل جائے یا اس کے قلم سے کوئی ایسا جملہ نہ سرزد ہو جائے جو دربار مصطفیٰ ﷺ میں ناگواری کا باعث ہو۔

حب رسول ﷺ سے دنیا کے سارے مسلمان سرشار ہیں تاہم پاکستانی مسلمانوں کو عشق رسول ﷺ کا خزانہ وافر مقدار میں نصیب ہوا ہے۔ یہاں کا مسلمان عام ہو یا خاص ہو باعمل ہو یا بے عمل ہو۔ عالم ہو یا بے علم ہو، امیر ہو یا غریب، حاکم ہو یا عوام ہو۔ شان مصطفیٰ ﷺ میں ادنیٰ سی گستاخی کو برداشت کرنا اس کے لیے بہت مشکل ہوتا ہے۔ چند برس قبل سابق گورنر سلمان تاثیر نے قانون توہین رسالت ﷺ کے بارے میں غیر محتاط تبصروں سے کام لیا۔ ان کے ایک محافظ یہ تبصرے سن کر جذبات کی شدت میں جلنے لگے اور پھر ایک روز آگ شدت اختیار کر گئی اور ممتاز قادری نے حفاظت کی ذمہ داری کا لحاظ کیئے بغیر سلمان تاثیر کو قتل کر دیا۔ حب رسول ﷺ کے حوالے سے ہر مسلمان کی طرح ممتاز قادری کے بھی جذبات قابل قدر ہیں مگر اسلام کسی شخص کو قانون ہاتھ میں لینے، خود فیصلہ کرنے اور فیصلہ نافذ کر دینے کا اختیار نہیں دیتا۔

اس مقدمے کے سلسلے میں بعض حیرت ناک واقعات پیش آئے۔ عمومی طور پر

سزائے موت کے قیدیوں کی سزا پر کئی سالوں کے بعد عملدرآمد کیا جاتا ہے۔ممتاز قادری کا مقدمہ پانچ سال کے اندر اختتام کو پہنچا۔سزائے موت کا فیصلہ دسمبر ۲۰۱۵ء میں برقرار رکھا گیا اور صدر مملکت نے بھی قادری کی رحم کی اپیل مسترد کردی۔حکومت نے اس فیصلے پر دو ماہ کے اندر عملدرآمد کیا۔ملی یکجہتی کونسل کے قائدین اس مقدمے کے سلسلے میں وزیراعظم اور صدر پاکستان سے ملاقات کرنا چاہتے تھے۔حکومت نے ملاقات کے لیے رضامندی کا اظہار کیا اور ایک دو ناموں پر اعتراض کیا۔ملی یکجہتی کونسل نے ان ناموں کو بدل کر نئی فہرست بھی حکومت کو ارسال کردی مگر وعدے کے باوجود حکومت نے علمائے کرام کا موقف نہیں سنا۔عین ممکن ہے کہ بعض علماء کرام کوئی دیت وغیرہ کی تجویز بھی پیش کردیتے جس سے معاملہ بہتر رخ اختیار کرسکتا تھا۔

ایک طرف محبان مصطفیٰ ﷺ نے ممتاز قادری کی تدفین کے موقعے پر نہایت ذمہ دارانہ رویہ اختیار کیا جبکہ حکومت نے تدفین کے مناظر کی کوریج پر مکمل پابندی عائد کردی۔چینلز کسی موضوع کے بارے میں اپنا نقطہ نظر پیش تو کرسکتے تھے مگر جب چینلز کسی ایسی خبر کا بلیک آؤٹ کرنے پر مجبور ہوں گے تو ان کی کریڈیبلٹی ختم ہوجائے گی۔

شانِ مصطفیٰ ﷺ کے چار عناصر ہیں۔ایک عقیدہ،دوسرا محبت،تیسرا عزت اور چوتھا اطاعت ہے۔پہلے تین عناصر موجود ہوں تو اطاعت رسول ﷺ کی منزل آسان ہو جاتی ہے۔حکومت کے جانب سے اسلامی جمہوریہ پاکستان میں توہین رسالت ﷺ کے ادنیٰ سے بھی شائبے کا بروقت نوٹس لے لیا جائے اور شان مصطفیٰ ﷺ کا پرچم سربلند رکھا جائے تو افراد وہ کام نہ کریں جس کا قانون توہین رسالت انہیں مکلف نہیں ٹھہراتا۔

روزنامہ جنگ لاہور
۴ مارچ ۲۰۱۶ء



احسانِ عظیم

پیر تبسم بشیر اویسی

تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ اور ہمارا فرض

اللہ تعالیٰ نے محسنِ انسانیت، رحمت عالم، حضور اکرم ﷺ کو وہ بلند و برتر، عظیم و رفیع مقام عطا فرمایا جس کا نہ عقل ادراک کر سکتی ہے اور نہ زبان بیان کر سکتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے انسانیت پر عظیم احسانات ہیں، اگر ہم ان لوگوں سے جن کا ضمیر زندہ، جن میں رمق انسانیت باقی، جو اپنے محسن کے حق میں انتہائی حساس اور غیور واقع ہوئے ہیں۔ یہ پوچھیں کہ اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو اپنی شقاوت قلبی کی بنا پر اس محسن انسانیت اور رحمۃ اللعالمین ﷺ کی شان رفیع میں توہین کرتا ہے، آپ ﷺ کی ذات پر رکیک حملے کرتا ہے اور یہ کہ اس کے ردعمل میں کیا ہونا چاہیے، جبکہ انسانیت پر رسول اللہ ﷺ کے احسانات بہت زیادہ ہیں اور رسول اللہ ﷺ ہی نے احترام آدمیت اور تکریم انسانیت کا عظیم تصور دیا ہے کہ جسے انسانیت کبھی خواب میں بھی نہیں سوچ سکتی تھی۔

آپ ﷺ ہی نے انسانیت کو اس قدر بلند فرمایا کہ اس کے اوپر ہم کسی بلندی کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اب تو انسان سے بڑھ کر کوئی مخلوق اللہ کے نزدیک نہ مکرم ہے نہ محترم، آپ ﷺ نے ہی دین و دنیا اور علم و جہالت کی کشمکش دور فرمائی، جس سے انسانیت کو بڑی بھلائی ملی اور وہ عظیم فائدہ سے بہرہ ور ہوئی اور آپ ﷺ ہی نے وحدت بنی آدم، عالمگیر انسانی اخوت و مساوات کا تصور دیا ہے۔ آپ ﷺ ہی

انسانوں کو تاریکیوں سے نور کی طرف، بندوں کی بندگی و غلامی سے خدائے وحدہ لاشریک کی بندگی کی طرف، دنیا کے تنگ و تاریک قفس سے کھلی فضا کی طرف اور تمام ادیان وخود ساختہ نظاموں کے ظلم سے عدل اسلام کی طرف لائے، آپ ﷺ ہی نے غلاموں، عورتوں، غریبوں، مسکینوں کو ان کا حق دلایا اور معاشرے میں ان کا مقام بلند فرمایا۔ آپ ﷺ نے دنیا سے ظلم و استبداد کو مٹایا۔ آپ ﷺ ہی نے انسانیت کو ہر بھلائی ہر اچھائی ہر بہتری اور ہر خیر سے ہمکنار کیا۔

آپ ﷺ نے جاں بلب انسانیت میں زندگی کی نئی روح پھونک دی۔ آپ ﷺ ہی کے صدقے انسانیت پر فصل بہار آئی۔ آپ ﷺ ہی نے انسانیت کو نئی فکر، نئی روشنی، نیا علم، نیا یقین، نئی قوت اور حرارت بخشی تو میرا خیال یہ ہے کہ وہ اس کا یہی جواب دے گا جو اس کے ضمیر، قلب، عقل اور فطرت کی آواز کا فیصلہ ہوگا کہ وہ زبان کھینچ لی جائے جس سے وہ توہین محسن کائنات ﷺ کر رہا ہے اس کے خلاف ہر انسان کی رگ حمیت پھڑکے، اس کے بحر میں طوفان آئے، بھپرے بھڑکے، اور اس کے خلاف سراپر احتجاج بن جائے اور چین نہ لے، جب تک کہ اسے کیفر کردار تک پہنچا نہ لے۔ اس لیے کہ یہ مسلمانوں کے محسن کی بات نہیں بلکہ کائنات ہست وبود کے عظیم ترین محسن کی بات ہے۔

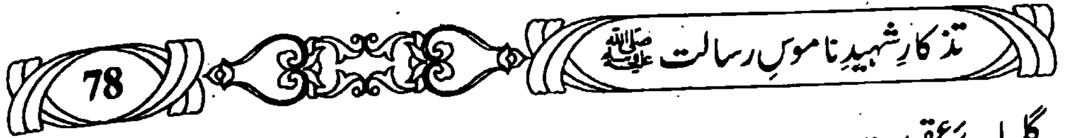
اس زاویے اور اس لحاظ سے جو کچھ بھی مغربی ممالک میں ہوا اور ہو رہا ہے اب تو ان کی تقلید میں وطن عزیز میں بھی ایسے ناقابل برداشت واقعات رونما ہونا شروع ہو گئے ہیں جن پر احتجاج وغیرت ایمانی کا اظہار کیے بغیر چارہ نہیں۔ جس نے ہر صاحب ضمیر، احسان شناس باغیرت انسان کے دل و دماغ کو ہلا کر رکھ دیا، اس کے خلاف انسانیت کے ہر فرد کا فرض ہی نہیں بلکہ فرض اہم ہے کہ سراپا احتجاج ہو اور پوری سختی سے اس کا نوٹس لے۔ دنیا کا ہر صاحب ضمیر، احسان شناس، حساس، باشعور اور غیور انسان

سب کچھ برداشت کرسکتا ہے مگر کبھی اپنے عظیم محسن کی ادنیٰ توہین بھی برداشت نہیں کرسکتا ہے۔ موجودہ حکومت کا فرض تھا کہ وہ توہین رسالت آرڈیننس کو اپنے ملک کے ساتھ ساتھ عالمی برادری میں مؤثر بناتی مگر افسوس صد افسوس کہ آج بعض افراد ذاتی مفادات واغراض ومقاصد کے لیے تحفظ ناموس رسالت ﷺ آرڈیننس کے خاتمے کی باتیں کر رہے ہیں، یہ قانون ختم نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس قانون میں صرف ذاتِ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ناموس کے دفاع کی بات نہیں ہے بلکہ تمام انبیاء کرام کی توہین کو ناقابل معافی جرم قرار دیا گیا ہے۔ حکومت کسی کی خوشنودی کے لیے رضائے خدا اور رسول ﷺ کو داؤ پر نہ لگائے بلکہ تحفظ ناموس رسالت ﷺ آرڈیننس کو اقوام متحدہ سے پاس کروا کر پوری دنیا میں نافذ العمل بنائے۔

سنڈے میگزین روزنامہ خبریں لاہور

۲ جنوری ۲۰۱۱ء





گلہائے عقیدت

علامہ شکور احمد ضیاء سیالوی

غازئ اسلام ملک ممتاز قادری شہید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتنی بلند عشق کی پرواز کر گیا   اپنا جہاں میں منفرد انداز کر گیا
قربان ہو کر آقا کے ممتاز نام پر   ممتاز اپنے نام کو ممتاز کر گیا

شہیدِ ناموسِ رسالت ملک ممتاز حسین قادری رحمہ اللہ مقبول بارگاہ رسالت ہیں، آپ کی زندگی اور بعد از شہادت کے متعدد محیر العقول احوال و واقعات اس پر شاہد ہیں۔

ولادت و بشارت:

شہید ناموس رسالت غازی ملک محمد ممتاز حسین قادری رضوی عطاری شہید رحمہ اللہ یکم جنوری ۱۹۸۵ء کو راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔

آپ کی پیدائش سے تقریباً دو سال پہلے ایک رات والد گرامی ملک بشیر اعوان مدظلہ نیند سے بیدار ہوئے تو دیکھا کہ گھر کے ایک کونے میں ایک نورانی چہرہ والے باریش بزرگ نماز پڑھ رہے ہیں۔ ملک صاحب پریشان ہوئے کہ دروازہ بند ہونے کے باوجود یہ بزرگ کمرے میں کیسے تشریف فرما ہوئے ہیں؟ اسی دوران وہ بزرگ اٹھے اور کمرہ سے باہر جاتے ہوئے کہا: ''بشیر صاحب! جہاں ہم نے نماز پڑھی ہے وہاں اللہ کا ایک ولی اور عاشق رسول ﷺ پیدا ہوگا جو آپ کا نام پوری دنیا میں روشن کرے گا۔ اس کی ایک للکار سے چار سو کفر کے ایوانوں میں زلزلہ طاری ہو جائے گا اور پاکستان کی نظریاتی و جغرافیائی سرحدوں کو دوام حاصل ہوگا؟۔ چنانچہ دو سال بعد گھر کے اسی کونا میں

شہید ناموس رسالت رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

والد صاحب کا کہنا ہے کہ میں دیہاڑی دار مزدور تھا اور رزق حلال کما کر گھر کے دس افراد کا خرچ مشکل سے چلاتا تھا، بنیادی ضروریات بھی پوری طرح میسر نہیں تھیں۔ شہید ناموس رسالت کی ولادت کے بعد میرے بچوں کو ملازمتیں ملیں اور دن بدن گھر کی رونقوں اور خوشیوں میں اضافہ ہوتا گیا۔ میرے علاوہ شاید کوئی نہیں جانتا تھا یہ ساری بہار میرے سانولے چاند ''ممتاز'' کی برکت سے تھی۔

ابتدائی حالات:

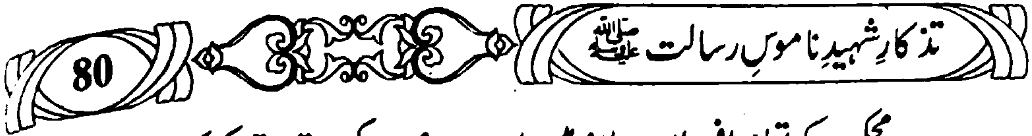
گھر والوں کا کہنا ہے کہ وہ بچپن سے ہی خاموش مزاج تھے اور یہ عادت وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بڑھتی چلی گئی۔ ابتدائی کلاسوں میں خود ہی سکول کے لیے تیار ہو جاتے اور بغیر کسی کی مدد کے اپنا ہوم ورک مکمل کر لیتے۔ پاک صاف رہنے، محافل میں شریک ہونے اور نعتیں پڑھنے کا شوق تھا۔

چھٹی کلاس میں تھے کہ سر پر عمامہ سجانا شروع کر دیا۔ دہم میں پہنچے تو امیر دعوت اسلامی مولانا محمد الیاس عطار قادری مدظلہ العالی کے مرید ہو گئے۔ اب دینی رجحانات میں مزید اضافہ ہو گیا اور پڑھائی کی طرف توجہ کم ہو گئی۔ انہوں نے ''مدرسۃ المدینہ'' کراچی میں داخلہ کی خواہش ظاہر کی جو گھریلو حالات کی وجہ سے پوری نہ ہو سکی۔

پولیس میں شمولیت اور محکمانہ کارکردگی:

شہید ناموس رسالت رحمہ اللہ ۲۰۰۲ء میں محکمہ پولیس میں بھرتی ہوئے اور ۲۰۰۸ء میں ایلیٹ فورس میں شمولیت اختیار کی۔

محکمانہ ریکارڈ کے مطابق نہ تو انہوں نے کبھی کسی سے بد اخلاقی کی، نہ کسی غیر اخلاقی سرگرمی میں ملوث پائے گئے اور نہ ہی ان کا کبھی کسی دہشت گرد تنظیم سے تعلق رہا۔



محکمہ کے تمام افسران و ملازمین ان سے محبت کرتے تھے کیونکہ وہ بہت ملنسار تھے، وقت کی پابندی کرتے اور فرائض کو احسن طریقہ سے ادا کرتے حتیٰ کہ نماز کی ادائیگی میں جو وقت صرف ہوتا وہ بعد میں اضافی ڈیوٹی کر کے پورا کرتے، بیشتر وردی میں رہتے۔

کمانڈو کورس کے دوران ان کی نشانہ بازی پر تمام ساتھی اور تربیت دینے والے حیران ہوتے تھے۔ اللہ کی طرف سے اس خاص عطا کا ہی نتیجہ تھا کہ گستاخ سلمان تاثیر کو نشانہ بناتے ہوئے انہوں نے ۲۷ گولیاں فائر کیں اور ایک بھی خطا نہیں ہوئی۔

دین سے محبت:

شہید ناموس رسالت رحمہ اللہ نماز، روزہ اور دیگر احکام شریعت کے پابند تھے۔ سنت رسول ﷺ پر عمل کی کوشش کرتے تھے۔ علما کی محبت اور ان کی خدمت کو باعث فخر سمجھتے تھے۔

گھر والوں کا کہنا ہے کہ ہم نے دھوم دھام سے ان کی شادی کرنے کے لیے کافی رقم جمع کر رکھی تھی، مگر انہوں نے کہا: ''شادی شریعت کے مطابق سادگی سے ہوگی، ڈسکو وغیرہ کے بجائے محفل کا اہتمام ہوگا اور بارات و ولیمہ میں چند افراد کو دعوت دی جائے گی۔''

جنازہ کے موقعہ پر شرکاء جنازہ کو ان کے ساتھی پولیس اہلکاروں نے بتایا کہ وہ میز پر کھانا کھانے کے بجائے زمین پر بیٹھ کر کھاتے اور کہتے:

''زمین پر بیٹھ کر کھانا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔''

اہل محلّہ شاہد ہیں کہ ڈیوٹی سے چھٹی کے دنوں میں محلّہ کے بچوں کو نعت شریف اور سنتیں سکھاتے تھے، اسی لیے محلّہ بھر کے بچے ان سے بہت محبت کرتے تھے۔

راقم نے ان کے دست مبارک سے لکھی ہوئی تحریر میں پڑھا:

''ہر وقت باوضو رہیے''، ''ہمیشہ سچ بولیے''، ''مدنی چینل دیکھتے رہیے''

نعت خوانی:

شہید ناموس رسالت رحمہ اللہ بہترین نعت خواں تھے۔انہیں بچپن سے ہی نعت رسول مقبول ﷺ پڑھنے کا شوق تھا۔

انہوں نے اپنی یادداشتوں میں لکھا:"دس سال کی عمر میں جو نعت رسول مقبول ﷺ ایک بار سن لیتا وہ مجھے زبانی یاد ہو جاتی، جب کہ اسکول کا انگریزی سبق مجھے دس دس دن تک یاد نہیں ہوتا تھا۔سبق یاد نہ ہونے کی صورت میں سکول میں اساتذہ کو انگریزی نظم کی بجائے نعت رسول مقبول ﷺ سنا دیتا تو ہر سزا سے بچ جاتا۔"

ان کا معمول تھا کہ روزانہ ڈیوٹی پر جانے سے پہلے اور ڈیوٹی سے واپسی پر اپنے نومولود شہزادے "محمد علی رضا" کو نعت شریف اور اذان سناتے۔

گرفتاری کے فوراً بعد کوہسار تھانے میں وہ وجد کے عالم میں نعت رسول مقبول "یا رسول اللہ تیرے چاہنے والوں کی خیر" پڑھ کر بارگاہ رسالت میں حاضری لگوا رہے تھے اور شہادت سے پہلے بھی کئی گھنٹے تک نعت خوانی میں مشغول رہے۔

سلمان تاثیر کے قتل کا پس منظر:

۱۴جون ۲۰۰۹ء کو ضلع ننکانہ کے گاؤں اٹانوالی میں ایک عیسائی عورت "آسیہ" نے رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کی۔تحقیقات مکمل ہونے کے بعد عدالت نے اسے ۸نومبر ۲۰۱۰ء کو سزائے موت اور ایک لاکھ روپے جرمانہ کا حکم سنایا۔

۲۰ نومبر ۲۰۱۰ء کو اس وقت کے گورنر پنجاب "سلمان تاثیر" نے پوپ اور دیگر عیسائی کمیونٹی کی نمائندگی کرتے ہوئے شیخوپورہ جیل میں آسیہ مسیح سے ملاقات کی اور اس ملعونہ کو یقین دلایا کہ میری تمام تر ہمدردیاں تمہارے ساتھ ہیں اور میں تمہیں صدر پاکستان سے معافی دلواؤں گا۔میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے گورنر نے کہا:"آسیہ کو (گستاخی رسول

کی وجہ سے) جو سزا سنائی گئی، وہ انسانیت کے خلاف اور بڑی ظالمانہ سزا ہے۔''

مزید برآں سلمان تاثیر نے قرآن وسنت کی روشنی میں بننے والے قانون تحفظ ناموس رسالت (295-C) کو ''کالا قانون'' کہہ ڈالا، اور ٹوئٹر (Twitter) پر اپنے آخری پیغام میں لکھا:

''مجھ پر توہین رسالت قانون کے سلسلے میں دائیں بازو کی قوتوں کے سامنے جھکنے کے لیے شدید دباؤ ہے، تاہم اگر میں اس موقف پر آخری شخص بھی رہ گیا تب بھی ایسا نہیں کروں گا، میں ایسے لوگوں کو جوتے کی نوک پر رکھتا ہوں۔''

صرف یہی نہیں سلمان تاثیر کو ختم نبوت کے منکر قادیانیوں سے اس قدر ہمدردی تھی کہ اس کی بیٹی شہر بانو نے بیان دیا:

''میرے والد قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے سخت خلاف تھے''۔

سلمان تاثیر کے والد ''ڈاکٹر محمد دین تاثیر'' ناموس رسالت پر فدا تھے۔ غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ کے جسد مبارک کو لاہور منتقل کرنے کے لیے انہوں نے ہی از راہ عقیدت تابوت پیش کیا تھا۔ نہ جانے سلمان تاثیر کو اپنے والد کے افکار سے اس قدر بغاوت کیوں تھی۔

سلمان تاثیر کا جرم:

رسول اللہ ﷺ کی شان میں معاذ اللہ گالیاں بکنے والی عورت کو عدالتی تحقیقات میں گستاخ ثابت ہونے کے بعد ''بے قصور'' اور ''مظلومہ'' کہہ کر قانون ہاتھ میں لینا اور اپنے عہدہ کے حلف کی خلاف ورزی کرنا، ملعونہ گستاخ کی وکالت کرکے خود توہین رسالت کا ارتکاب کرنا، قران وسنت کی روشنی میں بننے والے ''قانون تحفظ ناموس رسالت'' (295-C) کو ''کالا قانون'' قرار دینا، علما کو جوتی کی نوک پر رکھنے کا کہنا اور ختم نبوت کے منکر مرزائیوں کو مسلمان سمجھنا وہ امور ہیں جو اس کے قتل کا سبب بنے۔

حکومت کی غفلت:

مسلمان خواہ کتنا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو اپنے آقا ﷺ کی گستاخی برداشت نہیں کر سکتا۔ سلمان تاثیر کی ہرزہ سرائیوں پر ملک بھر میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔ احتجاجی مظاہروں، ملک گیر ہڑتال اور تحریری بیان کے ذریعے ایمانی جذبات کا اظہار کیا گیا، ۵۰۰ سے زائد علما کی طرف سے فتاویٰ جاری کیے گئے۔ مگر افسوس نہ تو صدرِ مملکت نے گورنر کو لگام دی، نہ ہی چیف جسٹس نے سوموٹو ایکشن لیا اور نہ ہی کسی دوسرے ذمہ دار کے کان پر جوں رینگی حتیٰ کہ جب گورنر کے خلاف قانونی کاروائی کے لیے FIR کاٹنے کی درخواست دی گئی تو جواب ملا:

> ”گورنر کے خلاف کاروائی نہیں ہوسکتی کیونکہ اسے قانونی طور پر استثنا حاصل ہے۔“

شہید ناموسِ رسالت کا اضطراب:

شہید ناموسِ رسالت رحمہ اللہ کے بھائی ملک دلپذیر اعوان کا کہنا ہے کہ سلمان تاثیر کی ہرزہ سرائیوں اور اس کے خلاف ہونے والے احتجاج کے دوران گرفتاریوں پر شہید ناموسِ رسالت پریشان رہنے لگے، کھانا پینا بھی مشکل ہو گیا، بیٹے ”محمد علی“ کے بیمار ہونے پر مجھے کہا: ”مجھ میں ہمت نہیں، آپ اسے ڈاکٹر کے پاس لے جائیں“۔ گھریلو معاملات میں بے توجہی کے باعث گھر والے پریشان اور کچھ ناراض بھی ہوئے۔ میرے استفسار پر کہنے لگے: ”بہت بڑے عہدہ پر فائز ایک شخص توہینِ رسالت کر رہا ہے، علما فتوے دے رہے ہیں، احتجاج ہو رہا ہے، میں سخت تکلیف میں ہوں، مجھ سے کھایا پیا نہیں جا رہا اور میرا دوستوں میں دل نہیں لگتا“۔

انہوں نے مختلف وکلا اور پولیس آفیسرز سے سلمان تاثیر کے خلاف FIR درج نہ ہونے کی وجہ بھی پوچھی، جب انہیں بتایا گیا کہ گورنر کے خلاف مقدمہ درج نہیں ہوسکتا تو

کہنے لگے: ''یہ کیسا قانون ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود کو فرات کے کنارے بھوک سے مرنے والے کتے کے بارے بھی جواب دہ سمجھتے تھے اور یہاں حکمران گستاخی بھی کریں تو ان کے خلاف مقدمہ درج نہیں کیا جاتا۔''

ناموسِ رسالت کانفرنس:

ملک دلپذیر صاحب کا بیان ہے:

۳۱ دسمبر ۲۰۱۰ء کو ہمارے گھر سے ملحقہ پلاٹ میں ''شباب اسلامی'' کے زیر اہتمام ناموس رسالت کانفرنس تھی۔ اس موقع پر وہ مجھے بہت خوش نظر آئے، انہوں نے بال کٹوائے، خوبصورت لباس پہنا، سر پر سیاہ عمامہ سجایا۔

کانفرنس میں سب سے پہلے انہیں ہی نعت شریف پڑھنے کے لیے بلایا گیا۔ چہرے کی خوبصورتی، چال ڈھال دیکھ کر میں سوچ رہا تھا کہ آج یہ حسن کہاں سے اور کیوں آیا؟ مجھے کیا معلوم تھا کہ ان کی تقدیر میں کیا کچھ لکھا جا چکا ہے۔

سلمان تاثیر نشانہ پر:

۴ جنوری ۲۰۱۱ء وہ تاریخی دن ہے جب شہید ناموس رسالت ممتاز حسین قادری رحمہ اللہ نے اپنے آقا کریم ﷺ کی گستاخیوں کا بدلہ لیتے ہوئے اسلام آباد کی کوہسار مارکیٹ کے باہر سلمان تاثیر کو ۲۷ گولیاں ماریں، جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ عشاق رسول ﷺ نہایت مسرور ہوئے، کفر کے ایوانوں میں زلزلہ بپا ہوا اور (295-C) میں ترمیم کے حوالے سے پارلیمنٹ میں جمع کراوئی گئی قرارداد سمیت ناموس رسالت کے خلاف اٹھنے والی تمام آوازیں تھم گئیں۔

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ سلمان تاثیر کے حامیوں کی تمام تر کوششوں کے باوجود اس کا جنازہ پڑھانے کے لیے کوئی عالم دین میسر نہ آیا۔

شہید ناموس رسالت کا جذبہ

ملک دلپذیر اعوان صاحب کا کہنا ہے کہ ۴ جنوری ۲۰۱۱ء کو تین دن سے کھانا پینا متروک ہونے کے باوجود غازی صاحب لاغر ہونے کے بجائے انتہائی چاق و چوبند نظر آئے۔ لگتا تھا کہ وہ خود حرکت نہیں کر رہے بلکہ انہیں کوئی اور چلا رہا ہے۔ میں نے یہ پھرتی دیکھ کر پوچھا: ''کیا کوئی VIP کال آ گئی ہے؟'' کہنے لگے: ''دلپذیر بھائی! VIP نہیں VVIP کال آئی ہے، میں نے جلدی جانا ہے''۔

بعد میں بھابھی سے معلوم ہوا آج وہ اتنی جلدی ڈیوٹی پر چلے گئے کہ ناشتا بھی نہیں کیا اور بیٹے کو نعت شریف بھی نہیں سنائی۔

سہ پہر تقریباً ۴:۳۰ بجے شور مچ گیا اور ہمارے گھر مبارکبادیں دینے کے لیے آنے والوں کا ہجوم ہو گیا، جب میں نے ٹیلی وژن آن کیا تو ''ممتاز'' بھائی کی ہنستی مسکراتی صورت نظر آئی، وہ کہہ رہے تھے: ''گستاخ رسول کی سزا موت ہے۔''

عدالتی فیصلہ:

سلمان تاثیر کو قتل کرنے کے فوراً بعد آپ نے گرفتاری پیش کر دی۔ میڈیا اور 60 سے زائد تفتیشی اداروں کے سامنے ایک ہی بیان دیا کہ میں نے سلمان تاثیر کو ''توہین رسالت'' کی وجہ سے قتل کیا اور میں اپنے فعل پر نہایت مطمئن ہوں۔

راولپنڈی کی اڈیالہ جیل میں لگائی گئی انسداد دہشت گردی کی خصوصی عدالت کے ذریعے کیس کی سماعت ہوئی۔

عدالتی کارروائی کی رپورٹ شائع ہو چکی ہے۔ رپورٹ کے مطابق آپ کا بیان درج ذیل ہے:



I came across the Salman Tasir. Then I had the occasion to address him, "Your honour being the Governor had remarked about blasphemy Law, if so it was unbecoming of you. "Upon this he suddenly shouted and said, "Not only that it is black law but it is also my Shit. "Being a Muslim I lost my control under grave and suddnly provocative, I passed the trigger and he lay dead in front of me. I have no repentance and I did it for "Tahafus-i-Namoos-i-Rasool (ﷺ) "

ترجمہ: میں سلمان تاثیر کی طرف بڑھا تب مجھے اس سے بات کرنے کا موقع ملا: ''محترم آپ نے بحیثیت گورنر قانون تحفظ ناموس رسالت کو ''کالا قانون'' کہا ہے؟ اگر ایسا ہے تو یہ آپ کے لیے مناسب نہیں (آپ کو زیب نہیں دیتا)۔'' اس پر وہ اچانک چلایا اور کہنے لگا: ''نہ صرف وہ کالا قانون ہے، بلکہ وہ میری نجاست ہے''۔ بحیثیت مسلمان دباؤ (جذبات) میں خود کو کنٹرول نہ رکھ سکا اور فوراً مشتعل ہو گیا۔ میں نے ٹرگر (بندوق کا گھوڑا) دبایا اور وہ میرے سامنے ڈھیر ہو گیا۔ مجھے کوئی پچھتاوا نہیں ہے اور میں نے یہ تحفظ ناموس رسول ﷺ کے لیے کیا۔''

یکم اکتوبر ۲۰۱۱ء کو دہشت گردی عدالت کے جج پرویز علی شاہ نے آپ کو دو مرتبہ سزائے موت اور دو لاکھ روپے جرمانے کی سزا سنائی اور اپنے فیصلہ میں کہا:

''آپ نے جو کام کیا وہ اسلام کی رو سے ٹھیک ہے، مگر ملکی قانون کے تحت آپ کو سزا سنائی جا رہی ہے۔'' (یعنی اگر اسلامی قانون ہوتا تو عدالت آپ کو باعزت طور پر بری کر دیتی، مگر یہاں انگریز کا جاری کردہ قانون ہے اس لیے آپ کو سزا سنائی جا رہی ہے۔)

یہ فیصلہ سنتے ہی شہید ناموس رسالت رحمہ اللہ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا اور انہوں نے وہاں موجود اپنے والد کو مبارک بادی اور حاضرین میں مٹھائی تقسیم کی۔

اس فیصلہ کو اسلام آباد ہائی کورٹ میں چیلنج کیا گیا۔ ۹ مارچ ۲۰۱۵ء کو اسلام آباد ہائی کورٹ نے دہشت گردی عدالت کے فیصلے کو کالعدم قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ کیس دہشت گردی کے زمرے میں نہیں آتا، البتہ ہائی کورٹ نے فرد واحد کے قتل کی بنیاد پر ایک بار سزائے موت کا فیصلہ برقرار رکھا۔

اس فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی گئی، جہاں جسٹس (ر) خواجہ محمد شریف (سابق چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ) اور جسٹس (ر) نذیر اختر نے قرآن وسنت کی روشنی میں غازی صاحب کے حق میں زبردست دلائل پیش کیے، مگر ''کسی'' کے دباؤ پر آصف کھوسہ کی سربراہی میں بنچ نے دلائل کو رد کیے بغیر ۷ ااکتوبر ۲۰۱۵ء کو اپنا فیصلہ بحال کر دیا۔

اس پر نظر ثانی کے لیے درخواست دائر کی گئی مگر وکلاء کے دلائل سنے بغیر ہی ''جسٹس آصف کھوسہ'' نے اسے یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ ''سلمان تاثیر نے کوئی گستاخی کی ہی نہیں''، لہٰذا درخواست نا قابل سماعت ہے۔

عدالتی فیصلہ کی حیثیت:

• شہید ناموس رسالت رحمہ اللہ کے بارے عدالتی فیصلہ قرآن وسنت، تاریخ اسلام اور نظریہ پاکستان سے متصادم تھا۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گستاخ رسول کو ماورائے عدالت قتل کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کی تائید میں آیت نازل فرمائی۔ (النساء:۶۵)

رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانہ میں متعدد صحابہ کرام نے گستاخوں کو واصل جہنم

کیا، جس پر آپ ﷺ نے ان کی تحسین فرمائی اور دعاؤں سے نوازا۔

خلفاء راشدین سے آج تک اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں کسی اسلامی حکومت کی طرف سے گستاخ کو قتل کرنے پر سزا سنائے جانے کی ایک بھی مثال نہیں ملتی۔

خود دہشت گردی عدالت کے جج نے اپنا فیصلہ سناتے ہوئے کہا تھا:

''آپ نے جو کام کیا وہ اسلام کی رو سے ٹھیک ہے۔'' جب آئین کے مطابق قرآن وسنت پاکستان کا ''سپریم لاء'' ہیں تو یہ فیصلہ آئین پاکستان کے بھی خلاف ہوا۔

آج غازی علم الدین شہید کے دفاع میں پیش پیش رہنے والے علامہ اقبال، قائداعظم اور دیگر کارکنان تحریک پاکستان کی روحیں ہم سے پوچھ رہی ہیں:

''کیا ہم نے یہ ملک اس لیے بنایا تھا کہ یہاں ناموس رسالت کا تحفظ کرنے والے کو دہشت گرد قرار دے کر شہید کر دیا جائے؟''

شہادت:

اپیل مسترد ہونے کے بعد صدر کو مراسلہ روانہ کیا گیا جس میں کہا گیا کہ یہ فیصلہ قرآن وسنت کے منافی ہے، لہٰذا صدر اپنے خصوصی اختیارات کے تحت اسے کالعدم قرار دیں۔ دوسری طرف مختلف مکاتب فکر کے رہنماؤں نے صدر سے ملاقات کے لیے رابطہ کیا اور ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی مدظلہ، شیخ الحدیث علامہ خادم حسین رضوی مدظلہ اور دیگر اکابرین اہل سنت نے ''تحریک رہائی ممتاز حسین قادری'' کے تحت عدالتی فیصلہ کے خلاف احتجاجی تحریک چلائی۔ مگر افسوس بے حمیت وزیراعظم کی ایڈوائس پر ضمیر فروش صدر نے عوام کے ایمانی جذبات کا قتل عام کرتے ہوئے مراسلہ کو مسترد کر دیا، جس کے بعد ۲۹ فروری ۲۰۱۶ء بروز پیر صبح کے وقت غازیٔ اسلام شہید کو دیا گیا۔ (اللہ اس بہیمانہ عدالتی قتل میں ملوث تمام افراد کو نشان عبرت بنائے)

جس دھج سے کوئی مقتل کو گیا وہ شان سلامت رہتی ہے

عوامی ردعمل کے خوف سے آپ کو شہید کرنے کا منصوبہ مکمل طور پر خفیہ رکھا گیا۔ رات کو آپ معمول کے مطابق آرام کر رہے تھے کہ نیند سے بیدار کر کے بتایا گیا کہ صبح آپ کو پھانسی دی جائے گی۔ آپ نے سفید لباس زیب تن کیا، واسکٹ پہنی جس پر پاکستانی پرچم کا بیج آویزاں کیا۔

ادھر پولیس کی گاڑیاں آپ کے گھر کے باہر پہنچیں اور اہل خانہ سے کہا کہ غازی صاحب کی طبیعت خراب ہے، خیریت دریافت کرنے کے لیے آئیں۔

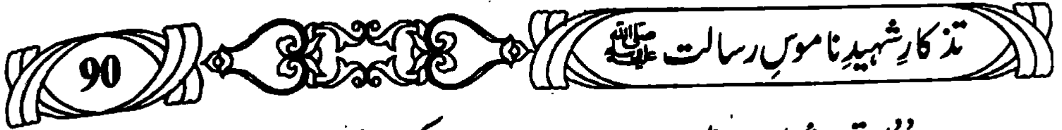
اہل خانہ کی آمد پر آپ نے انہیں نہایت اطمینان کے ساتھ جھوم جھوم کر دیر تک نعتیں سنائیں اور بتایا کہ مجھے بیداری کی حالت میں رسول اللہ ﷺ خلفاء راشدین، غوث اعظم اور داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ عنہم کی زیارت ہوئی ہے۔ انہوں نے میری قربانی قبول ہونے کی بشارت دی ہے۔

انہوں نے اہل خانہ سے یہ بھی کہا: ''تمہاری خواہش تھی کہ میں رہا ہو جاؤں اور میری خواہش تھی کہ میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہو جاؤں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے میری التجا کو قبول فرمایا ہے''۔

آپ کو شہید کرنے کے لیے چار بجے کا وقت طے تھا۔ اہل خانہ سے ملاقات کے بعد آپ نے آب زمزم اور عجوہ کھجوروں سے سحری کر کے روزہ رکھا، نماز تہجد ادا کی اور وقت مقرر سے کچھ دیر قبل ہی پھانسی گھاٹ کی طرف جانے لگے۔ آپ سے کہا گیا: ''ابھی کچھ وقت باقی ہے۔'' فرمانے لگے:

''سامنے رسول اللہ ﷺ جلوہ افروز ہیں اور انتظار فرما رہے ہیں۔''

آپ نے جیل حکام سے کہا:



''بوقت شہادت میں سر پر عمامہ باندھے رکھوں گا، میرے چہرہ پر کالا کپڑا بھی نہیں ڈالا جائے گا اور میں پھندا اپنے ہاتھوں سے گلے میں ڈالوں گا۔''

چنانچہ آپ کی خواہش پوری کی گئی اور نعرہ ہائے تکبیر و رسالت لگاتے ہوئے فدائے مصطفیٰ ﷺ بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں حاضر ہو گیا۔

تاریخی جنازہ اور تدفین:

شہادت کے دوسرے دن یکم مارچ ۲۰۱۶ء بروز منگل لیاقت باغ راولپنڈی میں لاکھوں عاشقان رسول ﷺ اور مختلف مکاتب فکر کے افراد نے شیخ الحدیث پیر سید حسین الدین شاہ صاحب مدظلہ کی اقتدا میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی اور حکومت کی بھرپور مذمت کرتے ہوئے اشکبار آنکھوں کے ساتھ پر امن طریقہ سے منتشر ہو گئے۔

بعد ازاں اسلام آباد کے نواح میں ''بھارہ کہو'' کے قریب آپ کے آبائی گاؤں ''اٹھال'' میں پچاس ہزار سے زائد افراد نے گل پاشی کرتے ہوئے آپ کو لحد میں اتارا۔

شہید ناموس رسالت کی مقبولیت:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَہُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا۔ (مریم:96)

یعنی جو لوگ ایمان لائے اور اچھے اعمال کیے اللہ تعالیٰ انہیں اپنا محبوب بنائے گا اور اپنے بندوں کے دل میں ان کی محبت ڈال دے گا۔

اس وعدۂ الٰہیہ کا اظہار ہے کہ ۴ جنوری ۲۰۱۱ء کے بعد شہید ناموس رسالت کو بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ ہر طبقہ کے عشاق رسول ﷺ ان سے بہت محبت کرتے ہیں۔

ملک دلپذیر اعوان صاحب کا کہنا: ''۴ جنوری کو شام ۶ بجے جب پولیس کے

افسران ہمارے گھر آئے تو اجازت لے کر داخل ہوئے، (حالانکہ مجرموں کے دروازے توڑ کر آتے ہیں) جو چیز جہاں سے اٹھائی وہیں رکھ دی، پھر گھر کے افراد کو اپنے ہمراہ لے گئے اور اعزاز کے ساتھ سوالات پوچھتے رہے۔"

جب "ممتاز" صاحب سے پہلی ملاقات ہوئی تو کئی افسران والد صاحب کے قدموں میں گر گئے اور کہنے لگے: "ہمیں معاف کر دیں، ہم مجبور ہیں۔"

ہمیں پولیس افسران کے اس رویہ پر حیرت ہوئی تو "ممتاز" صاحب نے مجھے قریب بلا کر میرے کان میں کہا: "یہ تو کچھ بھی نہیں، غلامان رسول ﷺ کے قدموں میں تو بادشاہوں کے تاج بھی جھک جاتے ہیں۔"

عدالت میں پہلی پیشی کے موقع پر وکلاء نے ان کا زبردست استقبال کیا اور کئی من پھول نچھاور کیے، جس سے بوکھلا کر حکومت نے فیصلہ کیا کہ ممتاز حسین قادری کیس کا ٹرائل خصوصی عدالت کے ذریعے جیل میں ہوگا۔ لاکھوں روپے فیس لینے والے سینکڑوں وکلاء نے ان کا کیس مفت لڑنے کی پیشکش کی۔

جب وہ جیل پہنچے تو ہزاروں قیدیوں نے "غلامیٔ رسول میں موت بھی قبول ہے" کے نعروں سے استقبال کیا اور ان کے گلے میں ہار ڈالے۔

ان کی شہادت پر دنیا بھر کے مسلمانوں کی افسردگی اور ملک و بیرون ملک سے جنازہ میں لاکھوں افراد کی شرکت ان کی مقبولیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

شہید ناموس رسالت کی کرامات:

جیل میں آپ کی برکت سے کینسر اور دیگر امراض میں مبتلا متعدد لا علاج مریض شفایاب ہوئے۔ ان کا کہنا ہے کہ ہماری صحت یابی پر ڈاکٹر محوِ حیرت ہیں۔

شہید ناموس رسالت نے اپنی یادداشتوں میں لکھا:

''پیرو مرشد کی نظرِ کرم اور اثر انگیز دعاؤں کی بدولت جیل کی کوٹھڑی، جس کا سائز ۶۔۸ ہے، اکثر ایک وسیع باغیچہ میں تبدل ہو جاتی ہے، دور دور تک پھول دار اور پھل دار درخت نظر آتے ہیں، آسمان بھی نظر آتا ہے، چشمے بھی نظر آتے ہیں، اور پہاڑ اور پرندے بھی، سب کچھ نظر آتا ہے اور مل بھی جاتا ہے۔ جیل کی دیواروں کو اکثر ٹوٹا ہوا شگاف زدہ دیکھتا ہوں اور جیل کی سلاخیں اکثر ہوا یا پانی کی لہروں کی طرح راستہ دیتی رہتی ہیں۔ وہ تمام عشقانِ مصطفیٰ ﷺ ستاروں کی طرح حرف بحرف نظر آتے ہیں جو ناموسِ رسالت ﷺ کی خاطر اور میری رہائی کے لیے قربانیاں دے رہے ہیں۔''

آپ کو غسل دینے کی سعادت حاصل کرنے والے سید امتیاز حسین شاہ مدظلہ (مدرس جامعہ رضویہ ضیاءالعلوم) کا کہنا ہے: ''آپ کے جسمِ مبارک سے ایسی عمدہ خوشبو پھوٹ رہی تھی کہ میں نے زندگی بھر ایسی خوشبو کبھی نہیں سونگھی۔''

عینی شاہدین (مولانا قاسم نقشبندی، متعلم جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور و دیگر) کا کہنا کہ دو دن گزر جانے کے باوجود ان کا جسم مکمل طور پر تر و تازہ تھا، پھانسی کے باوجود چہرہ کی چمک مسلسل بڑھ رہی تھی اور تدفین تک ان کے مبارک جسم سے معطر پسینہ جاری تھا۔

ہماری ذمہ داری:

اسلام کے نام پر بننے والی ریاست میں گستاخِ رسول ﷺ کو قتل کرنے والے غازی کے ''انوکھے عدالتی قتل'' پر ہر آنکھ اشکبار ہے اور ہر دل پریشان ہے۔ اس صورت حال میں بحیثیت مسلمان ہماری ذمہ داری ہے کہ:

☆ شہید ناموسِ رسالت کے مشن کو جاری رکھتے ہوئے یہ عہد کریں کہ ناموسِ رسالت کے تحفظ کے لیے جان قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔

یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ عینی شاہدین کے بقول شہادت کے بعد غازی صاحب

کا دیدار کرنے کے لیے آئے ہوئے ایک DSP نے سلوٹ کرتے ہوئے کہا "تم خود تو چلے گئے ہو، لیکن اپنے پیچھے محکمہ میں بہت سے غازی چھوڑ گئے ہو۔"

☆ شہید ناموس رسالت کے قتل میں اور گستاخ رسول سلمان تاثیر کی حمایت میں ملوث تمام افراد اور جماعتوں سے لاتعلقی اختیار کریں۔

☆ آسیہ ملعونہ کو پھانسی دلانے کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔

☆ قانون تحفظ ناموس رسالت کے خلاف ہونے والی سازشوں کو ناکام بنائیں۔

☆ اپنی بساط کے مطابق عشق مصطفیٰ ﷺ کے فروغ کے لیے تمام وسائل بروئے کار لائیں اور دشمنان اسلام کی سازشوں کو ناکام بنائیں۔

☆ شہید گرامی کی وصیت کے مطابق اتحاد اہل سنت کے لیے بھرپور کوشش کریں۔

☆ سیکولرازم (لادینیت) کے فروغ کے لیے کی جانے والی کوششوں کو ناکام بنائیں

نوٹ: شہید ناموس رسالت کے گھریلو حالات ملک دلپذیر اعوان صاحب کی تحریر سے ماخوذ ہیں، جو "شمشیر بے نیام بر گستاخ بے لگام" از قلم مولانا سجاد حیدر، مطبوعہ والضحیٰ پبلی کیشنز میں شائع ہوئی۔



استفسارات

عابد علی عائذ حجازی

غازی ممتاز حسین قادری شہید رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم. والصلوٰۃ والسلام علی النبی الکریم

تحریک محبین ممتاز قادری TMM کے تحریکی مشن پر وارد ہونے والے چند سوالات کے جوابات:

☆ کیا سلمان تاثیر کو قتل کرنا ضروری تھا؟

☆☆ سلمان تاثیر نے قانون تحفظ ناموس رسالت ﷺ کو ''کالا قانون'' کہا (نوائے وقت ۲۳ نومبر ۲۰۱۰ء) اور پھر اس مقدس قانون کو ختم کروانے کے عزم پر قائم رہا۔

(روزنامہ جناح ۱۹ ستمبر ۲۰۰۹)

اور افسوسناک بات یہ ہے کہ اس کی یہ ہرزہ سرائی ایک ایسی معلونہ عورت (آسیہ مسیح) کو بچانے کے لیے تھی جس نے ہمارے نبی ﷺ کی شان میں صریح گستاخی کا ارتکاب کیا تھا۔ اور اس کا یہ جرم ضلع شیخوپورہ کی پولیس کے سینئر افسران کی تحقیق سے ثابت ہوا نیز عدالت میں بھی ثابت ہو چکا تھا اور آئین پاکستان کی شق (295c) کے تحت عدالت نے اسے موت کی سزا سنائی تھی۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: شرعی فتویٰ جاری کردہ پیر محمد افضل قادری جامعہ قادریہ گجرات) ان حقائق کی روشنی میں مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء نے سلمان تاثیر کے متعلق درج ذیل فتویٰ دیا۔

''سلمان تاثیر کا تحفظ ناموس رسالت ایکٹ کو کالا قانون کہنا اور اس قانون کے تحت مجاز عدالت سے سزا پانے والی مجرمہ کی سزا کو ظالمانہ کہنا، شاتمہ (گستاخی کرنے والی)

کے ساتھ اظہار ہمدردی کرتے ہوئے اپنی آئینی اور منصبی حدود کو پامال کرنا اور اس قانون کو ختم کرانے کا برملا اظہار کرنا ''صریحاً اہانت رسول ﷺ ہے۔۔۔لہٰذا اس سے ''توہین رسالت'' کا ارتکاب بلاشک وشبہ قطعی طور پر ثابت ہے۔

(متفقہ شرعی فتویٰ ص ۱۵)(شائع کردہ ''ملی مجلس شرعی'' لاہور)

جن علماء نے اس فتویٰ پر تصدیقی دستخط فرما کر اسے درست تسلیم کیا ہے ان میں سے چند بڑے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ مفتی محمد خان قادری سربراہ جامعہ اسلامیہ لاہور (آپ نے ہی فتویٰ تحریر کیا)
۲۔ مفتی تنویر القادری (دارالافتاء جامعہ نظامیہ لاہور)
۳۔ مفتی محمد رمضان سیالوی (خطیب داتا دربار لاہور)
۴۔ مفتی محمد حسیب قادری (المرکز الاسلامی لاہور)
۵۔ علامہ راغب حسین نعیمی (سربراہ جامعہ نعیمیہ لاہور)
۶۔ مفتی اسد اللہ نوری (جامعہ غوثیہ لاہور)
۷۔ علامہ رضاء مصطفیٰ نقشبندی کیلانی (جامعہ رسولیہ شیرازیہ لاہور)
۸۔ علامہ غلام محمد سیالوی (ناظم اعلیٰ جامعہ شمس العلوم کراچی) (ناظم امتحانات تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان)
۹۔ مفتی عبداللطیف قادری (دارالعلوم عطائے مصطفیٰ گوجرانوالہ)
۱۰۔ مفتی محمد رضاء المصطفیٰ ظریف القادری (جامعہ قادریہ گوجرانوالہ خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ بریلی شریف)
۱۱۔ مفتی سید مراتب علی شاہ (دارالعلوم رضویہ گوجرانوالہ)
۱۲۔ مفتی خادم حسین رضوی (شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ لاہور)
۱۳۔ مفتی محمد عرفان اللہ اشرفی (جامعہ ہجویریہ داتا دربار لاہور)

۱۴۔ علامہ تنویر حسین مجددی (ادارہ تنظیم الاسلام گوجرانوالہ)

۱۵۔ مفتی واجد حسین (جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ (دیوبندی مکتب فکر)

۱۶۔ مفتی ابوعمار زاہد الراشدی (خطیب مرکزی مسجد شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ)

۱۷۔ حافظ عاکف سعید (امیر تنظیم اسلامی پاکستان)

۱۸۔ علامہ عبدالمالک (شیخ القرآن والحدیث جامعہ منصورہ مرکز جماعت اسلامی لاہور)

۱۹۔ مفتی داؤد احمد (دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور)

اور قرآن وحدیث اور اجماع امت سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ جس سے توہین رسالت کا جرم ثابت ہو جائے اس کو قتل کرنا واجب ہے قرآن میں ایسے ملعونوں کے لیے واضح حکم ہے۔"ملعونین اینما ثقفوا اخذو اوقتلوا تقتیلا" (الاحزاب آیت نمبر ۶۱) یعنی ایسے ملعون لوگ جہاں بھی ملیں ان کو قتل کیا جائے۔

کتب حدیث میں متعدد ایسے واقعات موجود ہیں جن میں گستاخوں کو قتل کرنے کا حکم جاری کیا گیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ۴۰۳۷، ۴۰۳۸، ۱۸۴۶)

علامہ امام قاضی عیاض تحریر فرماتے ہیں:

"اجمع العلماء علی ان شاتم النبی ﷺ والنتنقص له کافر والوعید جار علیه بعذاب الله وحکمه عندالامة القتل (الشفاء ج نمبر ۲ ص ۱۸۹) مطبوعه بیروت"

یعنی علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی کریم ﷺ کی توہین و تنقیص کرنے والا کافر اور عذاب الٰہی کی وعید اس پر جاری ہے اور امت کے نزدیک وہ قابل قتل ہے۔ مذکورہ بالا حوالہ جات سے واضح ہے کہ سلمان تاثیر کو گستاخ جانتے ہوئے قتل کرنا بالکل درست ہے۔

☆ لیکن سزا دینا تو حکومت کا کام ہے؟ غازی ممتاز قادری نے ایسا کیوں کیا؟

☆☆ میں نے ایک نون لیگی بھائی سے پوچھا! خدانخواستہ آپ کو ڈاکو لوٹ لے۔ آپ

قانون کا سہارا لیں قانون نافذ کرنے والے کچھ نہ کریں۔ ڈاکو آپ کو پھر لوٹ لے، قانون والے پھر کچھ نہ کریں۔ ڈاکو پھر آپ کو لوٹنے آ جائے تو آپ کیا کریں گے؟ وہ ایک موٹی ساری گالی نکال کر کہنے لگا ''میں اوہنوں پھڑ کا ناں دیاں گا'' (یعنی میں اس کو قتل کر دوں گا) میں نے عرض کیا جناب یہاں بھی صورت حال کچھ ایسی ہی ہے۔

کہ سلمان تاثیر چونکہ گورنر تھا، اس لیے آئین پاکستان کی رو سے اس کے خلاف 295c کے تحت فوجداری مقدمہ درج نہیں ہو سکتا۔ آئین کے آرٹیکل ۲۴۸ کی ذیلی دفعات ۲،۳ کے تحت صدر اور گورنر کو یہ استثناء حاصل ہے کہ ان کے عہدے کی میعاد کے دوران ان کے خلاف نہ تو کوئی فوجداری مقدمہ قائم ہو سکتا ہے اور نہ ہی کسی بھی عدالت سے ان کی گرفتاری یا قید کے لیے حکم جاری ہو سکتا ہے یہ بات بھی قابل غور ہے کہ تھانہ سول لائنیز لاہور میں اس کے خلاف FIR درج کرانے کے لیے درخواست بھی دی گئی تھی لیکن متعلقہ حکام نے اسے حاصل مذکورہ دستوری استثناء کی بنا پر اس کی خلاف مقدمہ درج نہیں کیا تھا۔ (روزنامہ نوائے وقت، ایکسپریس، جنگ لاہو ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۹ء) (بحوالہ متفقہ شرعی فتویٰ ص ۴۹)

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حکومت کو چاہئے تھا سلمان تاثیر کو معزول کر کے اس کے خلاف کارروائی کرتی۔ خصوصاً اس لیے کہ اس نے آئین پاکستان کے ساتھ وفاداری والا حلف توڑتے ہوئے آئین کی اس شق کا مذاق اڑایا جو قرآن وحدیث سے مستنبط ہو کر بطور ''حد شرعی'' آئین میں شامل ہے۔ لہٰذا جب قانون اپنا کام کرنے کے قابل نہیں تھا۔ تو کسی نہ کسی نے تو ''ناموس رسالت کے اس ڈاکو'' کو پھڑ کا نا تھا۔ مگر یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔

☆ لیکن قتل تو قتل ہے اس کی سزا اسے ملنی چاہئے تھی یا نہیں؟

☆☆ ہرگز نہیں۔ اس لیے کہ زمانہ نبوی ﷺ میں متعدد مرتبہ ایسا ہوا کہ گستاخ کے قاتل کو ''باعزت بری'' کیا گیا۔

۱۔ ایک نابینا صحابی نے اپنی ام ولد (بچوں کی ماں) کو توہین رسالت کی وجہ سے قتل کر دیا تو اسے رسول اللہ ﷺ نے بری کر دیا (المستدرک الرقم ۸۲۱)

۲۔ ایک یہودیہ گستاخ عورت کے قاتل کو بری کیا گیا۔ (ابوداؤد۔ الرقم ۴۳۶۲)

۳۔ حضرت عمیر نے اپنی گستاخ بہن کو قتل کر دیا اور وہ عدالت نبوی سے باعزت بری ہوئے۔ (مجمع الزوائد۔ الرقم ۱۰۵۶۹)

۴۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۶۰ کے شان نزول میں روایت ہے کہ حضرت عمر نے رسول پاک کے فیصلہ پر اعتماد نہ کرنے والے "کلمہ گو" کو قتل کر دیا تو بھی .... آقا علیہ السلام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو "باعزت بری" قرار دیا (تفسیر ابن کثیر، تفسیر درمنثور) حالانکہ یہ تمام قتل بظاہر "ماورائے عدالت" ہی ہیں لیکن چونکہ اسلام میں قتل کے تمام مقدمات میں سے "مرتکب توہین رسالت" کے قاتل کو استثناء کی عظمت حاصل ہے۔ اس لیے غازی ممتاز قادری شہید کو پھانسی حکومت کا غیر اسلامی فیصلہ ہے۔

☆ پھر بھی نون لیگ بے چاری کا اس میں کیا قصور، یہ تو عدالتی فیصلہ ہے؟؟ اس کا خاتمہ کیوں ضروری ہے؟؟

☆☆ نون لیگ کے تمام ممبران کا تو شاید قصور نہ نکلے، لیکن اس کے "بڑوں" کا قصور تو یقینی ہے اولاً: اس لیے کہ عدالتیں سودی نظام ختم کرنے کا حکم برسوں پہلے دے چکی ہیں لیکن "سٹے آرڈر" چل رہے ہیں، کیا اس معاملے پر ایسا نہیں ہو سکتا تھا؟ نیز اس حکومت کے کئی وزراء "سٹے" کے پردے میں کئی سال سے حکومت میں ہیں۔ ثانیاً: جس طرح ریمنڈ ڈیوس (۳ پاکستانیوں کے قاتل) کو "عدالتی فیصلوں" کی زد سے بچایا گیا اس معاملہ کو بھی حل نہیں کیا جا سکتا تھا؟ لیکن اس نامرادی کا کیا جائے کہ اس "کافر" کو بچانا بھی کفار کو خوش کرنے کے لیے ہے اور اس عاشق کو پھانسی پر لٹکانا بھی "کفار کو خوش کرنے کے لیے ہے۔ ثالثاً:



اس لیے کہ آئین کے آرٹیکل ۴۵ کے مطابق صدر پاکستان کو سزائے موت کے مجرم کی سزا معاف یا مؤخر کرنے کا حق حاصل ہے اور اس حقیقت سے کون انکار کرے گا کہ "نون لیگ کی قیادت کی مرضی کے بغیر صدر کوئی کام (وہ بھی اتنا بڑا) ہرگز نہیں کرسکتا تھا۔

جب یہ واضح ہو چکا کہ اس ظلم سے بچنے کے کئی راستے ہونے کے باوجود نون لیگ کے بڑوں نے محض کفار و مشرکین کو خوش کرنے کے لیے اس ظلم کا ارتکاب کیا نیز غازی صاحب سے پہلے کی سزا یافتہ ملعونہ گستاخ آسیہ کو ابھی تک سزا نہیں دی گئی۔ تو پھر غازی شہید کا انتقام بھی انہی سے لیا جائے گا۔ اور یہ اس لیے کہ اس میں عشاق رسول ﷺ کی اصل بقاء ہے۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے!

"ولکم فی القصاص حیاۃ یا اولی الالباب لعلکم تتقون ٥"

ترجمہ: تمہارے لیے بدلہ لینے میں زندگی ہے اے عقل والو تا کہ تم بچ جاؤ۔

(البقرہ:۱۷۹)

☆ ان سے انتقام لینے کا بہترین طریقہ کیا ہے؟ کیا احتجاجی مظاہرے کئے جائیں۔

☆☆ اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ "جس طاقت کے گھمنڈ میں ان ظالموں نے یہ ظلم کیا ہے وہ طاقت ان سے چھین لی جائے۔ اور وہ طاقت ووٹ کی طاقت ہے لہٰذا ان کا ووٹ بینک ختم کر دیا جائے کیونکہ جب عام ووٹران سے تعلق توڑ لے گا تو ان کی بنیاد کمزور ہو جائے گی اور "ظلم کی یہ دیوار" ایک دھکے سے ہی زمین بوس ہو جائے گی۔ نیز یہ سیاسی لیڈر ہی کہتے ہیں "جمہوریت بہترین انتقام ہے" لہٰذا یہ ہمارا "جمہوری انتقام" ہوگا۔ باقی ہم ہر اس احتجاج میں بھرپور شرکت کریں گے جو شرعاً جائز ہو۔ راستے یوں بند کرنا کہ گزرنے والے مریضوں اور بے گناہ مسافروں کو تکلیف ہو اس مقدس دین میں کیونکر پسند کیا جائے گا جس میں فرمایا گیا ہو "راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا "صدقہ" ہے (صحیح البخاری باب اماطۃ

الاذی) نیز گھراؤ جلاؤ، توڑ پھوڑ کیسے درست ہو سکتا ہے۔ کیا معلوم اس میں کتنے محبان غازی شہید کا ہی نقصان ہو جائے؟؟؟؟

☆ ووٹ ختم کرنا بہترین طریقہ کیسے ہوا۔ اس میں تو بہت دیر لگے گی؟؟

☆☆ میں نے بچپن میں ایک منظر دیکھا تھا "ہمارے گاؤں میں اعلان ہوا کہ کھیتوں میں ایک "خبیث جانور" آ گیا ہے اسے مارنے کے لیے نکلو، لوگ ڈنڈے، کلہاڑیاں وغیرہ لے کر کھیتوں کی طرف بھاگے وہاں جا کر معلوم ہوا۔ "وہ" تو کماد (گنے کے کھیت) میں چھپ گیا ہے۔

نوجوان آگے بڑھنے لگے تو بوڑھوں نے انہیں روک دیا اور کہا بیٹا "اس طرح فصل کا بھی نقصان ہے اور تمہیں بھی خطرہ ہے" پہلے اسے باہر نکالو پھر مارو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ کچھ دیر انتظار تو کرنا پڑا لیکن "کماد اور جوان دونوں محفوظ رہے اور "خبیث جانور" بھی مار لیا۔

☆ ان سے "ووٹ کی قوت" کیسے چھینی جائے؟؟؟

☆☆ اس کا آسان اور بہترین طریقہ یہ ہے کہ "وہ تمام علماء کرام اور مفتیان کرام" جو ممتاز قادری کو شہید مانتے ہیں وہ متفقہ "فتویٰ" جاری کریں کہ غازی شہید کی قاتل پارٹی کو ووٹ دینا حرام ہے؟ اس پر ہزاروں علماء کے تصدیقی دستخط حاصل کر کے، عوام کو "شرعی رہنمائی" مہیا کی جائے۔ یوں عوام کی ذہن سازی کر کے وفود کی صورت میں ایم پی ایز اور ایم این ایز سے استعفے دلوائے جائیں۔ نہ مانیں تو پھر بھی آخر کار آئیں گے تو عوام میں ہی تو پھر "لگ پتہ جائے گا"؟

☆ اس معاملہ میں موثر ترین فتویٰ کس کا ہو سکتا ہے؟؟؟

☆☆ میرے خیال میں اس کام کے لیے مناسب ترین شخصیت حضرت پیر سید حسین الدین شاہ صاحب آف راولپنڈی کی ہے جن کو غازی شہید کا جنازہ پڑھانے کی سعادت بھی

حاصل ہے اس کے بعد "میرے ممتاز غازی کو رہا کر" والی دعا مانگنے والے حضرت مفتی ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی ہیں۔ جو کہ باقی علماء کے لیے "رہائی تحریک" کے باقی لیڈروں کی نسبت زیادہ محبوب اور "باعتبار تحقیق" زیادہ معتمد و مستند بھی ہیں۔ ایک معتبر عالم کے تحریر کردہ مدلل اور کثیر علماء کی تصدیقات سے مزین "شرعی فتویٰ" کا فائدہ یہ ہوگا کہ دیہاتوں کے سادہ آئمہ و خطباء کے لیے نون لیگ کے "بے قصور" کارکنان کو اصل صورتحال سے آگاہ کرنا آسان ہو جائے گا۔ کیونکہ میڈیا کی طاقت کے ذریعہ حکمران عوام کو حقیقت حال سے بے خبر رکھنے میں ایک حد تک کامیاب ہو رہے ہیں شک نہیں کہ اکبر بادشاہ کے درباری علماء ابوالفضل اور فیضی کے نمائندے حکمرانوں کی مدد کے لیے میدان میں آئیں گے مگر ضرب مجددی کے سامنے ان کی حیثیت ہی کیا ہوگی۔

☆ اگر یہ بڑے لوگ ایسا نہ کریں تو ہم کیا کرلیں گے؟؟

☆☆ ہم اپنی کوشش جاری رکھیں گے (ان شاء اللہ) لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ "صاحبان جبہ و دستار" جو "نون لیگی" قیادت کے سحر سیاست سے مسحور و مغرور ہیں ان کا حشر کہاں ہوگا؟ تاریخ اس راز سے بھی پردہ اٹھاتی ہے۔ نمرود کی پارٹی کی اس "اونی کارکن" (چھپکلی) سے ہمارے آقا ﷺ اتنا ناراض ہوئے کہ اسے مارنے کا حکم جاری فرمادیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث ۳۳۵۹)

☆ علماء کو اس بات کی طرف کیسے متوجہ کیا جائے؟؟

☆☆ علماء اکرام کو اس بات کی طرف توجہ دلانے کی ضرورت تو نہیں ہے کیونکہ یہ لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبل اور امام ابوحنیفہ کے جنازے جیلوں سے کیوں اٹھے تھے؟ حضرت مجدد الف ثانی "سرہند کی گدی اور خانقاہ" سے اٹھا کر گوالیار کے قلعہ کی جیل میں کیوں قید کیے گئے تھے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ میں بطل حریت ''علامہ فضل حق خیر آبادی'' ''کالے پانی'' کیوں گئے تھے؟

ان میں سے کوئی بھی ''قتل و غارت'' کرنے والا نہیں تھا۔ ہاں مگر انہوں نے وقت کے ظالم حکمرانوں کی اطاعت سے انکار اور ان کے خلاف ''فتاویٰ'' ہی تو جاری فرمائے تھے۔ انہیں سوچنا پڑے گا کہ غازی علم دین کے پیروکار تو پیدا ہو رہے ہیں۔ کیا علماء کی مائیں بانجھ ہو گئیں ہیں؟ ان میں علامہ فضل حق خیر آبادی، حضرت مجدد الف ثانی، امام احمد بن حنبل کے پیروکار کیوں نہیں مل رہے، کہ یہ بر سر دار کھڑے ہو کر مسکرائیں، اور ان کے جنازے بھی جیلوں سے اٹھائے جائیں؟؟ اور اگر یہ خود ہوش میں نہ آئیں تو ''عوام ان کا بائیکاٹ کریں۔ جو خطیب غازی شہید کے نام پر اپنی دکانداری چمکانے کی کوشش کرے اسے روکیں اور پوچھیں کہ غازی شہید کی قاتل پارٹی کے خلاف جہاد میں شامل ہو یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس کی تقریر نہ سنیں، کیونکہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے لے کر غازی علم دین شہید تک تمام ''شہدائے راہ حق'' سے محبت و وفا کا تقاضہ صرف ''قصہ خوانی'' سے پورا نہیں ہو سکتا اس کے لیے اس معیار پر پورا اترنے کی ضرورت ہے جو بقول شاعر یہ ہے۔

نماز اچھی ، روزہ اچھا، زکوٰۃ اچھی، حج اچھا
مگر میں باوجود اس کے مسلمان ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ بطحا کی عظمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا

☆ تو پھر غازی شہید کے نام پر سیاسی پارٹی کیوں نہیں بنا لیتے؟؟

☆☆ اس وقت اس طرح کی حرکت ''سادگی مسلم'' کی تازہ مثال قرار پائے گی۔ اس لیے کہ ہماری ''مقدس تحریک'' کی بنیاد حضرت مجدد الف ثانی، کا وہ فیصلہ ہے جو آپ نے اس وقت صادر فرمایا تھا جب آپ کے مرید جنرل مہابت خان نے جہانگیر کو قید کر کے آپ کو

دہلی کے تخت پر جلوہ افروز ہونے کا پیغام بھیجا تو آپ نے فرمایا "اگر جہانگیر توبہ کرتا ہے تو اس کا تخت و تاج اسے واپس کر کے خود اس کی اطاعت کرو۔ فقیر کی کوشش حصول حکومت کے لیے نہیں "دین اکبری" کو ختم کر کے "دین محمدی" کو غالب کرنے کے لیے ہے گویا بتا دیا کہ "علماء و مشائخ کو" اقتدار نہیں، اقدار" کے لیے کردار ادا کرنا چاہیے۔ اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ کہ سیاستدان ناموس رسالت کے معاملہ میں "نون لیگ" کے ان فیصلہ سازوں کا ساتھ چھوڑ دیں۔ جنہوں نے غازی کو شہید کیا ہے تو ان کی سیاست کو یہ جانیں ہمیں سیاست سے کوئی غرض نہیں ہم تو نون لیگ کا اقتدار ختم اور غازی شہید کی عظمت کردار کا علم بلند دیکھنا چاہتے ہیں۔ ویسے بھی علماء اگر "نبی ﷺ کے نام پر جماعتیں بنا کر کامیاب و سرخرو نہ ہو سکے تو امتی کے نام پر کیا کامیابی حاصل کر سکیں گے" لہٰذا "سیاسی پارٹی" والی حماقت کا تو خیال بھی دل میں نہ آنے دیں۔

☆ تحریک تمام سیاسی پارٹیوں اور "طاقتوروں" کے خلاف کیوں نہیں چلاتے صرف "نون لیگ" کے خلاف کیوں؟؟؟

☆ اولاً: جاننا چاہیے دیہاتوں اور قبائلی علاقوں میں کوئی قتل ہو جائے اور قاتل معلوم و موجود ہو تو "واقعتاً بدلہ لینے والے عقلمند ورثاء" اس قتل پر راضی یا خوش ہونے والے گاؤں یا علاقے کے تمام لوگوں یا "طاقتوروں" سے دشمنی اختیار کرنے کی بجائے "اصل قاتلوں" سے "انتقام" لیتے ہیں۔ اور جب وہ "انتقام" میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو راضی و خوش ہونے والے خوفزدہ ہو کر خاموش ہو جاتے ہیں۔ اور ان کی طاقت دیکھ کر "علاقائی طاقتور" بھی عموماً بدلہ لینے والے غیرت مند "ورثاء" کے ساتھ مل ہی جاتے ہیں۔

کچھ تو سمجھے خدا کرے کوئی

ثانیاً: یہ بھی پیش نظر رہے کہ "آقا علیہ السلام نے اپنے اصل دشمن "کفار مکہ" سے مقابلہ کرنے کے لیے اپنے ارد گرد موجود کتنے سارے "مخالفین" کو عمداً ڈھیل دیئے رکھی۔

ثالثاً: ماضی قریب میں ''فتنہ قادیانیت'' کے خلاف تحریک کے دوران دیگر فرقوں کے ساتھ اتحاد نہ ہوتا تو کامیابی کتنی مشکل ہوتی۔ حالانکہ ان میں کچھ وہ بھی تھے جو ہمیں ''مشرک'' سمجھتے تھے اور کچھ وہ بھی تھے جن کے پیچھے ہم نماز پڑھنا بھی جائز نہیں سمجھتے تھے۔ اس لیے اگر بعض ''لوگ'' اصل حقیقت سے لاعلم ہونے یا اپنی بدبختی کی وجہ سے اس ظلم پر راضی ہوئے یا خوش ہیں تو پھر بھی ہمیں اپنے اصل ''قاتلوں'' سے انتقام کی طرف توجہ دینا ہی زیادہ اہم سمجھنا چاہئے۔

☆ نون لیگ تو ملک کی ترقی چاہتی ہے۔ تم لوگ ملکی ترقی کے دشمن کیوں ہو رہے ہو؟؟

☆☆ صرف ''مادی ترقی'' ہی اگر حکمرانی کا جواز ہوتی ہے تو مفکر پاکستان علامہ محمد اقبال اور بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کبھی بھی غازی علم دین کا ساتھ نہ دیتے۔ نیز انگریزوں نے برصغیر کو ان سے زیادہ ترقی دی تھی، بجلی، موٹر گاڑیاں، ریلوے وغیرہ سب انہوں نے مہیا کیں تھیں۔ پھر ان کے خلاف تحریک کیوں؟؟؟ ہیں ناں یہ سوچنے کی باتیں انہیں بار بار سوچ۔

☆ تم لوگ پہلے کہاں مرے ہوئے تھے، اب جو ہونا تھا ہو گیا سانپ گزر جانے کے بعد لکیر پیٹنے کا فائدہ؟؟؟

☆☆ پہلے ''رہائی تحریک'' چل رہی تھی۔ لیکن ہمیں ایک غلط فہمی تھی کہ یہ ظلم جب پی پی جیسی سیکولر جماعت نے نہ کیا تو پھر یہ حکمران تو حاجی، نمازی مسجد نبوی میں اعتکاف کرنے والے کیونکر کریں گے؟ لیکن کیا خبر تھی کہ

دیکھا جو تیر کھا کے کمین گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی

والا معاملہ ہو گا۔ لیکن صاحبو! کربلا میں تو اچانک قیامت بپا ہو گئی تھی مگر اس کے بعد غلط فہمیوں

کے شکار اہل مدینہ پر جب یزید کی حقیقت آشکار ہوگئی تو غسیل ملائکہ حضرت حنظلہ کے بیٹے عبداللہ بن حنظلہ کی زیرقیادت اہل مدینہ نے ''حکومتی پارٹی'' چھوڑنے کا اعلان برسرمیدان کیا تھا اس پر غضبناک ہوکر یزید نے مدینہ پر حملہ کروایا۔ جسے واقعہ حرہ کا نام دیا گیا۔ اس میں ۷۰۰ صحابہ سمیت ۱۰۰۰۰، اشہادتیں ہوئیں۔ (البدایہ والنھایہ جلد نمبر ۸/۷ ص ۶۱۹ مطبوعہ بیروت)

☆ نون لیگ کی حکومت کی مخالفت سے بہت سے نقصانات اور مصائب کا اندیشہ ہے کون برداشت کرے گا؟

☆☆ اے ''عاشقان رسول ﷺ! حکم رب العلمین ہے'' کہہ دو اگر تم کو اللہ اور اس کے رسول سے زیادہ پیار اپنے ماں باپ، اپنے بھائیوں، اپنے بیٹوں، اپنی بیویوں، اپنی برادری، اپنی محنت سے کمائے ہوئے مال و دولت، اپنے کاروبار اور اپنے پسندیدہ مکانات سے ہے تو اللہ کے عذاب کا انتظار کرو۔ (التوبہ: ۲۴) اور فرمان رحمۃ العلمین ﷺ ہے۔ ''ایمان کی مٹھاس اور چاشنی اسی کو نصیب ہوگی جو ہر شے سے زیادہ پیار اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کرے گا۔ بخاری: الرقم ۱۶) نیز فرمایا تم مومن نہیں بنو گے جب تک اپنے والدین، اولاد بلکہ تمام انسانوں سے زیادہ محبت میرے ساتھ نہ رکھو گے (بخاری: الرقم ۱۵) اور اقبال کہتے ہیں کہ

اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی
نہ ہو تو مرد مسلماں بھی کافر و زندیق

لہٰذا اے میرے پیارے ''بے قصور نون لیگی بھائیو!'' جمہوریت میں دنیوی مفادات کے لیے سیاسی وابستگی ختم کرنے کا رواج تو عام ہے ایک بار اپنے نبی ﷺ سے وفا کی خاطر لیگ کو چھوڑ کر دیکھو یقیناً روز حشر آپ ﷺ کے سامنے شرمندگی سے بچ جاؤ گے۔

اے وارثان منبر ومحراب اور صاحبان جبہ ودستار! کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پہلے

اتنا ضرور سوچئے گے۔ یزیدی فوج کا سپہ سالار ''حر'' بن کر ''حسینی قافلے'' میں کیوں چلا آیا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کا ''بیٹا رسول اللہ ﷺ کے شہزادے کا قاتل کیوں قرار پایا؟ اقبال تو بتا گئے

دل کی آزادی شہنشاہی شکم سامان موت
فیصلہ تیرا تیرے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم

صاحبو! فیصلہ کرنا ہی پڑے گا کہ

روٹھتی ہے خدائی تو روٹھے، تیرا رشتہ نبی سے نہ ٹوٹے
دیکھ دیوانے پیارے نبی کے، عشق ہے تماشا نہیں ہے

کیونکہ بقول اقبال

عقل و دل و نگاہ کا مرشد اولین ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع و دیں بتکدۂ تصورات



وکالت نامہ

قانونی ماہرین

وکلاء کہتے ہیں کہ......

جسٹس (ر) نذیر اختر

سابق سینئر جج لاہور ہائیکورٹ

☆ غازی ممتاز حسین قادری کی سزائے موت کے خلاف اپیل دائر ہوتے وقت تین سابق جج حضرات سامنے آئے، آپ کے خیال میں یہ کیسی علامت ہے، کیا یہ ایک باضابطہ وکلا پینل بن جائے گا؟

☆☆ میں سمجھتا ہوں کہ لاہور ہائی کورٹ کے سابق چیف جسٹس خواجہ محمد شریف کا بطور وکیل شامل ہونا کافی اہم ثابت ہوگا۔ ان کا تجربہ کافی وسیع ہے۔ میں خود جب لاہور ہائی کورٹ میں جج تھا تو خواجہ صاحب ایڈووکیٹ جنرل کے طور پر عدالت میں مختلف مقدمات میں حکومت کی جانب سے پیش ہوا کرتے تھے۔ ان کے آنے سے یقیناً اس مقدمہ کی اہمیت بھی بڑھے گی۔ ممتاز قادری کی طرف سے اسلام آباد ہائی کورٹ میں دائر کردہ اپیل اگرچہ میں نے ڈرافٹ کی ہے لیکن وکلا میں جسٹس (ر) خواجہ شریف اور جسٹس (ر) نذیر غازی کے علاوہ راولپنڈی کے تین چار وکلا اور لاہور سے بیس کے قریب وکلا شامل ہیں۔

☆ کیا وکلا کی اتنی بڑی تعداد کا کیس پر اچھا اثر پڑے گا؟

☆☆ یقیناً اچھا اثر پڑے گا۔ تمام لوگوں کا تجربہ، محنت اور تیاری بہت مفید ثابت ہوگی۔ ماضی میں اہم کیسز میں وکلا کے بڑے بڑے پینل بنتے رہے ہیں۔ اللہ کے فضل



سے آپ ہمارے درمیان مکمل ہم آہنگی دیکھیں گے۔ راولپنڈی میں، میں خود خواجہ صاحب سے ملا تھا اور اُن سے اس کیس میں مل کر چلنے کی بات کی تھی۔

☆ آپ کا خیال ہے جسٹس (ر) خواجہ شریف کا غازی ممتاز حسین قادری کی طرف سے پیش ہونا اچھا ثابت ہوگا؟

☆☆ میرے خیال میں تو اچھی علامت یہ ہے کہ وہ پرانے ساتھی ہیں، ہم ایک دوسرے کے لیے مفید ثابت ہوں گے۔ خواجہ صاحب کا اپنا تجربہ ہے۔ اسی طرح علم میں ہر کسی کا اپنا اپنا میدان ہوتا ہے۔ یہ سب چیزیں مل کر مفید بنیں گی۔

☆ ایک امریکی چینل کے نمائندے نے بھی راولپنڈی میں مجھ سے اپیل کے موقع پر یہ پوچھا تھا بلکہ اس نے تو کیس کے حوالے سے کوئی بات کرنے کے بجائے سیدھا یہی پوچھا تھا کہ جسٹس (ر) خواجہ محمد شریف کا اس کیس میں بطور وکیل شامل ہونا کیسا رہے گا؟ مجھے امریکی کے اس براہ راست سوال پر حیرت بھی ہوئی تھی۔ میں سمجھتا ہوں ہم وکلا حضرات باہمی مشورے سے اس کیس کو آگے بڑھائیں گے اور ہمارے درمیان اچھی کوآرڈی نیشن ہوگی۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ تینوں سابق جج حضرات کا وکلا میں شامل ہونا بنیادی طور پر ایک کوآرڈی نیشن کا ذریعہ ہی بنے گا۔

☆ کہیں ایسا تو نہیں کسی وکیل کے ذریعے وفاقی یا صوبائی حکومت کیس پر اثر انداز ہونے کی کوشش کرے گی؟

☆☆ میں تو ایسی باتوں کو کنفرم نہیں کرتا۔ جسٹس (ر) خواجہ شریف سے میں راولپنڈی بار میں خود ملا ہوں۔ میں نے خود ان سے کہا تھا آپ وکلا ٹیم کے اہم رکن ہیں اور بطور وکیل ہم ناموس رسالت ﷺ کے محاذ پر پہریدار ہیں۔ انہوں نے بھی کہا آپ ہمارے بڑے بھائی ہیں۔

☆ کیا وکلا کے اس پینل کی تشکیل ہو گئی ہے؟

☆☆ اصل میں ممتاز حسین قادری کا گھرانہ سید حسین الدین شاہ کے حلقہ ارادت میں ہے۔ وہی اس معاملہ میں فیصلہ کن حیثیت رکھتے ہیں۔ ان سے میری اور جسٹس (ر) نذیر غازی کی ملاقات بھی ہو چکی ہے۔ انہوں نے کہا یہ تحفظ ناموس رسالت ﷺ کا کام ہے جو آپ لوگوں کو مل کر کرنا ہے۔ خواجہ صاحب کے ساتھ بھی ان کا رابطہ ہوا ہے۔ تاہم ممتاز قادری کے دفاع کے لیے پینل اب تک نہیں بن سکا ہے۔

☆ آپ اس کیس کے پہلے والے فیصلے کے بارے میں کیا کہیں گے؟

☆☆ ہمارا خیال ہے کہ ٹرائل کورٹ نے فیصلے میں بہت عجلت سے کام لیا ہے۔ وکلائے صفائی نے بھی کہا ہے کہ انہیں سنا نہیں گیا۔ وکلا کا یہ خیال تھا کہ عدالت نے استغاثہ کو کہہ رکھا تھا کہ وہ تحریری طور پر اپنے خیالات پیش کریں۔ استغاثہ نے ابھی یہ کرنا تھا۔ اس کے بعد وکلائے صفائی نے بھی دلائل دینا تھے۔ اس صورت حال میں ہم نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خالصتاً رضا کارانہ اپنی خدمات پیش کی ہیں۔

☆ غازی ممتاز حسین قادری کے گھر والوں کے خیالات کیا ہیں؟

☆☆ ان کا کہنا تو یہ ہے کہ آپ اپنا فرض ادا کریں۔ اگر اس کی زندگی ہوئی تو ٹھیک ہے اور اگر اس کے لیے اللہ نے مزید زندگی نہیں لکھی ہے تو اس سے بڑی سعادت کیا ہو گی۔ میں آپ کو بتاؤں کہ سید حسین الدین شاہ کے مدرسے میں ممتاز حسین قادری کے والد اور بھائی کی باتیں سن کر تو ہم سب کی آنکھیں نم ہوتی رہیں۔

☆ آپ کے خیال میں ممتاز حسین قادری کے وکلا کے درمیان کب تک طریقہ مشاورت طے ہو جائے گا؟



☆☆ دیکھیں! ابھی تو کافی وقت ہے۔ عام طور پر قتل کے مقدمات پرنٹ ہوتے ہیں۔ اس کیس کے معاملے میں کیا ہوتا ہے آئندہ دنوں میں پتہ چلے گا۔ بظاہر امکان ہے کہ ابھی دو تین ماہ لگ سکتے ہیں، اس لیے مشاورت کا طریقہ طے کرنے کے لیے کافی وقت موجود ہے۔

☆ آپ کے خیال میں (مرکزی وصوبائی) حکومتیں اس کیس پر اثر انداز ہونے کی کوشش کریں گی؟

☆☆ میں اس بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہوں گا۔ حکومتیں تو ظاہر ہے اپنے اپنے انداز سے کام کرتی ہیں اور اپنے کام میں لگی رہتی ہیں۔ جہاں تک اس کیس کا تعلق ہے تو ہم سابق جج حضرات ٹرائل کورٹ میں پیش نہیں ہوئے تھے اس لیے ہم تو اپیل کورٹ میں ہی چیزوں کو دیکھیں گے۔

☆ بعض وکلا کا کہنا ہے کہ غازی صاحب کے خلاف دہشت گردی کی عدالت میں مقدمہ نہیں چلایا جا سکتا تھا؟

☆☆ یہ معاملہ مقدمے کے ''میرٹس'' سے متعلق ہے اس لیے اس پر میں ''کمنٹ'' نہیں کرنا چاہتا۔

☆ ''ٹرائل کورٹ'' نے اپنے فیصلے میں توہین رسالت ﷺ کی شرعی سزا کے حوالے سے کمٹمنٹ کا اظہار کیا ہے، آپ اسے کیسے دیکھتے ہیں؟

☆☆ ڈھکے چھپے انداز میں عدالت نے یہ تاثر دیا ہے لیکن فی الحال اس پر میرا تبصرہ مناسب نہیں ہے۔

☆ کچھ لوگ اس مقدمے کے ساتھ ریمنڈ ڈیوس کیس کا ذکر کرتے ہیں، آپ کے خیال میں یہ کیسا ہے؟



☆☆ یہ ایک جذباتی بات ہے قانونی نہیں۔ ریمنڈ کی رہائی کا معاملہ سیاسی نوعیت کا تھا، بہت ساری باتیں سیاسی رنگ میں ہوتی ہیں۔

☆ کیا آپ سمجھتے ہیں، اس کیس کو میڈیا کے لیے اوپن ہونا چاہیے؟

☆☆ میڈیا کی کوریج سے کوئی پیچیدگی نہیں ہوتی۔ جب میں جج تھا تو ہم نے کبھی میڈیا کو کسی بھی کیس کی کوریج سے نہیں روکا۔ اس میں صادق گنجی کا کیس بھی شامل تھا۔ اس لیے میڈیا کی کوریج سے کہیں پر منفی اثر نہیں پڑتا۔

☆ وکلا کا اتنا بڑا پینل کیوں بنا ہے؟

☆☆ یہ پہلی بار نہیں ہوا، ماضی میں بھی سیاسی مقدمات اور طلبہ کے مقدمات کے حوالے سے وکلا رضا کارانہ بنیادوں پر بڑی تعداد میں خود کو پیش کرتے رہے ہیں۔ جنرل ضیاء الحق کے دور میں جب طلبہ تحریک چلی تھی تو طلبہ کے حق میں وکلا کی بڑی تعداد اُن کے مقدمات لڑنے کے لیے وکالت نامے جمع کرواتی تھی۔ بڑے پینل سے فائدہ ہوسکتا ہے، نقصان نہیں۔

☆ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ تین سابق جج حضرات کے وکلا پینل میں ہونے سے عدالت پر کوئی دباؤ نہیں ہوتا؟

☆☆ جج حضرات کا ہدف درست فیصلہ ہوتا ہے۔ ان کے سامنے سابق جج حضرات بھی پیش ہوں تو کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ جج حضرات مطمئن ہوتے ہیں کہ وکلا کی جانب سے انہیں درست رائے اور تجربے کی روشنی میں فیصلے تک پہنچنے میں آسانی ہوگی۔ اس لیے میں کہوں گا کہ جج حضرات جو عدالت میں موجود ہوتے ہیں وہ کسی قسم کے دباؤ میں آنے والے نہیں ہوتے۔

جسٹس (ر) خواجہ محمد شریف

(سابق چیف جسٹس لاہور ہائیکورٹ)

☆ ممتاز قادری کو سزائے موت سنائے جانے والے فیصلے میں آپ کو کیا بنیادی خامی نظر آتی ہے؟

☆☆ یہ وہ سوال ہے جس پر میں نے عدالت میں اپنا موقف بیان کرنا ہے اور ممتاز حسین قادری کو دی جانے والی سزا اور فیصلے کو غلط ثابت کرنا ہے، للہذا میرے لیے مناسب نہیں ہوگا کہ میں عدالت میں اپنے دلائل پیش کرنے سے قبل آپ کے سوال کے جواب میں ان کا تذکرہ کروں کیونکہ یہ نہایت اہم پوائنٹس ہیں اور میں انہیں پہلے سے عام نہیں کر سکتا۔

☆ کیا تاثیر قتل کیس انسدادِ دہشت گردی کی عدالت میں زیرِ سماعت لانا غلط تھا؟

☆☆ میں نے اسلام آباد ہائی کورٹ میں جو اپیل دائر کی ہے اس کا بنیادی نکتہ بھی یہی ہے کہ اس کیس کی بنیاد ہی غلط ہے۔

☆ آپ نے کن وجوہات کی بنیاد پر غازی ممتاز قادری کا وکیل بننے کا فیصلہ کیا؟

☆☆ یہ میرا اور میرے کلائنٹ کا معاملہ ہے اس لئے میں اس پر تو کوئی رائے نہیں دے سکتا۔ ویسے بھی میں اسی کیس کے حوالے سے ہر بات صرف کورٹ میں ہی کرنا چاہتا ہوں۔

جسٹس (ر) نذیر احمد غازی

(سابق جج لاہور ہائیکورٹ)

☆ ملک ممتاز قادری کو دی گئی سزا کے خلاف آپ نے جو اپیل دائر کی ہے اس کا مرکزی خیال کیا ہے؟

☆☆ ممتاز قادری کو جو سزائے موت سنائی گئی ہے ہمارے خیال میں وہ سزا نہیں ہو

ہی نہیں سکتی تھی۔ دی گئی سزا نہ پاکستان کے قوانین اور آئین کے مطابق ہے اور نہ ہی اسلامی شریعہ کے قوانین کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اس لیے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سزا سراسر غیر قانونی اور انصاف کے تقاضوں کے قطعاً منافی ہے۔

اس کیس میں دوسری بڑی خامی یہ ہے کہ جس عدالت نے ممتاز قادری کو یہ سزا سنائی وہ اس کیس کو سننے کی مجاز ہی نہ تھی۔ سلمان تاثیر کا قتل کوئی دہشت گردی کا واقعہ نہ تھا اور نہ قاتل دہشت گرد تھا۔ قاتل ان کی حفاظت پر مامور تھا اور ایک سرکاری ملازم تھا جو باقاعدگی سے ڈیوٹی دے رہا تھا۔ جب مقتول نے اس کے اور دیگر کروڑوں مسلمانوں کے جذبات مجروح کیے اور اُس کی کسی طرف سے سرزنش نہ ہوئی تو ممتاز قادری نے جذبات میں آکر انتہائی فعل کیا جو دہشت گردی کے زمرے میں نہیں آتا۔ اس کیس کا ٹرائل ایڈیشنل سیشن جج کی عدالت میں ہونا چاہیے تھا۔ ہمارے خیال میں کیس بہت کمزور ہے اور ممتاز قادری کو سزائے موت نہیں ہوسکتی۔

☆ ریٹائرڈ چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ سمیت آپ تین جج صاحبان اس کیس میں وکلائے صفائی کے طور پر پیش ہو رہے ہیں، کیا یہ محض اتفاق ہے یا باہمی مشاورت سے یہ فیصلہ کیا ہے؟

☆☆ نذیر اختر صاحب ہمارے سینئر جج رہے ہیں۔ ان کی راہنمائی اور مشاورت ہمارے اس فیصلے کا بنیادی محرک ہے۔

☆ آپ نے کہا کہ غازی ممتاز قادری نے جذباتی فیصلہ کیا، اس طرح تو کوئی بھی شخص قانون کو ہاتھ میں لے سکتا ہے؟

☆☆ آپ کی بات ٹھیک ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ پہلے قانون کس نے ہاتھ میں لیا اور کون قانون کے آگے بے بس ہوگیا۔ گورنر کے طور پر سلمان تاثیر نے قانون کو ہاتھ میں

لیا۔ ایک سزا یافتہ عورت کے کیس کو عالمی سطح پر اجاگر کیا اور ایک فیصلے کو ہدفِ تنقید بنایا، یہ آئین پاکستان کی خلاف ورزی تھی جس کا مقتول نے حلف اٹھا رکھا تھا۔ دوسری جانب شرعی سزاؤں کے خلاف زبان کھولی جس سے کروڑوں مسلمانوں کی دل آزادی ہوئی۔ سلمان تاثیر کے ان بیانات اور اقدامات کے خلاف لاہور ہائی کورٹ میں رٹ دائر ہوئی لیکن چونکہ صدر اور گورنر صاحبان کو قانونی استثنیٰ حاصل ہے اس لیے یہ رِٹ خارج ہو گئی، اس کے بعد ایک آدمی کے پاس کیا چارہ رہ گیا تھا کہ وہ اپنے طور پر کوئی فیصلہ کرے۔

☆ کیا وجہ ہے کہ آسیہ جیسے توہین رسالت کرنے والوں کے کیسز تو سالہا سال التوا کا شکار رہتے ہیں جبکہ غازی ممتاز قادری کیس کا فیصلہ صرف دس ماہ میں آ گیا؟

☆☆ یہ انہی بیرونی قوتوں کے دباؤ کا نتیجہ ہے جن کے ایجنڈے پر مقتول کام کر رہے تھے۔ اگر کسی پر توہین رسالت کا کیس درج ہوتا ہے تو اسے جان بوجھ کر التوا میں رکھا جاتا ہے جبکہ ممتاز قادری جیسے کیسز پر ایسے فیصلے آتے ہیں جس سے مغرب کو خوش کیا جا سکے۔

☆ ممتاز قادری کیس میں اب آپ کی توجہ سزا ختم کرانے پر ہو گی یا عام عدالت میں دوبارہ کیس چلانے پر زور دیں گے؟

☆☆ چونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ قتل کیس دہشت گردی ایکٹ کے زمرے میں نہیں آتا۔ اس لیے اب تک اس بارے میں ہونے والی تمام عدالتی کاروائی کو کالعدم قرار دے کر کیس کو نئے سرے سے ماتحت ٹرائل کورٹ میں سماعت کے لیے پیش کیا جائے۔ یہ بات تو واضح ہے کہ پاکستانی قانون اور شریعت کے تحت ممتاز قادری کو سزائے موت ہو ہی نہیں سکتی۔

ماہنامہ العاقب، لاہور

نومبر ۲۰۱۱



لمحہ بہ لمحہ

عمر فاروق

ممتاز دو جہاں میں، ممتاز ہو گیا

مقدمے کی تاریخ بہ تاریخ روئیداد

۲۹ فروری کی صبح سب سے پہلے جو میسج میرے موبائل پر آیا وہ یہ تھا کہ لبرل اور سیکولر حکمرانوں نے غازی ممتاز قادری کو پھانسی دے دی جبکہ تھوڑی دیر بعد جو فون آیا تو وہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ایک رہنما تھے جنہوں نے سلام و دعا کے بعد فوراً کہا کہ ممتاز قادری کی شہادت مبارک ہو۔ میں نے خبر کی مزید تصدیق کے لیے ٹی وی کا بٹن آن کیا تو ٹی وی پر آسکر ایوارڈ کی تقریب چل رہی تھی اور کوئی پاکستانی شرمین عبید چنائے نامی خاتون یہ ایوارڈ جیتنے میں کامیاب ہوئی تھیں جس پر مبارک بادوں کا سلسلہ جاری تھا خیر انہی خبروں میں ایک چھوٹی سی خبر غازی ممتاز قادری کی پھانسی کی بھی چل رہی تھی۔

اس نے وہ ساز چھیڑ دیا بسوز دل
سارا جہاں اس کا ہم آواز ہو گیا
تاریخ کچھ ایسی ہمت و جرأت کی رقم کی
ممتاز دو جہاں میں، ممتاز ہو گیا

حکمرانوں نے ممتاز قادری کے لیے ایک ایسی تاریخ کا انتخاب کیا جو چار سال بعد آتی ہے یعنی فروری کی ۲۹ تاریخ۔ اس سے حکمرانوں کا مقصد واضح ہو رہا تھا کہ مولوی لوگ ہر سال ممتاز قادری کا یوم شہادت نہ منا سکیں حکمرانوں کی اس ذہنیت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ ملک کی نظریاتی سرحدوں سے کیا کھیل کھیل رہے ہیں؟ اس پھانسی سے قبل

''بیانیہ'' کے نام سے ایک مہم چلائی گئی جس میں سیکولر طبقے نے ''مذہبی طبقے'' کو خوب رگیدا اور انہیں پس منظر میں دھکیلنے کی کوشش کی، غازی ممتاز قادری کو پھانسی کے پھندے پر لٹکا کر حکمرانوں نے روز روز کی وہ ٹائیں ٹائیں ختم کر دیں جو مذہبی جماعتیں کر رہی تھیں ویسے مذہبی جماعتوں نے بھی سخت مایوس کیا ایک طرف غازی ممتاز قادری کو قومی ہیرو قرار دیا تو دوسری طرف وہ چند سو سے زائد افراد کو بھی سڑکوں پر نہیں لا سکیں جس سے حکمرانوں کے حوصلوں کو مہمیز ملی اور انہوں نے وہ قدم اٹھا دیا جس کی کسی کو توقع نہیں تھی واضح رہے کہ یہ وہ اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے کہ جس میں کسی بھی گستاخ رسول ﷺ کو آج تک پھانسی نہیں دی گئی۔

غازی ممتاز قادری کو جس مقدمے میں پھانسی دی گئی ہے اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

ملک ممتاز قادری ولد محمد بشیر اعوان۔قوم اعوان، ساکن مکان نمبر B.V-۴۵۰۱

سٹریٹ نمبر ۵ مسلم ٹاؤن۔راولپنڈی

مقدمہ: ایف۔آئی آر نمبر ۶، سال ۲۰۱۱ء تھانہ: کوہسار مارکیٹ۔اسلام آباد

جرم زیر دفعہ ۳۰۲/۱۰۹ تعزیرات پاکستان و دفعہ 7(a)- انسداد دہشت گردی ایکٹ ۱۹۹۷ء ملک محمد ممتاز قادری سابقہ گورنر سلمان تاثیر کے حفاظتی دستے میں شامل اور اس کی حفاظت پر مامور تھا، سابقہ گورنر اپنے ایک دوست کے ساتھ کوہسار مارکیٹ اسلام آباد میں واقع ایک ریسٹورنٹ میں لنچ کرنے گیا واپسی پر ملک محمد ممتاز قادری نے سابقہ گورنر کے گاڑی میں بیٹھنے سے قبل اس سے یہ بات کی کہ آپ قانون توہین رسالت کو کالا قانون کیوں کہتے ہیں حالانکہ آپ بھی حضور ﷺ کے امتی ہیں؟ یہ سن کر گورنر نے انتہائی حقارت آمیز لہجے میں کہا کہ میں کہتا ہوں یہ نہ صرف کالا قانون ہے بلکہ میں اس قانون کو نہیں مانتا اس مقدس قانون کے خلاف سابقہ گورنر کے یہ توہین آمیز اور اشتعال انگیز جملے سن کر ملک محمد ممتاز قادری اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے اور انہوں نے بوجہ حب رسول ﷺ اشتعال میں آکر گورنر کو اپنی گن سے فائر کرتے ہوئے مار ڈالا اور فوراً اپنی گن کو زمین پر رکھ کر

اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کر دیا۔

چنانچہ ان کے خلاف ۴ جنوری ۲۰۱۱ء کو FIR نمبر ۶/۱۱ درج کی گئی اور انسداد دہشت گردی اسلام آباد/راولپنڈی کی عدالت میں ان کے خلاف مقدمہ چلایا گیا، عدالت نے انہیں بطور تعزیر ۳۰۲(b) تعزیرات پاکستان کے تحت تابع توثیق ہائیکورٹ موت کی سزا دی اور مقتول کے ورثا کو ۵۴۴۔A تعزیرات پاکستان کے تحت مبلغ ایک لاکھ روپیہ معاوضہ ادا کرنے کا بھی حکم دیا، عدم ادائیگی کی صورت میں چھ ماہ قید کا حکم سنایا، پھر انسداد دہشت گردی ایکٹ ۱۹۹۷ء کی دفعہ ۷(a) کے تحت تابع توثیق ہائیکورٹ نے سزائے موت کا حکم سنایا اور ایک لاکھ جرمانہ بھی عائد کیا اور جرمانہ کی عدم ادائیگی کی صورت میں چھ مہ قید محض کا حکم دیا۔ چنانچہ ملک محمد ممتاز قادری نے اپنی اس سزا کے خلاف ہائیکورٹ میں اپیل کی اور ہائیکورٹ اسلام آباد نے انسداد دہشت گردی ایکٹ ۱۹۹۷ء کی دفعہ ۷(a) کے تحت دی جانے والی سزا کو منسوخ کر کے ممتاز قادری کو بری کر دیا تاہم دفعہ ۳۰۲(b) تعزیرات پاکستان کے تحت دی جانے والی سزائے موت کو اپنے حکم جاری کردہ ۹ مارچ ۲۰۱۵ء میں برقرار رکھا۔ ملک محمد ممتاز قادری نے اس فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ آف پاکستان سے اپیل دائر کرنے کی اجازت حاصل کرنے کے لیے ایک پٹیشن دائر کی، ریاست کی طرف سے بھی ہائیکورٹ اسلام آباد کے فیصلے کے اس حصہ کے خلاف اپیل دائر کرنے کی اجازت حاصل کرنے کے لیے پٹیشن داخل کی گئی جس کے تحت ملک محمد ممتاز قادری کو انسداد دہشت گردی ایکٹ کی دفعہ ۷(a) کے تحت ملنے والی سزا سے بری کر دیا گیا تھا۔ یاد رہے کہ یہ پٹیشن مقتول کے ورثا کی طرف سے دائر نہیں کی گئی تھی گویا مقتول کے ورثا اس فیصلے سے مطمئن تھے بلکہ ریاست نے از خود یہ پٹیشن دائر کر دی تھی۔ دونوں پٹیشنز میں سپریم کورٹ آف پاکستان نے اپیل دائر کرنے کی اجازت دے دی جن کے نمبر ۲۱۰ اور ۲۱۱ بابت سال ۲۰۱۵ء تھے۔

دونوں اپیلیں مورخہ ۵/اکتوبر تا ۷/اکتوبر ۲۰۱۵ء سپریم کورٹ آف پاکستان میں سنی

گئیں جس میں ملک محمد ممتاز قادری کی طرف سے دائر کردہ اپیل کو مسترد کر دیا گیا جبکہ ریاست کی طرف سے دائر کردہ اپیل کو قبول کر لیا گیا جس کی رو سے انسداد دہشت گردی کی عدالت کی طرف سے انسداد دہشت گردی ایکٹ کی دفعہ ۷(a) کے تحت دی جانے والی سزا کو برقرار رکھا گیا اور ہائیکورٹ اسلام آباد نے ملک محمد ممتاز قادری کی بریت کا جو حکم دیا تھا اسے منسوخ کر دیا گیا۔

مذہبی جماعتیں یہ سمجھتی ہیں کہ ہائیکورٹ اسلام آباد اور سپریم کورٹ آف پاکستان کے فیصلے کتاب وسنت اور چودہ سو سالہ امت کے اجماعی مؤقف کے سراسر خلاف ہیں، عدالتوں نے یہ فیصلے کرتے ہوئے آئین پاکستان اور مروجہ قوانین کا لحاظ نہیں رکھا جن کی رو سے ہماری عدالتیں پابند ہیں کہ وہ کتاب وسنت کو ملک کا سپریم لا سمجھتے ہوئے اسلامی قوانین کی روشنی میں فیصلے کریں اور اگر انہیں کسی مسئلے پر ایسا محسوس ہو کہ مروجہ قوانین اسلامی قوانین سے متصادم ہیں تو وہ ان کی وہ تعبیر وتشریح کریں جو اسلامی قوانین کے مطابق وموافق ہو، آئین پاکستان اور مروجہ قوانین کے علاوہ بہت سے عدالتی فیصلوں سے بھی یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ملی مجلس شرعی نے اس ساری صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے ایک شرعی فتویٰ بھی مرتب کیا جس میں کتاب وسنت اور مجتہدین امت سے سابقہ گورنر کے گستاخ اور مباح الدم ہونے کے بارے میں ناقابل تردید دلائل پیش کیے گئے، اسی فتوی میں ملک محمد ممتاز قادری کے اقدام کے صائب اور مبنی بر جواز ہونے پر بھی ٹھوس دلائل پیش کیے گئے اور یہ بھی واضح کیا گیا کہ کتاب وسنت کی تصریحات اور امت مسلمہ کی چودہ سو سالہ تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ گستاخ رسول اور مرتد کو قتل کرنے والے پر کوئی قصاص ودیت نہیں ہے لہٰذا اسلامی قانون کے سپریم لا ہونے کا تقاضا یہ تھا کہ عدالتیں ملک محمد ممتاز قادری کو باعزت بری کرتیں اور انہیں کوئی سزا نہ دی جاتی۔ اندریں صورت ہم یہ بات کہنے میں حق بجانب ہیں کہ ملک محمد ممتاز قادری کے ساتھ عدالتوں نے انصاف نہیں کیا اور انہیں جو سزا دی گئی ہے وہ نہ صرف اسلام کی رو سے غلط ہے بلکہ یہ اسلامی

قوانین اور چودہ سو سالہ امت کے اجماعی موقف کو مسخ کرنے کی کوشش بھی ہے جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی کا شدید خطرہ ہے۔

ملک ممتاز قادری کے والد نے ایک ماہ قبل صدر مملکت کے نام برائے حصول انصاف و تنسیخ سزائے موت وغیرہ درخواست زیر آرٹیکل ۴۵ آئین پاکستان ۱۹۷۳ء تحریر کی

محترم صدر صاحب!

آپ کو آئین پاکستان کی دفعہ ۴۵ کے تحت اختیار حاصل ہے کہ آپ کسی بھی عدالت کی طرف سے کسی بھی ملزم کو دی جانے والی سزا کو جزوی طور پر یا کلی ختم کر سکتے ہیں کیونکہ بنیادی طور پر آپ سربراہ مملکت ہیں اور ملک میں رائج نظام قضا و عدل در حقیقت آپ ہی کے اختیارات کا ایک تسلسل ہے، اور آپ سے مؤبانہ درخواست ہے کہ آپ ازراہ کرم ایک عاشق رسول ﷺ کو غلط عدالتی فیصلوں کی بھینٹ چڑھنے سے بچالیں کیونکہ اس طرح ایک مرتد کے بدلے مسلمان کا قتل لازم آئے گا اور شریعت اسلامیہ کی مسلمہ تعلیمات مسخ ہو کر رہ جائیں گی جس پر ہم سب کو اس دنیا میں اللہ رب العزت اور اس کے رسول ﷺ کے غیظ و غضب کا سامنا کرنا پڑے گا اور آخرت میں بھی باز پرس ہو گی، آپ کا غازی ملک محمد ممتاز قادری کی سزاؤں کو ختم کرنا نہ صرف آپ کے منصب کا تقاضا ہے بلکہ یہ آپ کے لیے دنیاوی اور اخروی فلاح کا باعث بھی بن سکتا ہے۔

انہوں نے مزید لکھا کہ سب سے افسوس ناک بات یہ ہے کہ فاضل جج صاحبان نے ملک محمد ممتاز قادری کو انسداد دہشت گردی ایکٹ کے تحت بھی سزائے موت سنادی جبکہ ریکارڈ پر کوئی بھی ایسی شہادت موجود نہ تھی جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ اس نے دہشت گردی کے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ یہ طے شدہ قانون ہے کہ دہشت گردی اسے ہی سمجھا جائے گا جب ملزم کی یہ نیت آشکار ہو کہ وقوعہ کے وقت وہ اپنے فعل سے لوگوں میں خوف و ہراس، سراسیمگی اور عدم تحفظ کا احساس پیدا کرنا چاہتا تھا۔ وقوعہ کے بعد کیا ہوتا ہے یہ غیر متعلق ہے

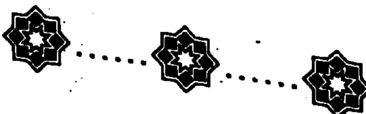
جیسا کہ لاہور ہائی کورٹ کے ایک معروف مقدمے میں یہی کہا گیا ہے۔ بشارت علی بنام سرکار پی ایل ڈی ۲۰۰۴ء لاہور صفحہ ۱۹۹ ڈی بی۔ عدالت نے وقوعہ کے وقت دہشت پھیلانے کی نیت کو ملک محمد ممتاز قادری کے اس بیان سے ثابت ہونا سمجھ لیا جو اس نے دفعہ ۳۴۲ تعزیرات پاکستان کے تحت وقوعہ کے ۸ ماہ بعد دیا اور وہ بیان بھی بالکل کسی اور تناظر میں دیا گیا، جس کا مقصد یہ تھا کہ ارتداد اختیار کرنے والوں کو بالآخر اسی انجام سے گزرنا پڑے گا اور یہ ایک تنبیہ تھی جسے دہشت پھیلانے کی نیت بنادیا گیا لہٰذا اسے دہشت گردی قرار دینا اور انسداد دہشت گردی ایکٹ کی دفعات کا اس پر اطلاق کرنا قانون کا مذاق اڑانا اور سراسر ناانصافی ہے۔ اگر اسلامی تناظر میں دیکھا جائے تو نبی اکرم ﷺ نے شاتمین کو جہنم رسید کرنے والوں کی تحسین فرمائی ہے۔

جناب صدر! یہ کیسی دہشت گری تھی کہ جس پر پورے ملک میں خوشی سے مٹھائیاں بانٹی گئیں اور اسلام آباد میں کاروبار اس وقوعہ کے بعد بھی مکمل امن وامان اور سکون وعافیت کے ساتھ چلتا رہا؟

غازی ممتاز قادری کی سزا پر اعتراض کرنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بات بھی تعجب خیز ہے کہ اس حساس مقدمے میں کسی مرحلہ پر علما کرام سے رائے لینا مناسب نہ سمجھا گیا اور عدالتوں نے خالصتاً اپنے فہم پر انحصار کرتے ہوئے حتمی رائے قائم کرلی کہ سابقہ گورنر سے توہین رسالت کا صدور نہیں ہوا ہے جج صاحبان تو شریعت اسلامیہ کی بنیادی اصطلاحات اور اس کے ابجد تک سے واقف نہ تھے۔ انہوں نے فقہاء، علماء اور اماموں کی آراء، تحقیق اور استنباط واستشہاد کو محض انسانی آراء کہہ کر نظر انداز کردیا۔ لیکن اپنی ذاتی رائے کو سب پر ترجیح دی۔

روزنامہ اوصاف

یکم مارچ ۲۰۱۶ء



تاثرات

ملک محمد بشیر اعوان

لبیک یا رسول اللہ ﷺ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی و نسلم علی رسول الکریم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدالانبیاءِ والمرسلین

لبیک یا رسول اللہ

تمام علمائے کرام، پیرانِ عظام اور اَحباب جو یہاں مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں، میں اُنہیں عید میلاد النبی ﷺ کی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ غازی صاحب سے پرسوں جمعرات کو جب ملاقات ہوئی تو انہوں نے بھی یہ پیغام دیا ہے کہ آپ جب جائیں گے تو سب کو میری طرف سے عید مبارک کہہ دیں۔

الحمدللہ! غازی صاحب بالکل خیریت سے ہیں اور اُن کی صحت بھی ٹھیک ہے۔ ہر جمعرات کو ہماری اُن سے ملاقات ہوتی ہے۔ اُن کا وہی ۴ جنوری والا حوصلہ، استقامت اور جرأت ہے۔ اللہ و رسول کے فضل و کرم سے اِن شاء اللہ ہمارے قدم کبھی بھی نہیں ڈگمگائیں گے۔ میرے چھ بچے ہیں، اُن میں سے ایک ناموسِ رسالت ﷺ کی خاطر جیل میں ہے۔ باقی پانچ کی بھی ناموسِ رسالت ﷺ کے لیے جب ضرورت پڑی وہ بھی حاضر ہیں اور ضرورت پڑی تو میں بھی حاضر ہوں۔

آج راولپنڈی میں بھی بہت بڑی ریلی تھی جس میں تقریباً ۱۸ سے ۲۰ ہزار افراد تھے۔ ہم تقریباً ۲ بجے اڈیالہ جیل پہنچے۔ غازی صاحب نے جو عمل کیا تھا وہ ۴ بج کر ۱۱ منٹ

سیکنڈ پر تھا۔ اسی نسبت سے اڈیالہ جیل کے باہر بھی پروگرام تقریباً ۴ بجے تک جاری رہا۔
غازی صاحب نے اندر جیل سے پیغام بھیجا کہ اگر مجھے ایک ہزار مرتبہ بھی سزائے موت ہو تو اُس کا کوئی غم یا پرواہ نہیں۔ جو گستاخِ رسول ہیں میں اُنہیں پیغام دیتا ہوں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ میں جلد باہر آؤں گا اور جو بھی گستاخ ہوگا اُسے نہیں چھوڑوں گا۔

غازی صاحب کے جیل میں جو معاملات ہیں اگر وہ بیان کیے جائیں تو کافی وقت لگے گا۔ تقریباً ۳ مرتبہ نبی کریم ﷺ کی آپ کو زیارت ہو چکی ہے۔ فجر اور عشاء ۲ نمازوں کی غازی صاحب امامت خود کرواتے ہیں۔

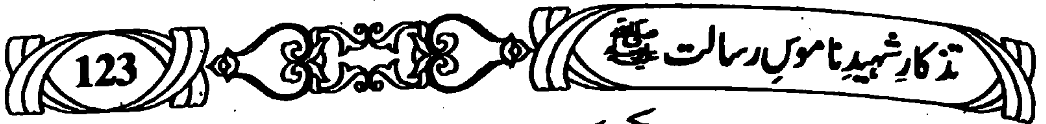
جیل انتظامیہ کی طرف سے ہمیں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہے۔ وہ غازی صاحب کا ہر طرح سے خیال رکھتے ہیں اور ۲ خدمت گار بھی غازی صاحب کو ملے ہوئے ہیں۔

غازی صاحب کے ساتھ آپ سب کی جو محبتیں اور اظہارِ یکجہتی ہے، یہ سب میرے نبی ﷺ کی نسبتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو بھی غازی بنائے اور ہر عاشق رسول کے گھر میں غازی پیدا ہو۔

میں پہلے دن سے ہر سانس، ہر وقت، ہر نماز میں دعا کرتا ہوں اور غازی صاحب بھی دُعا کرتے ہیں۔ وہ شعر دُعا اور نعت دونوں ہے کہ

یا رسول اللہ تیرے چاہنے والوں کی خبر
سب غلاموں کا بھلا ہو سب کریں طیبہ کی سیر

جناب امیر مفتی حافظ خادم حسین رضوی صاحب کا جو پیار ہمارے ساتھ ہے میں آپ کو کیا بتاؤں؟ شروع دن سے آج تک ہمارے ساتھ رابطہ رکھے ہوئے ہیں اور ۴ جنوری کے ۲، ۳ دن بعد ہمارے گھر بھی اظہارِ یکجہتی کے لیے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا کرے۔ میں دُعا کرتا ہوں اور غازی صاحب بھی دُعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اِنہیں صحتِ کاملہ عطا کرے۔ اِن کا سایہ سب پر قائم و دائم فرمائے اور عمرِ خضری عطا



فرمائے۔ ہمارے ساتھ یہ جو اظہارِ یکجہتی کرتے ہیں، جو محبت کرتے ہیں، جو معاملات کرتے ہیں ہم ہر وقت دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اجر و ثواب عطا فرمائے۔

آخر میں دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے۔ روزِ محشر میں نبی کریم ﷺ کا منبر شریف جب لگے گا تو ان شاء اللہ تعالیٰ غازی صاحب اور ہم سب بھی وہاں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حاضری قبول و منظور فرمائے۔ آمین

ماہنامہ العاقب لاہور

فروری ۲۰۱۴ء



خلعت شہادت

مولانا عبدالقیوم حقانی

یہ نصیب اللہ اکبر......

﴿فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰى نَحۡبَهٗ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّنۡتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوۡا تَبۡدِيۡلًا ﴾
(پھر اُن میں سے کچھ وہ ہیں جنہوں نے اپنا نذرانہ پورا کر دیا، اور کچھ وہ ہیں جو ابھی انتظار میں ہیں اور انہوں نے (اپنے ارادوں میں) ذرا سی بھی تبدیلی نہیں کی۔ (احزاب: ۲۳)

اقبال کے کلام میں پڑھا تھا............ طئے شود جادۂ صد سالہ بآ ہے گاہے

یعنی بعض اوقات ایک آہ کے فاصلے پر منزل ہوتی ہے یا لمحے بھر میں سال کا سفر طئے ہو جاتا ہے۔ یہ مصرعہ زبان پر آتے ہی ذہن بے اختیار شہید ناموس رسول ﷺ، ملک ممتاز قادریؒ شہید کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اس نے صدیوں کا سفر اس تیزی اور کامیابی سے طئے کیا جبکہ ارباب زہد و تقویٰ اور اصحاب منبر و محراب بس تکتے ہی رہ گئے، اس نے ایک مشفقانہ قدم، محبانہ اور والہانہ جذبۂ خلوص و محبت، عشق صادق اور والہیت کا اُٹھایا اور دوسرے قدم پر جنت الفردوس میں پہنچ گیا۔

ع یہ نصیب اللہ اکبر، لوٹنے کی جائے ہے

اس جنت کی تلاش میں زاہدوں اور عابدوں کے نجانے، کتنے قافلے سرگرداں رہے، کیسے کیسے لوگ غاروں کے ہو کر رہ گئے، کئی پیشانیاں رگڑتے اور سر پٹختے رہے ہزاروں سربگریباں، چلہ کش اسی آرزو میں دنیا سے اُٹھ گئے، لاکھوں طواف و سجود میں غرق رہے بے شمار صوفی و ملا وقف دعا رہے، ان گنت پرہیز گار خیال جنت میں سرشار رہے، اللہ تعالیٰ ان سب کے خلوص، عبادت، مجاہدے اور محنت کو ضرور قبول کرے گا لیکن ملک ممتاز

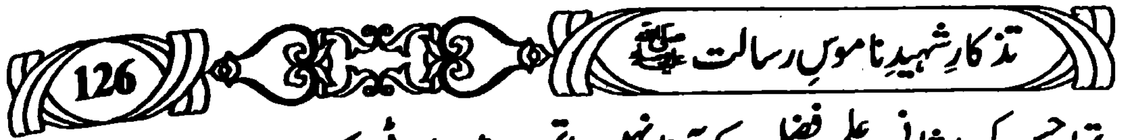
قادریؒ کا مقسوم دیکھئے نہ چلہ کیا نہ مجاہدہ، نہ حج کیا نہ عمرہ، نہ دیر میں قشقہ کھینچا نہ حرم کا مجاور بنا، نہ مکتب میں داخلہ لیا نہ خانقاہ کا راستہ دیکھا نہ کنز قدوری کھول کر دیکھی نہ رازی و کشاف کا مطالعہ کیا، نہ حزب البحر کا وظیفہ پڑھا نہ اسم اعظم کا ورد کیا، نہ علم وحکمت کے خم و پیچ میں الجھا نہ کسی حلقہ ربیت میں بیٹھا، نہ کلام و معانی سے واسطہ رہا نہ فلسفہ و منطق سے آشنا ہوا، نہ مسجد کے لوٹے بھرے، نہ تبلیغی گشت کیا، نہ کبھی شیخی بگھاری، نہ کبھی شوخی دکھائی، اسے پاکبازی کا خبط بھی نہیں تھا، محبوب حجازی سے رابطہ تھا، وہ تسبیح بدست نہیں مست مئے الست تھا، وہ فقیہ مسند آراء نہیں فقیر سر راہ تھا نہ جانے ہاتف غیبی نے چپکے سے اس کے کان میں کیا بات کی کہ پل بھر میں دل کی کائنات بدل گئی۔

پروانے کا حال اس محفل میں، ہے قابل رشک اے اہل نظر
اک شب میں یہ پیدا بھی ہوا، عاشق بھی ہوا اور مر بھی گیا

اللہ ہی جانتا ہے کتنی ریاضت سے آغوش اسلام نے بایزیدؒ کی پرورش کی، خاک بغداد نے جنیدؒ کو جنم دیا، شہر قونیہ نے مولانا رومؒ کو بنایا، دہلی نے شاہ ولی اللہؒ کو پیدا کیا اور ادھر ممتاز قادری شہیدؒ نے ایک خاص ماحول میں رہتے ہوئے بھی ایک ہی جست میں زمان و مکان طئے کر ڈالے، علامہ اقبال نے غازی علم الدین شہید کی ایسی ہی شہادت کے موقع پر گلوگیر ہو کر یہ کہا تھا کہ: ''ہم تو صرف باتیں ہی بناتے رہے جبکہ بڑھئی کا بیٹا بازی ہی لے گیا۔''

عشق کی اک جست نے طئے کر دیا قصہ تمام
اس زمین و آسمان کو بے کراں سمجھا تھا میں

جس وقت یہ قصہ پیش آیا ملک بھر میں ظاہر ہے حق ہو کے زلزلے ہوں گے، علم و فضل کے چرچے ہوں گے، تقریر و تحریر کے ہمہمے ہوں گے وعظ و نصیحت کے غلغلے ہوں گے، ادیبوں اور خطیبوں کے طنطنے ہوں گے، لیکن مگر عشق رسول ﷺ میں ڈوب کر خلعت خون شہادت کی سعادت کسی صوفیٔ باصفا، کسی امام ادب و انشاء، کسی خطیب شعلہ نوا، اور کسی سیاسی رہنما کے حصے میں نہیں آئی بلکہ ایسے درویش خدامست کو ملی جو ممتاز دانشور نہیں معمولی سپاہی



تھا جس کی پیشانی پر علم و فضل کے آثار نہیں ہاتھوں میں ڈیوٹی کے اوزار تھے، اللہ کو معلوم ہے کہ وہ عبادت بھی کرتا تھا یا نہیں لیکن صحیح معنوں میں غازی نکلا وہ کلاہ و دستار کا آدمی نہ تھا مگر بڑے کردار کا حامل بن گیا۔

نماز عشق پڑھنے کا انہی حق ہے دنیا میں
کہ آتا ہے جنہیں خون تمنا سے وضو کرنا

ممتاز قادری شہیدؒ کو دیکھ کر کم از کم یہ یقین ضرور ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کی عبادت کے طول و عرض پر نہیں جاتا بلکہ کسی کے جذبۂ بے غرضی کو شرف قبولیت بخشتا ہے، اس کے ہاں شب زندہ داری سے زیادہ دلی بے قراری کام دیتی ہے، وہ کسی کے ماتھے کا محراب نہیں دیکھتا، نہاں خانہ قلب کا اضطراب دیکھتا ہے، اسے نیکیوں کے سفینے نہیں گوشۂ چشم پر آنسوؤں کے نگینے درکار ہوتے ہیں، اسے کسی کی خوش بیانی متاثر نہیں کرتی کسی کی بے زبانی پر پیار آتا ہے، اسے بوعلی کی حکمت کے مقابلے میں کسی سپاہی کی غیرت پسند آجاتی ہے، اگر یہ بات نہ ہوتی تو ملک ممتاز قادریؒ کبھی مقام شہادت سے سرفراز نہ ہوتے۔

﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا﴾

کسی غزوے کے دوران ایک شخص حضور علیہ السلام کے دست مبارک پر مسلمان ہوتا ہے، اور ساتھ ہی جہاد کی اجازت مانگتا ہے، چند لمحے پہلے وہ سپاہ کفر میں شامل تھا، دو ساعتوں کے بعد وہ مجاہدین اسلام کا ساتھی بن جاتا ہے، دولت اسلام سے بہرہ مند اور جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر میدان میں اترتا ہے اور تھوڑی دیر بعد جام شہادت نوش کر جاتا ہے، جنگ کے خاتمے پر حضور علیہ السلام شہداء کی لاشوں کا معائنہ فرما رہے تھے جب ثابت بن اصیرم رضی اللہ عنہ کی لاش پر پہنچے تو آپ علیہ السلام نے صحابہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''اس شخص کو دیکھو جس نے اسلام قبول کیا مگر نہ نماز پڑھی، نہ اس نے روزہ رکھا، نہ اسے حج کرنے کا موقع ملا، مگر سیدھا جنت میں پہنچ گیا''۔

یہی حال ملک ممتاز قادری شہیدؒ کا ہے نہ اس نے فن تجوید و قرأت سیکھا، نہ عربی فارسی پڑھی، نہ رومیؒ کی مثنوی دیکھی نہ زمخشریؒ کی کشاف پڑھی، نہ دین کے اسرار و رموز سمجھے مگر ایک راز اس پر ایسا کھلا کہ مقدر کے بند کواڑ کھل گئے، قسمت کا دریچہ کیا کھلا کہ جنت کے دروازے کھل گئے، یہ عقل خورد بیں کا کرشمہ نہیں عشق خدا بیں کی کرامت تھی، کل تک ایک ادنی سپاہی کے فرائض انجام دینے والا قادری آج کروڑوں مسلمانوں کے سینے میں دل بن کر دھک دھک کر رہا ہے۔

غریب باپ کو کیا علم تھا کہ اس کی گود میں شہر محبت کا امیر پل رہا ہے کچے گھروندے کو کیا خبر تھی کہ اس کے احاطے میں پکے عقیدے کا بچہ چل پھر رہا ہے، سنسان حویلی کو کیا پتہ تھا کہ ایمان کی دولت اس کے دامن میں بھری ہوئی ہے، غریب والدین کا عاشق رسول ﷺ بیٹا ممتاز قادری میدان عشق کا شہسوار نکلا............

ع یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

ممتاز قادری آج قبرستان میں آسودۂ خاک ہے اس خاک کا ہر ذرہ سرمہ چشم عشاق ہے، لوگ بقائے دوام پانے کے لیے خضر کی تلاش میں ہیں جو انہیں چشمہ حیواں تک پہنچا سکے وہ سمجھتے ہیں کہ آبِ حیات کے دو گھونٹ انہیں حیات جاودانی بخش دیں گے لیکن انہیں معلوم نہیں کہ حضور ﷺ کے تلوؤں کا دھوون ہی آب حیات ہے، اس کا ایک قطرہ حیات ابد عطا کر دیتا ہے، ملک ممتاز قادری اپنے دم خم سے نہیں انہی کی خاک قدم بن کر زندہ و پائندہ ہے......

ع ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

ماہنامہ القاسم نوشہرہ (KPK)

اپریل ۲۰۱۶ء



جھلکیاں

رپورٹرز

صبح زندگی سے شامِ زندگی تک......

پیدائش

ممتاز قادری یکم جنوری 1985ء کو راولپنڈی میں پیدا ہوا، ۲۰۰۲ء میں پنجاب کانسٹیبلری روات میں شمولیت اختیار کی۔ ۲۰۰۵ء میں چند دنوں کے لیے سپیشل برانچ میں تبادلہ ہوا۔ ۰۸۔۲۰۰۷ء میں ایلیٹ فورس لاہور میں کورس کیا، جس کے بعد مختلف جگہوں پر وی آئی پی سیکیورٹی کے لیے ڈیوٹی سرانجام دینا شروع کی، ۳۱ دسمبر ۲۰۱۰ء کو تحفظ ناموس رسالت ﷺ اور شان اہل بیت کانفرنس کے زیرعنوان مسلم ٹاؤن کے قریب ایک اجتماع میں حضور پاک ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کے مرتکب سلمان تاثیر سے متعلق تقاریر سے متاثر ہو کر قتل کرنے کا ارادہ کیا۔

دوسرا نمبر

ممتاز قادری ۶ بھائیوں اور ۲ بہنوں میں دوسرے نمبر پر تھے ان کے والد ملک بشیر احمد سی ڈی اے کے سابق ملازم ہیں بھائیوں میں صرف ممتاز قادری ہی ۲۰۰۲ء میں محکمہ پولیس میں ملازمت حاصل کرنے کے بعد ۲۰۰۷ء میں ایلیٹ فورس میں شامل ہوئے جبکہ ممتاز قادری کے پسماندگان میں بیوہ اور ایک پانچ سالہ بیٹا محمد علی شامل ہے۔

بھائی

غازی ممتاز قادری شہید کے بھائیوں کا کہنا تھا کہ ہم سے افسوس نہ کیا جائے بلکہ

ہمیں مبارکباد دی جائے کہ ہمارے بھائی نے نبی پاک ﷺ کی حُرمت خاطر اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا ہے، ہمارا بھائی شہید ہے اور شہید کبھی مرتے نہیں۔

سزا

یکم اکتوبر ۲۰۱۱ء کو ممتاز قادری کو انسداد دہشت گردی کی عدالت سے موت کی سزا کا حکم سنایا گیا، ملک ممتاز قادری کے والد کا نام ملک محمد بشیر ہے، ممتاز قادری کی اہلیہ کا نام سمیرا بی بی ہے، ۲۰۱۱ء میں ممتاز قادری کا بیٹا ایک سال کا تھا، جس کا نام محمد علی قادری رکھا گیا، جس کی عمر اس وقت پانچ سال سے زائد ہے، ممتاز قادری کی ایک بیٹے کے علاوہ کوئی اولاد نہیں، ملک ممتاز قادری کے بھائی ملک افضل، ملک تاثیر، ملک عابد اور ملک دل پذیر ہیں۔

کتاب

اڈیالہ جیل میں ممتاز قادری نے نبی پاک ﷺ کے ساتھ اپنی عقیدت اور سلمان تاثیر کے قتل کے بعد درپیش آنے والے واقعات پر مشتمل ایک کتاب تحریر کی، جس کے متعلق اس کی خواہش تھی کہ اس کی پھانسی کے بعد اس کتاب کو پبلش کیا جائے، کتاب میں ممتاز حسین قادری نے اہم واقعات کی منظر کشی کی ہے۔

پھانسی خفیہ

ملک ممتاز قادری کو پھانسی دیئے جانے کا معاملہ انتہائی خفیہ رکھا گیا اور اس بارے میں پنجاب کے محکمہ جیل خانہ جات کے چند افسران ہی باخبر تھے۔ پھانسی دینے والے شخص کو خصوصی گاڑی کے ذریعے اتوار کی شب لاہور سے راولپنڈی کی اڈیالہ جیل پہنچایا گیا جبکہ عموماً پھانسی دینے والے جلاد کو دو دن پہلے آگاہ کیا جاتا ہے کہ اسے کس جیل میں قیدیوں کو تختہ دار پر لٹکانا ہے۔

نمازظہر

ممتاز حسین قادری کے جنازہ سے قبل لیاقت باغ میں جگہ بھر جانے سے آنے والے شرکاء نے نماز ظہر سڑکوں پر ادا کی، جن کے وضو کے لیے واسا انتظامیہ کی جانب سے پانی کا ٹینک دیا گیا تھا، نماز میں بھی ممتاز حسین قادری اور ان کے اہل خانہ کے لیے دعائیں کی گئیں۔ کہیں بھی کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آیا۔

نماز جنازہ

غازی ملک ممتاز حسین قادری کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے ملک کے جید علماء کرام، مشائخ عظام متمنی تھے۔ اس حوالے سے آدھا گھنٹہ مشاورت ہوتی رہی اور پھر شہید کے والد کو اختیار دیا گیا کہ وہ لاؤڈ سپیکر پر آکر خود کسی ایک ممتاز عالم دین کے نام کا اعلان کر دیں اس پر شہید کے والد نے ممتاز عالم دین پیر حسین الدین شاہ کے نام کا اعلان کر دیا جس پر دیگر علماء کرام صفوں میں کھڑے ہو گئے۔

وصیت

غازی ملک ممتاز قادری اپنے کیئے پر پہلے دن سے لیکر آخری دن تک شرمندہ نہیں تھے بلکہ فخر کرتے تھے اسی لیے وہ اپنا کیس عدالتوں میں نہیں چلانا چاہتے تھے وکلاء نے انہیں مجبور کر کے مقدمہ چلانے پر راضی کیا تھا، یہی وجہ تھی کہ انہوں نے ان کے ورثاء اور علماء میں سے کسی نے بھی صدر مملکت سے رحم کی اپیل نہیں کی تھی، یہ باتیں ملک ممتاز قادری کے وکیل راؤ عبدالرحیم نے نئی بات کو خصوصی گفتگو میں بتائی تھیں۔ راؤ عبدالرحیم نے بتایا ہے کہ ملک ممتاز قادری سے وہ کئی بار جیل اور کئی بار تاریخوں پر ملتے رہے جن میں انہوں نے کبھی بھی اپنے کیئے پر نادم ہونے کا اظہار تو درکنار تاثر تک نہیں دیا، بلکہ بطور وکیل میں نے انہیں نوٹ کیا کہ وہ بہت ہی مطمئن تھے، ایک بار جیل میں ملاقات کے

دوران ممتاز قادری نے کہا ''آپ وکلاء اور علماء مجھے مجبور کر رہے ہیں کہ میں کیس کا سامنا کروں جب کہ میں نے سوچ سمجھ کر سلمان تاثیر کو توہین رسالت کی وجہ سے قتل کیا ہے، جس کے بعد مجھے خواب میں نبی پاک ﷺ کی کئی بار زیارت ہوئی ہے مجھے جلد از جلد اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے ملنے کا شوق ہے اور آپ لوگ مجھے مجبور کر کے یہ موقع دور کر رہے ہو، میں اپنے لئے سعادت سمجھتا ہوں کہ اللہ نے مجھے نبی پاک ﷺ کی ناموس پر قربان ہونے کے لیے چنا، میں اس دنیا کو پیغام دے کر جانا چاہتا ہوں کہ کوئی چاہے جتنا بھی بڑا ہو وہ نبی پاک ﷺ کی توہین کرنے کی جرات کرے گا تو اس کی گردن تک عاشقان رسول کے ہاتھ پہنچیں گے۔'' راؤ عبدالرحیم ایڈووکیٹ نے بتایا کہ ملک ممتاز قادری کی وصیت کا اگر وہ تجزیہ کریں تو جو کچھ انہوں نے اپنی وصیت میں لکھا ہے وہ بالکل درست اور سوچا سمجھا ہے، ملک ممتاز قادری نے وصیت کی ہے کہ میری موت پر غم نہیں کرنا میرا مقصد پورا ہو گیا ہے یہ وصیت انہوں نے اپنی والدہ، بھائی اور بہنوں کو آخری ملاقات کے دوران کہی، میں نے جو کیا اس پر مطمئن ہوں، میری موت پر ایسا کوئی کام نہیں کرنا جس سے میری شہادت کا مقصد ختم ہو جائے، جو کچھ ہوا وہ خدا کی مرضی تھی، اس پر آنسو نہیں بہانے۔ واضح رہے کہ سیکرٹری جنرل جماعت اسلامی لیاقت بلوچ نے بھی اسلام آباد میں ایک پریس کانفرنس کے دوران کہا ہے کہ ممتاز قادری نے صدر سے رحم کی اپیل نہیں کی تھی۔

بشکریہ روزنامہ نئی بات

مورخہ یکم مارچ ۲۰۱۶ء



الوداعی ملاقات

مرزا عبدالقدوس

تم ہار گئے، میں جیت گیا

غازی ممتاز قادری کی اہلخانہ سے آخری گفتگو

ممتاز قادری کے اہلخانہ کے مطابق آخری ملاقات میں قادری نے اپنے پانچ سالہ بیٹے کو پیار کیا اور اس سے قرآن پاک کی تلاوت سنی۔ اس کے بعد انتہائی پرسکون انداز میں رشتہ داروں کے سامنے نبی کریم ﷺ کے اوصاف بیان کیئے اور انہیں دین کی تعلیمات پر عمل کرنے کی تلقین کی۔ جیل ذرائع کے مطابق ممتاز قادری نعتیہ اشعار ''یارسول اللہ تیرے چاہنے والوں کی خیر'' پڑھتے ہوئے تختہ دار پر چڑھے۔ ممتاز قادری کے اہلخانہ کے مطابق اتوار اور پیر کی درمیانی شب ساڑھے دس بجے کے بعد ان کے گھر کے سامنے ایک ٹویوٹا ہائی ایس وین آ کر رکی، جس میں موجود سرکاری حکام نے ممتاز قادری کے بھائی ملک دلپذیر کو بلا کر کہا کہ ممتاز قادری کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، آپ، آپ کے والد اور ممتاز قادری کی اہلیہ اپنے بیٹے سمیت ہمارے ساتھ چلیں۔ ملک لپذیر کے مطابق انہوں نے کہا کہ جمعرات کو ہم اِن سے ملاقات کر کے آئے ہیں، وہ بالکل ٹھیک تھے، پھر اس طرح رات کو اچانک جیل بلانے کا کیا مقصد ہے۔ اس پر آنے والے شخص نے اپنے موبائل سے ملک دلپذیر کی ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل سے بات کرائی، جنھوں نے کہا کہ واقعتاً ممتاز قادری کی طبیعت ٹھیک نہیں، آپ فوراً آ جائیں۔ ملک دلپذیر کے مطابق انہیں شک ہوا کہ کچھ گڑبڑ ہے۔ تاہم وہ چند اہلخانہ کے ساتھ سرکاری گاڑی میں بیٹھ گئے جبکہ دیگر رشتہ داروں کو ٹیکسیاں

کرائے پر لے کر اڈیالہ جیل پہنچنے کی ہدایت کی۔

ملک دلپذیر نے ''امت'' کو بتایا کہ وہ، ممتاز قادری کی اہلیہ اور ان کے ۵ سالہ بیٹے محمد علی رضا قادری سمیت ۱۸ افراد جیل پہنچ گئے۔ جیل کے اندر ابھی گاڑی سے اترے نہیں تھے کہ سپرنٹنڈنٹ خود آ گئے اور ممتاز قادری کو پھانسی دینے کے فیصلے سے آگاہ کیا۔ ملک دلپذیر کے مطابق انہیں اس کا پہلے سے اندازہ تھا، کیونکہ اگر ممتاز قادری بیمار ہوتے تو انہیں کسی اسپتال لے جایا جاتا۔ تمام افراد کو جیل کے اندر کمرۂ عدالت میں بٹھا دیا گیا۔ دس منٹ بعد ممتاز قادری کو لایا گیا وہ بالکل ہشاش بشاش تھے۔ انہوں نے مسکرا کر جیل حکام سے درخواست کی کہ میری خواہش ہے کہ یہ آخری ملاقات بھی میرے سیل میں ہی فرشی نشست پر ہو، جہاں ہم پہلے بھی ملتے رہے ہیں۔ حکام نے ان کی درخواست قبول کر لی۔ خاندان کے افراد کے مطابق ممتاز قادری اپنے ڈیتھ وارنٹ پر ان کے پہنچنے سے پہلے ہی دستخط کر چکے تھے اور تحریری وصیت بھی جیل سپرنٹنڈنٹ کے حوالے کر چکے تھے۔ ممتاز قادری کے بھائی ملک دلپذیر نے جیل حکام کی اجازت سے دیگر رشتہ داروں اور ممتاز قادری کے سسرال والوں کو بھی اندر بلوالیا، جو اڈیالہ جیل کے باہر پہنچ چکے تھے۔ آخری ملاقات میں خاندان کے اٹھارہ خواتین و حضرات موجود تھے۔ یہ ملاقات تقریباً ساڑھے تین گھنٹے جاری رہی۔ اس دوران ممتاز قادری ہمیشہ کی طرح دین اسلام کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔ انہوں نے اپنے پانچ سالہ بیٹے محمد علی رضا کو پیار کرتے ہوئے اس سے تلاوت قرآن سنی اور پھر نعت رسول مقبول ''یا رسول اللہ تیرے چاہنے والوں کی خیر'' خوش الحانی سے پڑھی۔ ممتاز قادری کے چچا حاجی سفیر، جو دل کے مریض ہیں، نے ''امت'' سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ''اگر ممتاز قادری سے میری آخری ملاقات نہ ہوتی تو ان کی پھانسی کے صدمے سے شاید میں بھی مر جاتا۔ لیکن ممتاز کا حوصلہ دیکھ کر میرا دل مضبوط ہو گیا اور اب میں اس کی شہادت پر مطمئن ہوں''۔ اہلخانہ کے مطابق چار بجے جیل حکام نے انہیں واپس جانے کا

کہا، جس پر ممتاز قادری نے سب سے فرداً فرداً معانقہ کیا اور آخری سفر کی طرف روانہ ہو گئے۔ لیکن چند قدم چل کر واپس مڑے اور تمام اہلخانہ سے کہا کہ مل کر کھڑے ہوں۔ اس کے بعد انہوں نے فوجی انداز میں سیلوٹ کیا اور مسکراتے ہوئے مڑ کر چلے گئے۔ اہل خانہ کے مطابق اس سے پہلے ممتاز قادری کا اپنے اہلخانہ سے تقریباً سوا گیارہ بجے آمنا سامنا ہوا، تو خوشی کے آنسو بہاتے ہوئے انہوں نے کہا کہ "آج تم ہار گئے اور میں جیت گیا۔ میں کہتا تھا کہ میں نے جس مقصد کے حصول کے لیے شاتم کو قتل کیا وہ پورا ہونے دو۔ لیکن آپ نے اپیل کی جو مسترد ہوگئی، اب شہادت میرا مقدر ہے"۔ آخری ملاقات کے حوالے سے اہلخانہ کا کہنا تھا کہ تمام افراد کال کوٹھڑی میں اس طرح بیٹھ گئے کہ ممتاز قادری اور ان کے درمیان آہنی سلاخ تھی۔ ممتاز قادری نے اپنے پانچ سالہ بیٹے محمد علی رضا قادری کو پیار کرتے ہوئے کہا کہ تلاوت سناؤ۔ اس نے تلاوت کلام پاک کی، جس کے بعد ممتاز قادری نے خوش الحانی سے "یارسول اللہ، تیرے چاہنے والوں کی خیر" پڑھی۔ اس دوران فرط جذبات سے ان کی آنکھوں سے آنسو گرتے رہے۔ نعت شریف مکمل کرنے کے بعد انہوں نے دس پندرہ منٹ تک درود پاک کا ورد کیا۔ پھر دین اسلام کی فضیلت اور نبی کریم ﷺ کے اوصاف بیان کرنے لگے انہوں نے اپنے ایک عزیز کی طرف دیکھ کر کہا کہ داڑھی نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔ میرے کہنے پر نہ رکھو بلکہ یہ سوچ کر رکھ لو کہ اس عمل سے نبی کریم ﷺ کی خوشنودی حاصل ہوگی۔ اس دوران اہل خانہ خاموشی سے آنسو بہاتے رہے۔ لیکن ممتاز قادری کسی خوف سے بے نیاز تمام رشتہ داروں کو دین اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنے کی تلقین کرتے رہے۔ انہوں نے کہا کہ زندگی میں جب بھی کوئی دکھ کی گھڑی آئے تو زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھیں۔ اللہ کریم نبی کریم کی وساطت سے دلی سکون عطا فرمائے گا اور آپ لوگوں کا شمار عاشقانِ رسول ﷺ میں ہوگا، ممتاز قادری کو جب بتایا گیا کہ اب ملاقات کا صرف نصف گھنٹہ باقی ہے، تو انہوں نے اپنے والد ملک محمد بشیر اعوان کے پاؤں چھوتے ہوئے کہا

کہ ”آپ مجھے معاف کردیں، میں آپ کی خدمت نہیں کرسکا اور بڑھاپے میں آپ کو چھوڑ کر جا رہا ہوں“۔ اس موقع پر ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے اور ملک بشیر سمیت کچھ رشتہ دار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ لیکن ممتاز قادری پرسکون رہے۔ ملک بشیر اعوان نے ممتاز قادری کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لے کر چوما اور آنکھوں سے لگانا شروع کردیا۔ اسی طرح ممتاز قادری نے اپنے سسر راجہ نفیس، چچا ملک ضمیر اور دیگر بزرگوں، خاص طور پر بڑے بھائی ملک دلپذیر اعوان سے معافی طلب کی اور کہا کہ اگر کبھی گستاخی ہوگئی ہو تو معاف کردینا۔ اس موقع پر تمام بھائیوں نے اپنے قابل فخر بھائی کو سلام پیش کیا اور کہا کہ ہمیں تم پر فخر ہے۔ موقع پر موجود اہلخانہ کے مطابق ممتاز قادری نے اپنی اہلیہ کو تسلی دی اور کہا کہ شاید میں تمہارا حق پورا نہیں کرسکا مجھے معاف کردینا۔ اس دوران پانچ سالہ بیٹے محمد علی نے کہا کہ ”ابو، آج گھر چلیں“۔ اس پر ممتاز قادری نے کہا ”آج میں ضرور گھر آؤں گا، بس ذرا نماز پڑھ لوں، تم اپنی امی کے ساتھ گھر چلو“۔ ملاقات کا وقت ختم ہوا تو ممتاز قادری کھڑے ہو کر تمام افراد سے ملے۔ والد سے کہا کہ ”میں اپنے پیارے نبی ﷺ کے پاس جا رہا ہوں، آپ افسردہ کیوں ہیں“؟ باپ نے جواب دیا ”میں افسردہ نہیں ہوں، اللہ تعالیٰ تمہاری قربانی قبول کرے، یہ شکر کے آنسو ہیں“۔ ممتاز قادری نے واپس جانے کے لیے چند قدم ہی اٹھائے تھے کہ اچانک واپس مڑے اور کہا کہ آپ سب لوگ ایک ساتھ کھڑے ہوں۔ پھر انہوں نے مسکراتے ہوئے فوجی انداز میں سیلوٹ کیا اور فاتحانہ انداز سے سیکورٹی اہلکاروں کے پہرے میں تختہ دار کی طرف روانہ ہوگئے۔ اہل خانہ کے مطابق ممتاز قادری کی لاش پون گھنٹے بعد ان کے حوالے کردی گئی۔ خواتین پہلے ہی گھر چلی گئی تھیں۔ جبکہ مرد حضرات میت کے ساتھ گھر پہنچے۔ پیر کی صبح سات بجے ممتاز قادری کے جسد خاکی کو غسل دیکر عوام کے دیدار کے لیے رکھ دیا گیا۔ جنازے کا اعلان پیر کی سہ پہر ۵ بجے کیا گیا تھا۔ لیکن اندرون و بیرون ملک سے لوگوں کی ٹیلی فون کالز پر یہ فیصلہ تبدیل کرنا پڑا۔ شہید کے والد نے ”امت“

کو بتایا کہ ملک کے مختلف شہروں اور بیرون ملک سے لوگوں کے فون آرہے تھے اور ان کا اصرار تھا کہ وہ جنازے میں شریک ہونا چاہتے ہیں۔ اس لیے جنازہ ایک دن بعد رکھا گیا ہے۔ ممتاز قادری کی میت گھر سے ملحق تین چار کنال کے وسیع پلاٹ میں برف کی سلوں کے درمیان رکھی گئی، جہاں ہزروں افراد نے لائن میں لگ کر آخری دیدار کیا۔ وقفے وقفے سے خواتین کو بھی دیدار کرایا جاتا رہا۔ محتاط اندازے کے طابق پیر کے روز ایک لاکھ سے زائد افراد نے میت کا دیدار کیا۔ ان کے نورانی چہرے پر سکون اور مسکراہٹ نمایاں تھی۔ میت جس وسیع پلاٹ میں رکھی گئی، وہاں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی، اطراف کی گلیوں میں بھی لوگوں کا بے پناہ رش تھا۔ منتظمین کی طرف سے مسلسل اعلانات کئے جارہے تھے کہ جو لوگ دیدار کر چکے ہیں وہ آگے تشریف لے جائیں تاکہ دوسرے افراد کو موقعہ مل سکے۔ اہل محلہ کی جانب سے گلیوں میں ٹھنڈے پانی کی سبیلوں کا بندوبست کیا گیا۔ تاہم اس موقع پر کوئی باوردی سیکورٹی اہلکار نظر نہیں آیا۔

ممتاز قادری کے اہل خانہ کے مطابق شہید قادری نے وصیت کی تھی کہ ان کی نماز جنازہ پیر الیاس عطار قادری پڑھائیں۔ وہ اگر ملک میں نہ ہوں یا کسی مجبوری کی وجہ سے نہ آسکیں تو جامعہ ضیاء العلوم سیٹلائٹ ٹاؤن کے پیر سید حسین الدین شاہ نماز جنازہ پڑھائیں۔ نماز جنازہ کے انتظامات کا جائزہ لینے کے لیے پیر کے روز شباب اسلامی پاکستان کے امیر مفتی محمد حنیف قریشی اور دیگر علماء نے لیاقت باغ کا دورہ کیا۔ ذرائع کے مطابق پشاور سے لیکر بھکر میانوالی، لاہور اور گوجرانوالہ تک سے ہزاروں افراد پیر کی سہ پہر جنازے کی خبر سن کر لیاقت باغ پہنچ گئے تھے۔ ان کا واپس جانا اور اگلے روز دوبارہ آنا ممکن نہ تھا۔ اس لیے ہزاروں افراد نے لیاقت باغ میں ہی ڈیرے ڈال لئے تھے۔ مفتی حنیف قریشی جو کراچی سے ہنگامی طور پر راولپنڈی پہنچے تھے، نے ''امت'' سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ عاشق رسول ﷺ کا جنازہ بتادے گا کہ سچا عاشق کون ہوتا ہے؛ جبکہ گستاخوں کو جنازہ

پڑھانے والا ہی نہیں ملتا۔ (یاد رہے کہ کئی علماء نے سلیمان تاثیر کا جنازہ پڑھانے سے انکار کیا تھا) مفتی حنیف نے کہا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ ''ہمارے جنازے بتادیں گے کہ حق پر کون تھا''۔ اس لیے جن کے شعور کی آنکھیں بند ہیں، وہ آج اپنی آنکھوں سے حق کو دیکھ لیں۔

ممتاز قادری کے پچاسی سالہ والد ملک محمد بشیر اعوان بیٹے کی میت سے دس میٹر دور کرسی پر بیٹھے تھے۔ ان کے بڑے بیٹے ملک دلپذیر بھی ساتھ موجود تھے۔ عقیدت مندوں کی جانب سے بیٹے کی شہادت پر معانقہ کر کے مبارک باد دینے کا سلسلہ طویل ہو گیا تو حاضرین نے اصرار کر کے انہیں کرسی پر بیٹھا دیا تھا۔ ملک بشیر اعوان نے نمائندہ ''امت'' سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ''ہم اللہ کی رضا پر خوش ہیں۔ مجھے فخر ہے کہ میرے بیٹے کو عشق رسول ﷺ کے جرم میں پھانسی دی گئی اور وہ کسی بھی مرحلے پر نہیں ڈگمگایا۔ ہم نے زبردستی اپیل کی تھی، جس کا شکوہ اس نے ہم سے آخری ملاقات میں بھی کیا۔ کیونکہ اسے شہادت کی تمنا تھی۔ آخری ملاقات میں اس نے ہمیں نئے سرے سے جینے کا حوصلہ دیا ہے، جس پر ہم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں۔ اللہ تعالیٰ عشق رسول ﷺ کا جذبہ ان تمام مسلمانوں کے سینے میں بھر دے جو نبی کریم ﷺ کے نام کا کلمہ پڑھتے ہیں''۔ اس موقع پر ممتاز قادری کے بڑے بھائی ملک دلپذیر اعوان نے گفتگو کرتے ہوئے ''امت'' کے کردار کو سراہا اور کہا کہ آپ لوگوں نے میڈیا کے محاذ پر حق ادا کر دیا۔ انہوں نے قرآن کریم کی ایک آیت کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ''اللہ تعالیٰ نے جان اور مال گروی رکھے ہیں اور وہ کسی بھی وقت واپس لے سکتا ہے۔ لیکن اگر جان اور مال اللہ کے دین کے لیے کام آ جائے تو اس سے بڑی خوش قسمتی کیا ہوگی''۔ انہوں نے کہا کہ آج عاشقان رسول ﷺ کے لیے عید کا دن ہے اور ظالموں کے لیے موت ہے۔ ملک دلپذیر نے کہا کہ ہمیشہ سے قادری شہید کا موقف تھا کہ اگر میری جان نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے کام آ جائے تو میں ایسی کروڑوں جانیں قربان

کرنے کو تیار ہوں۔کل رات جب پھانسی کا پھندہ سامنے جھول رہا تھا، تب بھی ان کا یہی موقف تھا، جس سے ہمارے دل بھی مزید مضبوط ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت بلند کرتے وہ پھانسی گھاٹ کی طرف گئے۔ بعد میں ہمیں بتایا گیا کہ پھانسی کا پھندا انہوں نے اپنے ہاتھ سے گلے میں ڈالنے کی خواہش کی تھی جو قانونی مجبوری کی وجہ سے پوری نہ کی جا سکی۔ ملک دلپذیر اعوان نے کہا کہ سیکورٹی اہلکاروں نے ہمیں مبارکباد دیتے ہوئے کہ ممتاز قادری خوش قسمت ہیں کہ ان کو شہادت اس دن (پیر کو) نصیب ہوئی، جس دن نبی کریم ﷺ پیدا ہوئے تھے۔ ان کے بڑے بھائی ملک سفیر نے کہا کہ نہ قادری شہید کو اور نہ ہمیں کوئی دکھ یا ملال ہے۔ وہ سچے عاشق رسول ﷺ تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی پیروی کرنے کی ہمت دے۔ ممتاز قادری کی تدفین ان کے سسرال کے قبرستان بھارہ کہو اسلام آباد میں ہوگی۔ خاندانی ذرائع کے مطابق اس خواہش کا اظہار آخری ملاقات کے دوران ان کے سسر راجہ محمد نفیس نے کیا تھا۔ ممتاز قادری شہید اور ان کے والد ملک محمد بشیر اعوان نے ان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اسے منظور کر لیا۔

روزنامہ امت

یکم مارچ ۲۰۱۶ء



زاویہ نظر

مفتی منیب الرحمٰن

عاشقِ رسول ﷺ کا سفرِ آخرت

فیض احمد فیض نے کہا تھا:

جس دھج سے کوئی مقتل کو گیا، وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے، اس جاں کی تو کوئی بات نہیں

یہی بات اہلِ عزیمت کے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انداز میں کہی تھی کہ ''ہمارے اور اہل بدعت کے موقف اور مقام کا فرق جنازوں سے واضح ہو جائے گا''۔ منگل یکم مارچ ۲۰۱۶ء کو جنازے نے فیصلہ کر دیا کہ پاکستان کی سرزمین پر چشم فلک نے اس سے بڑا جنازہ شاید ہی کبھی دیکھا ہو کئی کلومیٹر پر پھیلے ہوئے نماز جنازہ کے شرکاء کی قطعی تعداد کا صحیح تخمینہ تو دشوار ہوگا، لیکن اگر کسی اجتماع کو ملین قرار دیا جا سکتا ہے تو یہ اجتماع یقیناً دو ڈھائی ملین سے کم نہیں ہوگا، جب کہ سب کو معلوم ہے کہ نماز جنازہ کی صفوں میں فاصلہ نہیں ہوتا انگریزی محاورے کے مطابق لوگ Neck to Neck کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ سب لوگ ملک کے گوشے گوشے سے اپنی قلبی انگیخت، ایمانی تقاضے اور حب رسول ﷺ کے جذبے سے سرشار ہو کر آئے تھے، ہر ایک سے جیسے بن پڑا بے اختیار چل پڑا اور اس سعادت سے فیض یاب ہوا۔ لوگوں نے ایسے جنازے میں شرکت کو اپنے لیے وسیلہ شفاعت ونجات سمجھا۔

میڈیا کی دو عملی بھی عیاں ہوئی اور پہلی بار پیمرا بھی متحرک نظر آیا۔ ہمارے

شہسوارانِ صحافت ہمیشہ دعویٰ کرتے رہتے ہیں کہ ہم تو آئینہ دکھاتے ہیں، جو ہے وہ نظر آتا ہے، اگر کسی کو برا نظر آئے تو ہمیں کوسنے کے بجائے اُسے اپنا ہی چہرہ نوچ لینا چاہیے۔ ہم کہتے ہیں کہ جو آپ کا دل چاہتا ہے، وہ آپ دکھاتے ہیں، میڈیا سراسر کاروبار ہے، الا ماشاء اللہ، جسے اللہ تعالیٰ استقامت بخشے اور سچ دکھانے، سچ بیان کرنے اور سچ بولنے کی توفیق عطا فرمائے۔ کوئی من چلا شخص بجلی کے پول پر چڑھ جائے تو اس منظر کو ۲۵ چینل نان سٹاپ لائیو نشر کرتے ہیں، جب کہ ایک عاشق رسول کا جنازہ ہو تو ان کے کیمرے اندھے بن جاتے ہیں، ان کی زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں اور ان کے قلم ٹوٹ جاتے ہیں، کیا یہ انصاف ہے؟

امام احمد بن حنبلؒ نے اپنے مخالفین کو اہل بدعت سے تعبیر کیا تھا۔ وہ معتزلہ تھے، جو وحی ربانی کو عقل کی سان پر چڑھا کر دین کی من پسند تاویلات کرتے تھے، یہ تاریخ اسلام کے پہلے عقلیت پسند (Rationalist) تھے، آج کل کے لبرل، مادر پدر آزاد، دین بیزار، تجدد پسند اسلامک اسکالرز اور نام نہاد مفکرین انہی کی معنوی اولاد اور ان کا جدید ایڈیشن ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اے ایمان والو! غیروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ، یہ تمہیں نقصان پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھیں گے، ان کی دلی آرزو تو یہ ہے کہ تمہیں تکلیف میں مبتلا دیکھیں، بغض تو ان کی باتوں سے عیاں ہو چکا ہے اور جو نفرت وہ اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں، وہ اس سے کئی درجے زیادہ ہے"۔ (آل عمران:۱۱۸)

عدالت نے قانونی موشگافیوں کا سہارا لیا۔ قانون انسانوں کے لیے ہوتا ہے، انسان قانون کے لیے نہیں ہوتے۔ ہر سانس میں جمہوریت کا راگ الاپنے والے جمہور کے عقائد ونظریات اور جذبات سے کھیل کر لطف اندوز ہوتے ہیں۔ عدالت نے دفاع کے وکلا، جو کہ عدالت عالیہ کے ریٹائرڈ جج تھے، کو پورے طریقے سے سنا ہی نہیں، نہ ہی ان کے موقف اور دلائل کو فیصلے کا حصہ بنایا، ایسا لگتا ہے کہ سب کچھ پہلے سے طے تھا۔ یہ

بات تو دہرائی جاتی رہی کہ توہین رسالت نہیں کی، قانون کی توہین کی ہے اور اسے کالا قانون کہا ہے۔تو سوال یہ ہے کہ قانون اگر شریعت کے مطابق ہو اور اس کی توہین کی جائے تو یہی تو شریعت کی توہین ہے، اور اگر قانون شریعت تحفظ ناموس رسالت سے متعلق ہو، تو یہ بالواسطہ توہین رسالت نہیں تو اور کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور جو شخص ہدایت واضح ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے گا اور اہل ایمان کی (اجماعی) راہ کو چھوڑ کر کسی اور راہ پر چل پڑے گا، ہم اسے اسی کی اختیار کی ہوئی راہ پر پھیر دیں گے اور اسے جہنم میں جھونک دیں گے اور وہ نہایت ہی برا ٹھکانا ہے'' (النساء:۱۵)۔رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''اللہ تعالیٰ میری امت کو ضلالت پر جمع نہیں فرمائے گا، اللہ تعالیٰ کا دست تائید جماعت کو حاصل ہے، جو شخص امت کی اجماعی راہ سے الگ ہوا وہ جہنم میں گرا''۔(سنن ترمذی:۱۶۷) آپ ﷺ نے فرمایا: جوامت کی اجماعی راہ سے الگ ہوا وہ جہنم میں جا گرا''۔(سنن ابن ماجہ:۳۹۵)

حکومتِ وقت نے شب خون مارا اور رات ایک بجے ممتاز حسین قادری شہید کی سزائے موت کو نافذ کرنے کا فیصلہ کیا۔کیا کسی دہشت گرد کے ساتھ بھی ایسا سلوک روا رکھا گیا ہے؟ یہ ان حکمرانوں کی بد نصیبی ہے اور انہوں نے اس کا ارتکاب کر کے اپنے زوال کی پہلی اینٹ خود ہی رکھ دی ہے۔کیا علامہ محمد اقبال اور قائداعظم محمد علی جناح جب غازی علم الدین شہید کا مقدمہ لڑ رہے تھے، تو وہ ایک قاتل اور دہشت گرد کا مقدمہ لڑ رہے تھے عاشق رسول ﷺ کا، کیا وہ جذباتی اور مذہبی جنونی تھے یا انہیں محبت رسول ﷺ کے جذبے نے یہ سعادت بخشی؟ جج نے تو وہاں بھی قانون کی آڑ لی تھی اور انصاف کو قتل کر دیا تھا۔یہاں میں یہ بات بھی ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف اور ان کے نمائندوں نے بعض علمائے اہلسنت سے یہ وعدہ کیا تھا کہ ممتاز حسین قادری کو سزائے موت نہیں دی جائے گی اور ہم اس معاملے کو معرض التواء میں ڈال دیں گے، لیکن اُن کا یہ قول و قرار بھی

جھوٹ ثابت ہوا۔حکمرانوں سے ہمارا سوال ہے کہ اہانتِ رسول اللہ ﷺ پر جن مجرموں کو سزائے موت ہوئی ہے، کیا ان میں جرأت ہے کہ انہیں بھی تختہ دار پر لٹکائیں۔ایک عاشق رسول کو تو امریکہ و اہلِ مغرب اور ملک کے اندر اُن کے ایجنٹوں کو خوش کرنے کے لیے تختہ دار پر لٹکا دیا، لیکن کیا ان میں ہمت ہے کہ گستاخانِ رسول کو بھی اُن کے عبرت ناک انجام سے دوچار کریں۔اسی طرح سپریم کورٹ آف پاکستان سے ہر پاکستانی مسلمان کا یہ سوال ہے کہ ہماری نام نہاد آزاد عدلیہ آسیہ مسیح کے کیس کو انجام تک کیوں نہیں پہنچا رہی، اُسے کون سا خوف لاحق ہے اور کس کی خوشنودی مطلوب ہے، تاریخ کا یہ سوال اُن پر قرض ہے اور اُنہیں سوچنا چاہیے کہ تاریخ انہیں کس طبقے میں شمار کرے گی؟ جب توہین عدالت کا ڈراوا بھی ختم ہو جائے گا اور یہ لوگ عوام کے درمیان آئیں گے تو انہیں پتا چلے گا کہ عاشقانِ رسول ﷺ انہیں کس نظر سے دیکھتے ہیں۔

تقریباً ڈھائی ملین کا اجتماع اگر بے قابو ہو جاتا یا بپھر جاتا یا اُن کے جذبات کو مشتعل کیا جاتا تو تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ صورتِ حال کیا رُخ اختیار کرتی اور نہ جانے کتنی جانوں اور املاک کا نقصان ہو جاتا اور شرپسند اس میں گھس کر گھیراؤ جلاؤ اور لوٹ مار کا بازار گرم کر دیتے۔اکابر اہلسنت نے دینِ حق اسلام مسلک حق اہل السنۃ والجماعۃ اور پاکستان کے بہترین مفاد میں نہ صرف اپنے جذبات کو قابو میں رکھا بلکہ عوام کو بھی برابر صبر کی تلقین کرتے رہے۔ہم مسلسل امن و امان کی اپیل کرتے رہے، ہمارے بیانات سوشل میڈیا پر آج بھی موجود ہیں، قومی اور نجی املاک کی حرمتوں کی حفاظت کی تاکید کرتے رہے، ہم اللہ تعالیٰ کے حضور سربسجود ہیں اور لاکھوں شرکائے جنازہ کے شکرگزار ہیں کہ اُن کے تعاون کے طفیل اللہ تعالیٰ نے ہمیں امن و امان کے قیام میں سرخرو فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت اور اس کے حبیب مکرم ﷺ کے وسیلے سے ہم نہایت پر امن طریقے سے جنازے اور تدفین کے مراحل کو انجام تک پہنچانے میں کامیاب ہوئے۔مختلف مکاتب فکر اور طبقات

کے جو عمائدین نمازِ جنازہ میں شریک ہوئے، ہم اُن سب کے شکر گزار ہیں۔ راولپنڈی کے اہلِ دل اور اہلِ ثروت نے اپنی استطاعت کے مطابق شرکاء جنازہ کی خدمت کی اور انہیں سہولتیں فراہم کیں، ہم اُن سب کے بھی شکر گزار ہیں اور یہ اُن کے لیے بھی سعادت کی بات ہے، کیونکہ انہوں نے یہ سب کچھ حضور ﷺ کی محبت میں کیا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ غازی ممتاز حسین قادری شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کے درجات کو اپنی بارگاہ میں بلند فرمائے، رسول اللہ ﷺ کی ناموس کی حفاظت کے لیے جو قربانی انہوں نے پیش کی، اُسے بارگاہِ رسالت میں شرفِ قبولیت نصیب ہو۔ مرحوم کے اعزا و اقربا اور تمام دکھی علماء و مشائخ و عوام اہلسنت اور جملہ اہل اسلام کو صبر جمیل نصیب فرمائے اور اس پر انہیں اجر عطا فرمائے۔

ممتاز قادری کا شمار تو صحابہ کرام اور بعد کے ادوار کی اُن عظیم ہستیوں کی صف میں ہوگا جو ناموس رسالت ﷺ پر قربان ہو کر شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوئے اور جنہوں نے وقتاً فوقتاً شاتمانِ رسول کو اُن کے عبرت ناک انجام سے دوچار کیا۔

روزنامہ دنیا لاہور

۵ مارچ ۲۰۱۶ء



ردِعمل

قومی راہنما

پاکستان کی تاریخ کا سیاہ ترین دن

☆ جماعت اہلسنت پاکستان کے مرکزی امیر صاحبزادہ سید مظہر سعید کاظمی نے ممتاز قادری کو پھانسی دینے پر غم وغصہ کا اظہار کیا اور اس سانحہ کی شدید مذمت کی ہے۔ صاحبزادہ مظہر سعید کاظمی نے ۲۹ فروری کو تاریخ کا سیاہ ترین دن قرار دیا۔

☆ جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی صدر پیر اعجاز احمد ہاشمی نے کہا ہے کہ عاشق رسول ﷺ غازی ممتاز حسین قادری کی پھانسی پر دل رنجیدہ اور افسردہ ہوا ہے۔ حکمرانوں کو نتائج بھگتنا ہوں گے، جو سزائے موت کو عمر قید میں بدلنے کی یقین دہانیوں کے باوجود انصاف کا قتل کرنے سے باز نہیں آئے۔ اس کا ہر صاحب ایمان کو دکھ ہوا ہے۔ ممتاز قادری کو مغربی آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے پھانسی دی گئی، اگر ریمنڈ ڈیوس سے دیت لی جا سکتی تھی تو ممتاز قادری سے کیوں نہیں؟ ممتاز قادری کے لیے پوا ملک سوگوار ہے جبکہ سلمان تاثیر کا جنازہ پڑھنے کے لیے بھی کوئی تیار نہ تھا۔

☆ جمعیت علماء پاکستان (نورانی) وملی یکجہتی کونسل کے صدر صاحبزادہ ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر الوری نے کہا ہے کہ ممتاز قادری کی شہادت رائیگاں نہیں جائے گی۔ انشاء اللہ یہ ظالم حکمران اللہ کے عذاب سے نہیں بچ سکیں گے۔ انہوں نے کہا کہ آج کا دن پاکستان کی تاریخ کا سیاہ ترین دن ہے۔ اسلام کے نام پر قائم ہونے والے ملک میں اسلام کے خلاف بدترین فیصلہ ہوا۔ عاشق رسول ﷺ ممتاز قادری کو سزائے موت دے دی گئی ممتاز قادری تو اللہ اور اس کے محبوب کا محبوب بن گیا۔ ان بدبختوں کا کیا بنے گا۔ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ناراض کرلیا ہے۔

اندھیر نگری چوپٹ راج ہے۔ عاشق رسول ﷺ کو سزائے موت اور ریمنڈ ڈیوس جیسے قاتل اور ملک کے جاسوس کو آزاد کرایا جاتا ہے۔

☆ جمعیت علمائے پاکستان کے مرکزی سیکرٹری جنرل اور مرکزی جماعت اہل سنت کے نگران اعلیٰ شاہ محمد اویس نورانی صدیقی نے کہا ہے کہ حکومت انصاف کے تقاضے پورے نہیں کر رہی تھی۔ حکومت اپنے دعوے میں جھوٹی تھی اس لیے رات کے اندھیرے میں اتنا بڑا اقدام کیا گیا۔ قوم سے ایک ایسا دھوکا کیا گیا جسے قوم کبھی بھی کسی بھی صورت نہیں بھولے گی۔ اگر حکومت اس معاملے میں سچی ہوتی تو یہ پھانسی کھلے عام مکمل اعلان کے ساتھ دی جاتی مگر ممتاز حسین قادری کے قاتلوں کو ڈر تھا کہ عوامی جدوجہد انہیں اپنی کرسیوں سے محروم نہ کر دے۔ مغربی سامراج اور یورپی یونین کے دباؤ میں آ کر حکومت نے اپنے زوال نامہ پر دستخط کر دیئے ہیں۔ کراچی میں نورانی چورنگی نمائش پر جلسے سے خطاب کرتے ہوئے اویس نورانی صدیقی نے کہا کہ پیر محفوظ مشہدی، پیر امین الحسنات سمیت تمام سنی پیران عظام ”جون لیگ“ کے ٹکٹ پر الیکشن لڑے ہیں وہ اپنی اسمبلیوں کی نشستوں سے احتجاجاً مستعفی ہوں کیونکہ مذہبی جماعتوں کو سنجیدگی سے ایک مستحکم اتحاد بنا کر اپنی حیثیت منوانے کی ضرورت ہے۔

☆ سنی اتحاد کونسل کے سربراہ صاحبزادہ حامد رضا نے کہا ممتاز قادری کی پھانسی کا دن پاکستان کی تاریخ کا سیاہ ترین دن ہے۔ صاحبزادہ حامد رضا کا کہنا ہے کہ بزدل حکمرانوں نے امریکی اور مغربی دباؤ پر ممتاز قادری کو پھانسی دی ہے۔

☆ ملی مجلس شرعی نے ممتاز قادری کو پھانسی دیئے جانے کی مذمت کرتے ہوئے اپنے ردعمل میں کہا ہے کہ ممتاز قادری کیس میں انصاف کے تقاضے پورے نہیں کیے گئے، شرعی پہلوؤں کو بھی نظر انداز کیا گیا۔

☆ عالمی جماعت اہلسنت کے مرکزی امیر مفتی پیر سید مصطفیٰ رضوی، مرکزی سیکرٹری جنرل پیر سید شاہد حسین گردیزی نے مرکز اہلسنت جامع حزب الاحناف میں ہونے والے

رابطہ کونسل کے ہنگامی اجلاس میں ممتاز قادری کو پھانسی دینے کے واقعے کی شدید مذمت کی۔

☆ شیخ الحدیث مفتی عبدالعلیم سیالوی نے جامعہ نعیمیہ میں مفتیان کرام، علماء کرام اور مدرسین کے اجلاس میں کہا کہ عاشق رسول کو پھانسی دینا قرآن وسنت کی تعلیمات کے منافی ہے۔ ممتاز قادری کی سزائے موت سے اہل اسلام کو انتہائی رنج ہوا ہے۔ محسن انسانیت آقائے دو جہاں ﷺ کی گستاخی نا قابل معافی جرم ہے۔

☆ ناظم اعلیٰ جامعہ نعیمیہ لاہور علامہ ڈاکٹر راغب حسین نعیمی نے کہا کہ مفتیان کرام کی رائے میں مختلف کورٹس نے سزائے موت دیئے اور توثیق کرتے ہوئے اس قتل کے پس منظر کو نہ صرف نظر انداز کیا بلکہ قانونی نکات پر بھی بحث نہ کی گئی۔ جبکہ اسلامی احکامات کو پس پشت ڈال دیا گیا اور وکیل صفائی کو بھی خاطر خواہ وقت نہیں دیا گیا۔

☆ امیر جماعۃ الدعوۃ پاکستان پروفیسر حافظ محمد سعید نے ممتاز قادری کی پھانسی کی مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ وطن عزیز پاکستان اس وقت پہلے ہی سخت مشکلات سے دوچار ہے اور بیرونی قوتیں اسے عدم استحکام سے دوچار کرنے کی منظم سازشیں کر رہی ہیں۔ ان حالات میں حکومت کی طرف سے ممتاز قادری کو پھانسی دیکر ملک میں ایک نیا مسئلہ کھڑا کر دیا گیا ہے۔ حکومت کی طرف سے مسئلہ کی حساسیت کو پیش نظر رکھنے کی بجائے جس طرح بغیر سوچے سمجھے انداز میں ممتاز قادری کو پھانسی دی گئی ہے اسے کسی صورت درست قرار نہیں دیا جا سکتا اپنے بیان میں انہوں نے کہا کہ علماء کرام اور تمام دینی وسیاسی جماعتوں کے قائدین کو باہم مل بیٹھ کر مشترکہ لائحہ عمل ترتیب دینا چاہیے۔

☆ یہ سارے جتن انسداد توہین رسالت قانون کے خاتمے کے لیے کیے جا رہے ہیں لیکن دنیا یاد رکھے انسداد توہین رسالت کا قانون کسی صورت ختم نہیں کرنے دیں گے ان خیالات کا اظہار جمعیت اہلسنت پاکستان کے رہنماؤں مولانا قاضی عبدالرشید، مولانا پیر

عزیز الرحمٰن ہزاروی، مولانا اشرف علی، مولانا ظہور احمد علوی، مولانا عبدالغفار، مولانا مفتی عبدالسلام، مولانا نذیر فاروقی، مولانا مفتی مجیب الرحمٰن، مولانا عبدالغفار توحیدی، مولانا فیض الرحمٰن عثمانی اور دیگر نے اپنے ایک مشترکہ بیان میں کیا۔

☆ ممتاز قادری کی سزائے موت پر ہنگامی عملدرآمد ناقابل فہم ہے جس کے گہرے اور انتہائی بھیانک اثرات مرتب ہوں گے، پاکستان میں آج تک کسی گستاخ رسول کو سزا نہیں دی جا سکی یکطرفہ سزا دوہرا معیار ہے، انسداد توہین رسالت قانون کو جب تک موثر اور قابل عمل نہیں بنا دیا جاتا اس وقت تک وطن عزیز کو موجودہ صورتحال سے نجات نہیں دلائی جا سکتی، قوم جلاؤ گھیراؤ اور پرتشدد احتجاج سے گریز کرتے ہوئے پرامن رہے اور صبر وتحمل سے کام لیا جائے ان خیالات کا اظہار وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے رہنماؤں شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان اور مولانا محمد حنیف جالندھری نے اپنے ایک مشترکہ بیان میں کیا۔

☆ سربراہ پاکستان سنی تحریک محمد ثروت اعجاز قادری نے غازی ممتاز حسین قادری کو پھانسی دینے کی شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے کہا کہ غازی ممتاز حسین قادری کو دی جانے والی سزا انصاف کا قتل عام ہے، حکمرانوں نے اسلامی قوانین کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں، ریمنڈ ڈیوس کو رہا کرنے والے حکمرانوں نے ممتاز قادری کو پھانسی دے کر ثابت کر دیا کہ انہوں نے ملک کو سیکولر بنانے کا عزم کر لیا ہے۔

☆ غازی ممتاز قادری شہید کو پھانسی دینے کی اطلاع سے دارالعلوم حقانیہ میں رنج و الم کی لہر دوڑ گئی۔ ہر شخص اس ظالمانہ جسارت پر محو حیرت ہو کر سر پکڑ کر رہ گیا، دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم اور جمعیۃ علماء اسلام کے امیر مولانا سمیع الحق شدت جذبات سے بے قابو اور نڈھال تھے، اطلاع کے بعد فوری طور پر دارالعلوم کے وسیع ایوان "شریعت ہال" میں ختم کلام پاک سے ایصال ثواب کیا گیا، اور ناموس رسالت پر قربان ہونے والے غازی ممتاز قادری کو

خراج عقیدت پیش کیا گیا، اس موقع پر ہزاروں طلبہ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے، مولانا سمیع الحق نے اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یہ پاکستان کی تاریخ کا سیاہ ترین دن ہے کس ڈھٹائی سے حکمرانوں نے اللہ اور رسول کے غضب کو دعوت دی ہے، آج پوری پاکستانی قوم کے سر شرم سے جھک گئے ہیں۔

☆ امیر جماعت اسلامی سینیٹر سراج الحق نے حکومت سے مستعفی ہونے کا مطالبہ کر دیا ہے وہ گذشتہ روز جناح پارک میں احتجاجی ریلی کے بعد میڈیا سے گفتگو رہے تھے انہوں نے کہا کہ ہم اس معاملے کو سینیٹ اور قومی اسمبلی میں بھی اٹھائیں گے یہ معاملہ ناموس رسالت کا معاملہ ہے اور ناموس رسالت پر ہر مسلمان مر مٹنے کے لیے تیار ہے اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ یہ کسی ایک پارٹی اور خاندان کا معاملہ نہیں ہے یہ امت کا مسئلہ ہے انہوں نے کہا کہ صدر پاکستان نے ممتاز قادری کی پھانسی کے احکامات پر دستخط کر کے قوم کو انتہائی منفی پیغام دیا ہے اور یہ تاثر دیا کہ اب کوئی بھی توہین رسالت کرے کوئی نہیں پوچھے گا۔ انہوں نے کہ حکومت نے چند این جی اوز اور امریکہ کو خوش کر کے عاشق رسول کو شہید کیا۔

☆ جماعت اسلامی کے رہنما لیاقت بلوچ نے ممتاز قادری کو پھانسی دی جانے پر مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ عاشق رسول ﷺ کو مغربی ایجنڈے کی تکمیل کی خاطر پھانسی پر چڑھا دیا گیا ہے۔ حکومت نے رات کی تاریکی میں اس جرم کا ارتکاب کیا۔

☆ جمعیت علماء اسلام کے مرکزی امیر مولانا فضل الرحمٰن نے ممتاز قادری کی پھانسی پر سخت ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے پھانسی کے اقدام کی شدید مذمت کی اور کہا کہ حیرانگی اس بات پر ہے کہ قتل کے ہزاروں مقدمات زیر بحث ہیں لیکن ممتاز قادری کے کیس میں تیزی دکھائی گئی ہے مرکزی میڈیا آفس کے مطابق وہ پارٹی راہنماؤں مولانا محمد امجد خان، حاجی شمس الرحمٰن شمسی، محمد اسلم غوری، مفتی ابرار احمد سے ٹیلی فونک گفتگو کر رہے تھے۔ جمعیت

علماء اسلام کے مرکزی قائم مقام سیکرٹری جنرل مولانا محمد امجد خان اور مرکزی سیکرٹری اطلاعات حافظ حسین احمد نے ممتاز قادری کو پھانسی دینے کے اقدام کو بیرونی دباؤ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس طرح کے اقدامات سے تو مغرب عشق مصطفیٰ ﷺ کو مسلمانوں کے دلوں سے نہیں نکال سکتا ہے انہوں نے کہا کہ ممتاز قادری نے اپنی دنیا اور آخرت بنالی ہے۔

☆ جے یو آئی کے دیگر مرکزی راہنماؤں مولانا عبدالقیوم ہالیجوی، مولانا فضل علی حقانی، مولانا محمد یوسف، سید فضل آغا، عبدالرزاق عابد لاکھو نے کہا ہے کہ ممتاز قادری کی پھانسی سے پاکستان کی عوام نہیں بلکہ پوری دنیا کا مسلمان غم میں ڈوبا ہوا ہے انہوں نے کہا کہ قتل کے بے شمار ملزم جیل میں ہیں لیکن ان کے ٹرائل نہیں ہو رہے ہیں لیکن ممتاز قادری کو پھانسی دینے کے لیے حکومت کی پھرتیاں دیکھنے کے قابل تھیں حکمرانوں نے مغربی آقاؤں کو خوش کرنے کی ناکام کوشش کی ہے لیکن اس عمل سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ناراض کیا ہے۔

قومی اخبارات



سفرِ آخرت

رپورٹرز

جنازہ صحافت کی نظر میں......

سابق گورنر پنجاب کے قتل کیس میں سزائے موت پانے والے ایلیٹ فورس کے اہلکار ممتاز حسین قادری کی نمازِ جنازہ راولپنڈی کے تاریخی لیاقت باغ میں ادا کر دی گئی، جس میں ملک بھر سے آنے والے لاکھوں افراد نے شرکت کی، ممتاز قادری کا جنازہ جب اس کے گھر سے اٹھایا گیا تو ان کی اہلیہ، بہنوں اور بھائیوں پر غشی کے دورے پڑتے رہے۔ جنازہ میں شریک ہر فرد کی آنکھ پرنم تھی، لوگ انتہائی جذباتی انداز میں ممتاز قادری کے حق اور حکومت کے خلاف نعرے بازی کرتے رہے، نمازِ جنازہ میں مختلف دینی جماعتوں کے مرکزی قائدین کے علاوہ مشائخ عظام کی بڑی تعداد نے شرکت کی ملک بھر سے آئے ہوئے افراد ممتاز حسین قادری کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے بے تاب رہے۔ سکیورٹی کے پیش نظر ریڈزون کی نگرانی سخت کر دی گئی، جڑواں شہروں میں ٹریفک جام ہونے سے عوام کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ منگل کے روز قدیم جلسہ گاہ لیاقت باغ میں ممتاز حسین قادری کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی، جنازہ کے انتظامات جامعہ رضویہ ضیاء العلوم کے مہتمم پیر حسین الدین شاہ اور شباب اسلامی پاکستان کے سربراہ مفتی حنیف قریشی نے سرانجام دیے، جنازہ میں علامہ پیر حسین الدین شاہ، سنی تحریک کے سربراہ ثروت اعجاز قادری، جماعت اہلِ سنت کے سربراہ صاحبزادہ سید مظہر سعید کاظمی، ناظم اعلیٰ علامہ سید ریاض حسین شاہ، رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین مفتی منیب الرحمٰن، دربار عالیہ عیدگاہ شریف کے پیر نقیب

الرحمٰن، دربار عالیہ بلاوڑہ شریف کے سجادہ نشین، آستانہ عالیہ فقیر آباد لاہور کے پیر صاحبزادہ حسین احمد، مرکزی آستانہ عالیہ کالا شاہ کاکو کے سجادہ نشین محمد حنفی سیفی، دربار عالیہ ترنول شریف کے پیر ڈاکٹر کرنل سرفراز سیفی، جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر، صاحبزادہ شاہ اویس نورانی، شباب اسلامی کے سربراہ مفتی حنیف قریشی، سید حبیب الحق شاہ، صاحبزادہ ثاقب رضا مصطفوی، علامہ سید عظمت علی ہمدانی، خلیل الرّحمان چشتی، مولانا اسرار مدنی، مفتی اسرار احمد، سید مظفر حسین شاہ، ڈاکٹر اشرف آصف جلالی، جمعیت علماء اسلام کے مفتی کفائیت اللہ، قاضی عبدالرشید، مفتی مجیب الرحمان، سنی تحریک کے رہنما خادم حسین رضوی، پیر سید عرفان شاہ مشہدی، صاحبزادہ حامد رضا، علامہ کوکب نورانی، سابق وفاقی وزیر مذہبی امور صاحبزادہ سید حامد سعید کاظمی، صاحبزادہ نورالحق قادری، صاحبزادہ احمد میاں خاں ملتان، قاری زوار بہادر، جسٹس نذیر غازی، جسٹس خواجہ محمد شریف، جسٹس نذیر اختر، پیر سید ضیاء الحق شاہ، پیر سرکار جی، چیئرمین فدایان ممتاز قادری، ممتاز حسین قادری کے گھر سے ایمبولینس کے روانہ ہونے پر عقیدت مندوں کا ایک سمندر ایمبولینس کے ہمراہ لیاقت باغ کی طرف روانہ ہوا، ایمبولینس میں ممتاز حسین قادری کے والد بشیر اعوان، بیٹا محمد علی قادری، بھائی دلپذیر اعوان اور عابد ملک موجود تھے، ممتاز قادری کا جسد خاکی جس ایمبولینس میں لایا گیا تھا اس پر گلاب کی پتیاں نچھاور کی گئیں۔ لبیک یارسول اللہ کی صداؤں سے راولپنڈی کا لیاقت باغ گونج اٹھا، لوگوں کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ لیاقت باغ میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ غازی ممتاز حسین قادری کے گھر سے لیکر لیاقت باغ پہنچنے تک مذہبی جماعتوں کے رضا کاروں نے ایمبولینس کو اپنے حصار میں لیے رکھا، نعروں کے ساتھ عقیدت مندوں کی نگاہیں بھی نم تھیں، لوگوں کے آنے کا سلسلہ جنازہ پڑھے جانے تک جاری رہا، جنہیں سڑکوں اور لیاقت باغ میں جگہ نہ ملی، انہوں نے اردگرد کی عمارتوں پر چڑھ کر ممتاز حسین قادری کا دیدار کیا، میٹرو ٹریک بھی عوام سے بھرا ہوا تھا، ہر

مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے افراد نے جنازہ میں شرکت کی نماز جنازہ پیر سید حسین الدین شاہ نے پڑھائی۔ ممتاز حسین قادری کے بیٹے محمد علی قادری نے بھی اپنے والد کی نماز جنازہ میں شرکت کی ،محمد علی قادری ایمبولینس میں سوار رہے، جو اپنے تایا دل پزیر اعوان کے ساتھ آئے تھے، محمد علی قادری کو بھی عقدت مندوں نے پھولوں کے ہار پہنائے، ماتھے اور ہاتھوں پر بوسے دے کر اپنی محبت کا اظہار کیا، جب کہ ننھے محمد علی قادری حیرت سے یہ سب منظر دیکھتے رہے۔ ممتاز حسین قادری سے عقیدت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ شہریوں کی بڑی تعداد نے قریب واقع پلازوں، ہوٹلوں، مکانوں اور گلیوں میں بھی کھڑے ہو کر نماز جنازہ ادا کی، تدفین کے لیے جسد خاکی کو غازی ممتاز حسین قادری کے آبائی گاؤں اٹھال کی جانب روانہ کر دیا گیا جہاں پر ان کی تدفین کا عمل مکمل کیا گیا، حاضرین جنازہ ختم ہونے کے بعد لوگ پر امن منتشر ہو گئے۔ علاوہ ازیں سیکورٹی کے پیش نظر منگل کو ریڈزون کو سیل کر دیا گیا ہے کشمیر چوک نادرا چوک اور ایوب چوک سے ریڈزون کو جانے والے راستوں پر درجنوں کنٹینرز کھڑے کر دیئے گئے، رکاوٹوں کی وجہ سے پاک سیکرٹریٹ، پارلیمنٹ ہاؤس، سپریم کورٹ، کابینہ ڈویژن، الیکشن کمیشن، ایف بی آر آنے والے ملازمین کو بھی شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

روزنامہ نئی بات، لاہور،

۲ مارچ ۲۰۱۶ء



تاریخ کا کٹہرا

محمد نوید شاہین، ایڈووکیٹ

جنازے نے حق و باطل میں فیصلہ کر دیا......

''حق و باطل کے درمیان فیصلہ جنازے کرتے ہیں'' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فکر انگیز قول ''آبِ زر'' سے لکھنے کے قابل ہے۔ آیئے! اس قول کی روشنی میں گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے جنازے کو دیکھتے ہیں۔

۱۴ جون ۲۰۰۹ء کو ضلع ننکانہ صاحب کے ایک نواحی گاؤں ''اٹاں والی'' میں عیسائی مذہب کی مبلغہ عاصیہ مسیح نے قرآن مجید اور حضور نبی کریم ﷺ کی شانِ اقدس میں نہایت نازیبا، دل آزار اور گستاخانہ کلمات کہے جن کو دہرانے کی میرا قلم اجازت نہیں دیتا۔ عاصیہ مسیح کے شوہر عاشق مسیح نے فوری طور پر وفاقی وزیر اقلیتی اُمور شہباز بھٹی سے رابطہ کیا جس کی مداخلت سے کئی دن تک ملزمہ کے خلاف پرچہ درج نہ ہو سکا۔ وفاقی وزیر کی اس حرکت سے علاقہ بھر میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی۔ بالآخر ۱۹ جون ۲۰۰۹ء کو عاصیہ مسیح کے خلاف تعزیزات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵ سی کے تحت ایف آئی آر نمبر ۳۲۶ درج کر لی گئی۔ ملزمہ کو گرفتار کر کے حفاظتی اقدام کے طور ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ بھیج دیا گیا۔

اہم بات یہ ہے کہ اس کیس کی تفتیش پنجاب پولیس میں نیک نامی اور دیانت داری کی مثالی شہرت رکھنے والے جناب سید محمد امین بخاری ایس پی شیخوپورہ نے کی، جنہوں نے ۲۶ جون ۲۰۰۹ء کو ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۱۶۱ کے تحت عاصیہ مسیح کا بیان ریکارڈ کیا اور نہایت جانفشانی، غیر جانبداری اور شفاف طریقے سے اس کیس کے تمام پہلوؤں کی مکمل تفتیش کرتے ہوئے عاصیہ مسیح کو واقعی ملزمہ قرار دیا اور اپنی رپورٹ میں لکھا کہ ملزمہ عاصیہ

مسیح کا حضور نبی کریم ﷺ کی شان میں اور قرآن مجید کے متعلق گستاخانہ باتیں کرنا ثابت ہوا ہے۔ ملزمہ نے یہ تمام باتیں نہ صرف تسلیم کی ہیں بلکہ اپنی غلطی کی معافی بھی مانگی ہے۔

اس مقدمہ کی سماعت ایڈیشنل جج ننکانہ صاحب جناب محمد نوید اقبال کی عدالت میں ہوئی۔ ملزمہ کی طرف سے اکبر منور درانی ایڈووکیٹ، طاہر گل صادق ایڈووکیٹ، چوہدری ناصر انجم ایڈووکیٹ، جسٹن گل ایڈووکیٹ، طاہر بشیر ایڈووکیٹ، ایرک جون ایڈووکیٹ، منظور قادر ایڈووکیٹ، جبکہ استغاثہ کی طرف سے میاں ذوالفقار علی ایڈووکیٹ پیش ہوئے۔ تقریباً ڈیڑھ سال اس مقدمہ کی سماعت ہوتی رہی۔

۸ نومبر ۲۰۱۰ء کو اس مقدمہ کا فیصلہ سناتے ہوئے ایڈیشنل سیشن جج نے جرم ثابت ہونے پر ملزمہ عاصیہ مسیح کو تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵ سی کے تحت سزائے موت کا مستحق قرار دیتے ہوئے اپنے فیصلہ میں لکھا: ''یہاں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس گاؤں میں عیسائی حضرات کی ایک کثیر تعداد مسلمانوں کے ساتھ نسلوں سے آباد ہے۔ لیکن ماضی میں اس قسم کا کبھی کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ مسلمان اور عیسائی دونوں ایک دوسرے کے مذہبی جذبات اور اعتقادات کے سلسلے میں برداشت اور رواداری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اگر توہین رسالت کا اس قسم کا کوئی واقعہ پہلے کبھی اس گاؤں میں پیش آیا ہوتا تو یقیناً فوجداری مقدمات اور مذہبی جھگڑے اس گاؤں میں پہلے سے موجود ہوتے۔ لہٰذا اس دفعہ یقیناً توہین رسالت کا ارتکاب ہوا ہے۔ جس کے باعث مقدمہ درج ہوا اور عوامی اجتماع منعقد ہوا اور یہ معاملہ اس قصبے اور اردگرد میں موضوع بحث بن گیا۔

یہاں یہ ذکر کرنا بھی مناسب ہوگا کہ نہ تو ملزمہ خاتون نے اپنی صفائی میں کوئی شہادت پیش کی اور نہ ہی دفعہ (۲) ۳۰ ضابطہ فوجداری کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے اوپر لگائے گئے الزامات غلط ثابت کیے۔ مندرجہ بالا بحث کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ استغاثہ نے اس مقدمے کو کسی شک وشبہ سے بالاتر ثابت کر دیا ہے۔ تمام استغاثہ گواہان نے استغاثہ کے موقف کی

متفقہ اور مدلل انداز میں تائید و تصدیق کی ہے۔ استغاثہ گواہان اور ملزمہ اُن کے بزرگوں، یا اُن کے خاندان میں کسی دشمنی کا وجود نہیں پایا جا سکا لہٰذا ملزمہ خاتون کو ناجائز طور پر اس مقدمہ میں ملوث کیے جانے کا قطعاً کوئی امکان نہیں۔ ملزمہ کو اس مقدمہ میں کوئی رعایت دیئے جانے کا بھی کوئی جواز موجود نہیں لہٰذا میں ملزمہ مسماۃ عاصیہ زوجہ عاشق کو زیر دفعہ ۲۹۵/c تعزیرات پاکستان موت کی سزا کا مجرم ٹھہراتا ہوں۔"

اس فیصلہ کے خلاف دُنیا بھر کی سیکولر لابیاں، نام نہاد انسانی حقوق کی تنظیمیں اور عیسائی نمائندے میدان میں آ گئے۔ عیسائی پوپ بینڈکٹ نے عاصیہ ملعونہ کے دفاع میں احتجاج کرتے ہوئے اس فیصلہ کی مذمت کی اور کہا کہ وہ ایسے کسی فیصلے پر عملدر آمد نہیں ہونے دیں گے۔

پوپ نے ویٹی کن میں منعقدہ خصوصی دعائیہ تقریب میں عاصیہ مسیح کی رہائی کے لیے نہ صرف اس کا نام لے کر دعا کرائی بلکہ حکومت پاکستان سے بھی اپیل کی کہ اس کی سزا معاف کی جائے۔ انہوں نے حکومت پاکستان سے یہ بھی مطالبہ کیا کہ قانون ناموس رسالت کو فوری طور پر ختم کیا جائے۔

پوپ کے بیان کے بعد ۲۰ نومبر ۲۰۱۰ء کو گورنر پنجاب سلمان تاثیر عدالت سے مجرمہ قرار دی جانے والی خاتون سے ملنے کے لیے فوراً ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ پہنچے۔ یہاں انہوں نے سپرنٹنڈنٹ جیل شیخوپورہ کے وی آئی پی کمرہ میں عاصیہ مسیح سے خصوصی ملاقات کی اور اُسے حکومتی سطح پر ہر ممکن امداد کا یقین دلایا۔ وہ گورنر ہاؤس سے اپنے ساتھ عاصیہ مسیح کو ملنے والی سزا کی معافی کی ٹائپ شدہ درخواست بھی ہمراہ لائے تھے۔ گورنر سلمان تاثیر نے میڈیا کی موجودگی میں عاصیہ مسیح سے کہا کہ یہ آپ کی طرف سے تحریر کردہ درخواست ہے، آپ اس پر دستخط کر دیں تاکہ میں بطور گورنر اِس درخواست کو صدر آصف علی زرداری تک پہنچا کر سزا کی معافی ممکن بنوا سکوں۔ سزا معافی کے بعد آپ کو یورپ کے کسی ملک میں

بھجوادیا جائے گا۔

اس موقع پر گورنر پنجاب نے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ملعونہ عاصیہ مسیح کو معصوم قرار دیا اور کہا کہ دنیا کی کوئی طاقت عاصیہ مسیح کو سزا نہیں دے سکتی۔ انہوں نے کہا کہ قانون توہین رسالت ایک ''امتیازی، غیر انسانی اور کالا قانون'' ہے۔ جس کو ہر حالت میں ختم ہونا چاہیے۔

اس پریس کانفرنس کے ذریعے یورپی ممالک کو یہ پیغام بھی دیا گیا کہ حکومت عاصیہ مسیح کو سزا دینے کے حق میں نہیں ہے اور حکومت ایسے تمام قوانین کو بھی ختم کر دے گی جو اقلیتوں کی ''آزادی اظہار'' کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ معتبر ذرائع کے مطابق گورنر سلمان تاثیر نے ایڈیشنل سیشن جج جناب محمد نوید اقبال (جنہوں نے شانِ رسالت میں گستاخی کا جرم ثابت ہونے پر عاصیہ مسیح کو سزائے موت سنائی تھی) کو ٹیلی فون کیا اور نہایت غلیظ زبان استعمال کی۔ اس کے بعد وہ آئے روز مختلف ٹی وی چینلز پر برملا کہتے رہے کہ قانون تحفظ ناموس رسالت ضیاء الحق کے دور میں انسانوں کا بنایا ہوا'' کالا قانون'' ہے اسے ختم ہونا چاہیے۔

یاد رہے کہ سلمان تاثیر اس سے پہلے بھی قانون تحفظ ناموس رسالت کے خاتمہ کے لیے کئی بار متنازعہ اور اشتعال انگیز بیانات دے چکے تھے۔ اس کے ردعمل میں دی یونیورسٹی آف فیصل آباد سے ٹیکسٹائل انجینئرنگ میں تیسری پوزیشن حاصل کرنے والے، نیک بخت طالب علم صاحبزادہ عطاء الرسول مہاروی نے ۱۶ نومبر ۲۰۰۹ء کو یونیورسٹی کے سالانہ کانووکیشن میں مہمان خصوصی گورنر پنجاب سلمان تاثیر سے احتجاجاً براونز میڈل وصول کرنے سے انکار کیا اور حقارت سے کہا کہ آپ نہ صرف گستاخانِ رسول کی سرپرستی کرتے ہیں بلکہ تحفظ ناموس رسالت ایکٹ c/۲۹۵ کو ظالمانہ اور ختم کرنے کے بیانات بھی جاری کرتے ہیں۔ اس طرح آپ بذات خود توہین رسالت کے مرتکب ہوئے ہیں لہٰذا آپ سے میڈل وصول کرنا میں گناہ سمجھتا ہوں۔

۳۰ نومبر ۲۰۱۰ء کو ملک کے جید علماء کرام نے قانون تحفظ ناموس رسالت کو ''کالا قانون'' کہنے اور معلونہ عاصیہ مسیح کی بے جا حمایت وسرپرستی کرنے پر سلمان تاثیر کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ اس دن پیپلز پارٹی کی رُکن قومی اسمبلی وسابق وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات شیری رحمان نے قانون تحفظ ناموس رسالت ایکٹ ختم کرنے کا بل اسمبلی سیکرٹریٹ میں جمع کرایا۔ اس سے اگلے روز صدر پاکستان آصف علی زرداری نے وفاقی وزیرِ اقلیتی اُمور شہباز بھٹی مسیح کی سربراہی میں اراکین اسمبلی پر مشتمل ۹ رُکنی کمیٹی تشکیل دی جو قانون تحفظ ناموس رسالت کو ختم کرنے کے حوالے سے ایک ماہ کے اندر حکومت کو اپنی سفارشات پیش کرے گی۔

۴ جنوری ۲۰۱۰ء کو گورنر سلمان تاثیر کو ان کے سرکاری محافظ ملک ممتاز حسین قادری نے فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔ واقعات کے مطابق گورنر پنجاب، اسلام آباد کے سیکٹر ایف سکس ٹو کی کہسار مارکیٹ میں واقع ایک مہنگے ریسٹورنٹ میں اپنے کاروباری دوست شیخ وقاص کے ساتھ کھانا کھا کر واپس اپنی گاڑی کی طرف آ رہے تھے کہ ان کے سرکاری محافظ غازی ممتاز حسین قادری نے ان پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی جس پر وہ شدید زخمی ہو گئے۔ انہیں فوری طور پر پولیس کی گاڑی میں ڈال کر پولی کلینک لے جایا گیا لیکن وہ راستے میں ہی دم توڑ گئے۔ غازی ملک ممتاز حسین قادری نے موقع پر خود کو پولیس کے حوالے کر دیا۔ گرفتاری کے وقت وہ حیران کن حد تک نہایت پرسکون اور مطمئن نظر آ رہے تھے۔

انہوں نے ابتدائی تحقیقات میں اعتراف کیا کہ ''گورنر پنجاب نے قانون توہین رسالت کو ''کالا قانون'' قرار دیا تھا، اس لیے گستاخِ رسول کی سزا موت ہے۔ سلمان تاثیر گستاخِ رسول تھا۔ اس نے چونکہ قانون توہین رسالت کے تحت عدالت سے سزا پانے والی عاصیہ مسیح کو بچانے کا عندیہ دے کر خود کو گستاخ رسول ثابت کر دیا تھا۔ اس پر میں نے

اپنا فرض پورا کر دیا۔ حضور نبی کریم ﷺ مجھے اپنی غلامی میں قبول کر لیں۔ موت اور زندگی میں کوئی فرق نہیں''۔

اسی روز ۵۰۰ سے زائد جید علماءِ کرام نے یہ فیصلہ کیا کہ توہینِ رسالت کے جرم میں سزا یافتہ ملعونہ عاصیہ مسیح کی حمایت کرنے اور قانون تحفظ ناموس رسالت کو'' کالا قانون'' کہنے کے باعث سلمان تاثیر کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اور نہ ہی اس پر افسوس کیا جائے۔ چاروں طرف سے انکار کے بعد اعلیٰ حکام کی طرف سے نماز جنازہ کے لیے محکمہ اوقاف کے متعدد سرکاری علماء کرام سے رابطے کیے گئے مگر کسی نے حامی نہ بھری بلکہ اکثر نے اپنے موبائل فون بند کر لیے۔

ایک چہرہ بھی شناسا نہیں نکلا اُس کا
وہ جو کہتا تھا کہ میری سب سے شناسائی ہے

اس صورت حال پر پیپلز پارٹی کی اعلیٰ قیادت بے حد پریشان ہوئی۔ لہٰذا اُنہوں نے فوری طور پر اپنی جماعت سے وابستہ ایک آزاد خیال مولوی افضل چشتی عرف بلی مارکو جنازے کے لیے بلایا۔ جنازے کے لیے ایک بجے دوپہر کا وقت مقرر کیا گیا تھا لیکن جیالوں کی ہلڑ بازی اور بد نظمی کی وجہ سے صفیں ترتیب دینے میں دِقت ہو رہی تھی۔ حکومت اور پیپلز پارٹی کے اعلی عہدیدار وقفے وقفے سے جنازے میں آ رہے تھے تا کہ وہ ٹی وی چینلز پر دکھائی نہ دے سکیں۔

وزیراعظم پاکستان یوسف رضا گیلانی تقریباً ڈیڑھ بجے کے قریب جنازے میں آئے تو جیالے اپنی موجودگی کا احساس دلانے کے لیے ان پر مکھیوں کی طرح اُمڈ پڑے جس سے وہاں شدید بد نظمی پیدا ہوئی۔ ان سب چیزوں سے بے نیاز ایک کونے میں وفاقی وزیر قانون بابر اعوان گورنر پنجاب بننے کی افواہ پر پیپلز پارٹی کے کارکنان سے بڑی گرمجوشی سے

ہاتھ ملا رہے تھے۔ وفاقی وزیر اطلاعات قمر الزماں کائرہ، سینیئر صوبائی وزیر راجہ ریاض احمد، پیپلز پارٹی پنجاب کے صدر امتیاز صفدر وڑائچ ہنس ہنس کر کارکنان سے مل رہے تھے، جس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ انہیں سلمان تاثیر کی موت کا کوئی دُکھ نہیں ہوا بلکہ وہ اس کی آڑ میں مخصوص سیاسی مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

اسی اثناء میں تقریباً ایک بج کر ۵۲ منٹ پر لاؤڈ سپیکر سے اچانک اللہ اکبر کی آواز سنائی دی۔ جو جہاں کھڑا تھا، جس حالت میں تھا، فوراً ناف پر ہاتھ باندھ لیے۔ ۵ سیکنڈ بعد دوسری اللہ اکبر ہوئی، ۶ سیکنڈ بعد تیسری اور اللہ اکبر ہوئی، اور ۵ سیکنڈ بعد چوتھی بار اللہ اکبر کے بعد اسلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ دیا گیا یعنی ۱۵، ۲۰ سیکنڈ میں نماز جنازہ پڑھادی گئی۔ یہ دنیا کا واحد جنازہ تھا کہ جس کے امام کا کچھ پتا نہ تھا کہ وہ کہاں کھڑا ہے؟ دلچسپ بات یہ ہے کہ امام کے آگے بھی تین صفیں تھیں۔

اس نان سٹاپ جنازہ کے بعد افضل چشتی نے دعا مانگی اور کہا یا اللہ! ''محروم'' کو حضور نبی کریم ﷺ کی شفاعت نصیب فرما۔ حیرانی ہے کہ اس رسول معظم ﷺ کی شفاعت طلب کی جا رہی تھی جن کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لیے بنائے گئے قانون کو سلمان تاثیر ''امتیازی قانون، غیر انسانی قانون اور کالا قانون'' کہتا رہا۔

عینی شاہدین کا کہنا ہے کہ سلمان تاثیر کے تابوت سے اس قدر بدبو آ رہی تھی کہ اس کے قریب کھڑا ہونا محال تھا۔ لہٰذا گورنر ہاؤس کی انتظامیہ نے فوری طور پر تابوت پر خالص عرق گلاب اور مختلف قیمتی پرفیومز کا سپرے کیا لیکن اس سے کوئی خاص فرق نہ پڑا۔ بعد ازاں ہیلی کاپٹر کے ذریعے تابوت کیولری گراؤنڈ کے فوجی قبرستان میں لایا گیا، جہاں فوج اور رینجرز کی کڑی نگرانی میں سرکاری اعزاز کے ساتھ رسیوں کی مدد سے اسے زمین میں اتارا گیا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر گورنر سلمان تاثیر عوامی آدمی تھے اور انہوں نے گورنر ہاؤس کے دروازے عام لوگوں کے لیے کھول دیے تھے تو انہیں کسی عوامی قبرستان (میانی صاحب قبرستان وغیرہ) میں دفن کرنا چاہیے تھا۔ کیولری قبرستان میں جانے کا عام آدمی سوچ بھی نہیں سکتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ عوامی ردعمل کے پیشِ نظر انہیں کسی ایسے قبرستان میں دفن نہیں کیا گیا، جہاں عوام الناس کا داخلہ ہر وقت عام ہو۔

یاد رہے کہ جنرل یحییٰ خاں کو بھی پورے سرکاری اعزازات کے ساتھ دفن کیا گیا تھا، جس نے پاکستان کو دولخت کرنے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ باقی اس کے کریکٹر کے بارے ہر شخص بخوبی جانتا ہے۔

ذرائع ابلاغ کی ایک خصوصی رپورٹ کے مطابق پاکستان بھر کی عیسائی اور قادیانی کمیونٹی نے مقتول گورنر سلمان تاثیر کو اپنا ہیرو قرار دیتے ہوئے پورے ملک کے سینکڑوں گرجا گھروں اور قادیانی عبادت گاہوں میں ان کے لیے پندرہ روز تک دعاؤں کو عبادت کا حصہ بنالیا ہے۔ گورنر کے لیے قادیانی جماعت کی طرف سے ایک بڑا ایوارڈ دینے کا اعلان متوقع ہے جسے گورنر سلمان تاثیر کے صاحبزادے شہریار تاثیر لندن میں قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا مسرور احمد سے وصول کریں گے۔

یہاں ایک بات کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ معروف نعت خواں اختر حسین قریشی اور نقیب محفل قاری محمد یونس قادری نے مقتول گورنر کے ایصالِ ثواب کے لیے ہونے والی تقریب میں شرکت پر علماء کرام کی طرف سے فتویٰ کے بعد تجدید ایمان کیا اور کہا کہ ہم لاعلمی کے باعث تقریب میں شریک ہوئے۔

تفصیلات کے مطابق قاری محمد یونس نے گورنر ہاؤس میں سلمان تاثیر کی رسم قل جبکہ اختر حسین قریشی نے صوبائی وزیر تنویر الاسلام کی رہائش گاہ پر گورنر کے لیے ایصال ثواب کی تقریب میں نعت خوانی کی تھی۔ فتویٰ کی روشنی میں انہوں نے جامعہ رسولیہ شیرازیہ

میں مولانا راغب نعیمی، ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی اور دیگر علماء کرام اور گواہان کی موجودگی میں اپنی اس حرکت پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور تجدید ایمان کیا۔

۱۰ جنوری ۲۰۱۱ء کو سلمان تاثیر کی بیٹی شہر بانو تاثیر نے ناموس رسالت قانون کے مسئلہ پر اپنے والد کے موقف کی تائید کرتے ہوئے اس عزم کا اظہار کیا کہ ان کے والد نے قانون تحفظ ناموس رسالت کو ختم کرنے کے بارے میں جو سوچا تھا، وُہ اب ضرور شرمندۂ تعبیر ہوگا۔

اس نے مزید کہا کہ ان کے والد آئین کی اس شق کے بھی زبردست مخالف تھے جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے۔ اسی قبیل سے تعلق رکھنے والے بعض ناعاقبت اندیش نام نہاد دانشور آج کل حکومتی ایما پر مختلف ٹی وی چینلوں پر سلمان تاثیر کا دفاع کرتے نظر آرہے ہیں۔ چند ٹکوں کی خاطر ناموس رسالت ﷺ کی مخالفت میں آخرت کا سودا کرنے والے ہمیشہ خسارے میں رہتے ہیں:

تمہیں رُسوا سرِ بازارِ عالم ہم بھی دیکھیں گے

ماہنامہ العاقب، لاہور

مارچ ۲۰۱۱ء



قومی منظر

محمد ریاض اختر

لیاقت باغ راولپنڈی قومی تاریخ کا امین!

راولپنڈی کے دینی، سیاسی، وسماجی حلقے اس بات پر متفق ہیں کہ جڑواں شہروں میں ممتاز قادری کے جنازے سے بڑا اجتماع خال خال ہی دیکھا گیا ہوگا۔ اطمینان کی بات یہ ہے کہ کسی قسم کا کوئی ناخوشگوار واقعہ رونما نہیں ہوا اور اجتماع مکمل طور پر پرامن رہا۔ کوئی سوگوار لمحات ہوں یا دیگر تنظیمی سرگرمیاں تاریخی واقعات کے مطابق ۲۰۰۷ء میں سابق وزیراعظم محترمہ بینظیر بھٹو کے الیکشن جلسہ میں اب تک ریکارڈ تعداد شریک رہی تاہم یکم مارچ کو شرکائے جنازہ نے لیاقت باغ میں قومی تاریخ کا نیا باب رقم کر دیا۔ بشیر احمد کی بات سن لیں، راشد الیاس کا تبصرہ جان لیں، وسیم شیخ کے دعوے ایک طرف، محسن صغیر کا تجزیہ اپنی جگہ اور ندیم اقبال کے خیالات کی جداگانہ حیثیت...... تمام لوگوں کا اتفاق ہے کہ جڑواں شہروں کے باسیوں نے لیاقت باغ حاضری سے اپنی محبت اور عقیدت کا واضح ثبوت دے دیا۔ ممتاز حسین قادری کی رہائش گاہ مسلم ٹاؤن میں ہے یہاں سے براستہ مری روڈ لیاقت باغ تک موٹر سائیکل پر مسافت دس سے بارہ منٹ کی ہے۔ پرسوں جنازے نے یہ سفر قریباً ۳ گھنٹے میں طے کیا۔ سوا بارہ بجے سے شروع ہونے والا سفر پونے تین بجے تمام ہوا۔ یہ درست ہے کہ راولپنڈی لیاقت باغ کو تاریخی حیثیت حاصل ہے وفاقی دارالحکومت کے جڑواں شہر کی پہچان ہی یہ پبلک پارک ہے۔ میٹرو بس منصوبہ کی تکمیل کے بعد شہر بالخصوص لیاقت باغ کی خوبصورتی کو مزید چار چاند لگ گئے۔ لیاقت باغ کے اطراف میں موتی محل

سینما، گارڈن کالج، راولپنڈی پریس کلب، گورنر ہاؤس اور قدیم آریہ محلہ موجود ہے۔
لیاقت باغ کے اجتماع میں کبھی بھی کھانے پینے کا مسئلہ کسی سطح پر نہیں رہا...... خطہ پوٹھوہار کے ماتھے کا جھومر راولپنڈی تاریخ میں اپنی جداگانہ شناخت اور حیثیت رکھتا ہے۔ یہ شہر بے مثال اس لحاظ سے بھی اہمیت کا حامل ہے کہ جہاں اس کے ایک طرف ٹیکسلا جیسا قدیم اور تاریخی شہر آباد ہے وہاں دوسری جانب پاکستان کا دارالحکومت اسلام آباد ہے۔ یوں تو راولپنڈی کی وجہ شہرت کا ذکر کئی حوالوں سے کیا جاسکتا ہے شہر کے بیچوں بیچ تعمیر کی گئی اولین تفریح گاہ کمپنی باغ راولپنڈی بھی ہے جسے آگے چل کر لیاقت باغ کے نام سے مشہور ہو کر عالم گیر شہرت پانا تھی۔ تاریخ کے اوراق پلٹتے جائیں تو معلوم ہوتا ہے ۱۹۳۶ء میں کمپنی باغ (لیاقت باغ) کے ساتھ اسلامیہ ہائی سکول کے گراؤنڈ پر قائداعظم محمد علی جناح نے بھی عدیم المثال جلسہ عام سے خطاب کیا تھا یعنی راولپنڈی شہر کی تاریخ کا پہلا بڑا جلسہ عام آل انڈیا مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے ہوا تھا۔ برصغیر کی تقسیم کے دوران فسادات میں سینکڑوں لوگوں نے اس باغ کو گوشہ عافیت بنایا۔ ایوب دور میں پارک کو بسوں کے اڈے کے طور پر مختص کر دیا گیا تھا بعدازاں ذوالفقار علی بھٹو نے برسر اقتدار آنے کے بعد بس اڈہ پیرودھائی منتقل کر کے باغ کی تعمیر نو بھی کرائی اور یہاں ایک حصہ خواتین اور بچوں کے لیے بھی مخصوص کیا۔ وسیع و عریض رقبے پر پھیلے اس باغ کو اصل شہرت اس وقت ملی جب ۱۹۵۱ء میں پاکستان کے پہلے وزیراعظم لیاقت علی خان کو اس پارک میں ہونے والے بڑے جلسے میں گولیوں کا نشانہ بنایا گیا یہ نو آزاد ملک کی قومی تاریخ میں پہلا سیاسی قتل تھا۔ چنانچہ لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد کمپنی باغ کا نام تبدیل کر کے لیاقت باغ رکھ دیا گیا ہے۔ لیکن ابھی لیاقت باغ کی زمین پر ایک اور وزیراعظم کا خون گرنا تھا، دسمبر ۲۰۰۷ء میں سابق وزیراعظم، پیپلز پارٹی کی چیئرپرسن محترمہ بینظیر بھٹو کو الیکشن مہم کے آخری جلسے میں اس وقت شہید کر دیا گیا جب وہ

لیاقت باغ میں ایک بہت بڑے جلسہ سے خطاب کر کے واپس جا رہی تھیں۔ دو وزرائے اعظم کے خون سے رنگین لیاقت باغ کی زمین اب تفریح گاہ سے زیادہ جلسہ گاہ کی حیثیت رکھتی ہے وسیع و عریض رقبہ پر پھیلا یہ باغ اپنے اندر لگ بھگ ۳۰ ہزار لوگوں کو سمیٹ سکتا ہے۔ ہر بڑی سیاسی پارٹی لیاقت باغ کے سیاسی پنڈال کو بھرنے کے دعوے کرتی آئی ہے اور یہاں منعقد کیئے گئے جلسے جلوس تاریخ کے دھارے بدلتے رہے ہیں۔ یہ سیاسی پنڈال پاکستان کی قومی تاریخ کا امین ہے۔ یکم مارچ کو ممتاز حسین قادری کی نماز جنازہ کے لیے بھی اسی جگہ کا انتخاب کیا گیا جس قدر بڑی تعداد میں لوگوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی اس کی نظیر اور مثال ملنا مشکل ہے۔ ماضی میں جتنے بھی اجتماعات اس میدان پر ہوئے وہ صرف چار دیواری کے اندر ہی رہے لیکن ممتاز حسین قادری کی نماز جنازہ کا جم غفیر لیاقت باغ کی دیواروں سے باہر اردگرد کے علاقوں تک پھیل گیا جس سے مری روڈ اور لیاقت باغ میں لوگوں کے سر ہی سر دکھائی دے رہے تھے۔

روزنامہ نوائے وقت لاہور

۴ مارچ ۲۰۱۶ء



بے نیازیاں

ڈاکٹر محمد اجمل نیازی

جاتا ہوں میں حضورِ رسالت پناہ میں

صرف ممتاز قادری کے جنازے کی بات کرتا ہوں کہ یہ ایک تاریخ ہے۔ چشم دید گواہوں کی طرح خدا گواہ ہے کئی لوگوں نے کہا کہ ہم نے اتنا بڑا جنازہ نہیں دیکھا۔ علامہ احمد علی قصوری نے کہا کہ میں نے اپنی زندگی میں اتنا بڑا اجتماع نہیں دیکھا۔ مولانا ڈاکٹر راغب نعیمی نے کہا شانہ بشانہ کے محاورے کی سچی تصویر یہاں دیکھی۔ جنازے کی نماز میں رکوع و سجود نہیں ہوتے۔ محسن انسانیت رحمت العالمین رسول کریم حضرت محمد ﷺ کی ابدی اور ازلی ہمہ گیر اور عالمگیر بصیرت کی روحانی اور عالمی نشانیاں ثابت ہوتی رہیں گی۔ ڈاکٹر نعیمی نے بتایا کہ صف بندی کی کوئی کیفیت موجود نہ تھی۔ لوگ شانہ بشانہ تو تھے۔ لوگوں کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ وہ ایک دوسرے سے چمٹے ہوئے تھے۔ علامہ قصوری صاحب نے کہا کہ مجھے نشتر پارک کراچی میں میلاد النبی ﷺ کے جلوس میں فائرنگ کے نتیجے میں شہید ہونے والوں کے جنازے کا منظر نہیں بھولتا۔ مگر ممتاز قادری کے جنازے کا حال تو لفظوں میں بیان کرنا ناممکن ہے۔ مجھے یہ بھی بتایا گیا کہ ممتاز قادری کا چہلم مینار پاکستان لاہور میں ہوگا۔

خدا کی قسم عشق رسول ﷺ ایٹم بم سے بھی بہت زیادہ طاقتور ہے۔ یہ ایسی حقیقت ہے کہ دنیا والے بھی جانتے ہیں۔ عالم اسلام میں اتنی بے بسی بے حسی، مفاد پرستی اور بے مقصدی پھیلی ہوئی ہے۔ انتشار خلفشار دہشت گردی اور آلودہ گرد غبار کی ایسی فضا ہے کہ کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ اس کے باوجود دنیا والے اور بڑی طاقتیں مسلمانوں سے ڈرتی ہیں پاکستان سے ڈرتی ہیں۔ میری یہ ناقابل تردید رائے ہے کہ بھارت چین سے اتنا نہیں

ڈرتا جتنا پاکستان سے ڈرتا ہے۔ بھارت سمجھتا ہے کہ انڈیا کے سامنے ایک ہی سب سے بڑی رکاوٹ ہے اور وہ پاکستان ہے۔

پاکستان ایٹمی طاقت ہے۔ پاک فوج دنیا کی بہترین فوجوں میں سے ایک ہے۔ جب افغانستان سے ایک سپر پاور کو پاک فوج نے نکالا تو ایک بھی امریکی فوجی افغانستان میں نہ تھا۔ فوجی تعاون سے ہمیں انکار نہیں ہے مگر اب بہت سے فوجی ہتھیار اور اسلحہ پاکستان میں بن رہا ہے۔ ایف ۱۶ طیارے پاکستان کو ملتے ہیں تو بھارت کے پیٹ میں مروڑ اٹھنے لگے ہیں۔ ایف ۱۶ چلانے کے لیے جذبہ چاہیے۔ یہ جذبہ کسی عشق کی روایت سے حکایت بنتا ہے۔

رب محمد ﷺ کی قسم کہ میرے اس علاقے کی طرف میرے آقا ومولا رسول کریم ﷺ نے انگشت شہادت کے اشارے سے فرمایا تھا کہ مجھے ادھر سے ٹھنڈی ہوا آتی ہے۔ یہ ٹھنڈی ہوا طوفان بن گئی تو سب کچھ بکھیر دے گی۔ مگر ہمارا عظیم رسول ﷺ اور ہم غلامان رسول ﷺ دنیا میں نکھارنے کے لیے آئے ہیں۔ طائف میں تمام تر زیادتیوں اور تکلیفوں کے بعد آپ ﷺ نے فرشتوں سے کہا تھا کہ ان پر عذاب نہ توڑو۔ میرے ساتھ انہوں نے جو بدسلوکی کی ہے تو یہ مجھے جانتے نہیں ہیں اس کا مطلب کہ حضور ﷺ کو جاننا بھی ضروری ہے۔ مجھے لگتا ہے اور میں بڑے کرب میں مبتلا ہو کر کہہ رہا ہوں کہ ہم آپ ﷺ کو مانتے ہیں مگر ہم بھی آپ ﷺ کو جانتے نہیں ہیں۔ خدا کی قسم دنیا والے بھی آپ ﷺ کو نہ ماننے والے بھی آپ ﷺ کو جان لیں تو ہم سے بھی بڑھ کر آپ ﷺ کے عاشق ہو جائیں۔ اسی لیے میں کہتا ہوں کہ اسلامیات پڑھاؤ مگر سیرت رسول ﷺ پڑھاؤ تاکہ ہمارے دلوں میں درد وگداز پیدا ہو طاقت اور قربانی کا جذبہ بڑھتا رہے۔

آج ممتاز قادری کے جنازے کے لیے سوچتے ہوئے میرے دل میں خیال آیا

ہے کہ ہمیں عشق رسول ﷺ کے جذبے کو چینلائز کرنا چاہیے۔اپنی زندگی میں اس جذبے کو تحریک بنایا جائے اور دنیا والوں کو بتایا جائے کہ ہم اصل میں کون ہیں۔

ایک بات اور حوصلہ افزا ہے کہ جنازے کے بعد لاکھوں لوگوں نے ڈسپلن کا بھی عظیم مظاہرہ کیا۔نعرے بازی تو ہوئی مگر کہیں کوئی شیشہ نہیں ٹوٹا۔کوئی گڑ بڑ نہیں ہوئی کہیں لوٹ مار نہیں ہوئی۔ہر طرف امن و امان کی صورتحال رہی۔امن و امان ایمان کی بدولت آتا ہے۔ہمیں قدیم و جدید کے تقاضوں کے مطابق زندگی کو گل و گلزار بنا دینا چاہئے۔اسی لئے تو میں کہتا ہوں کہ بندے کو باخبر ہونا چاہئے اسے اہل خبر بھی ہونا چاہئے لوگوں کو کیسے پتہ چلا اور لاکھوں کی تعداد میں وہ کیسے لیاقت باغ میں پہنچے۔یہاں لیاقت علی خان اور بینظیر بھٹو کو شہید کیا گیا تھا۔لیاقت باغ ہمیشہ کی طرح آج بھی تاریخ ساز جگہ ہے۔

روزنامہ نوائے وقت لاہور

۳ مارچ ۲۰۱۶ء



آئینہ خانہ

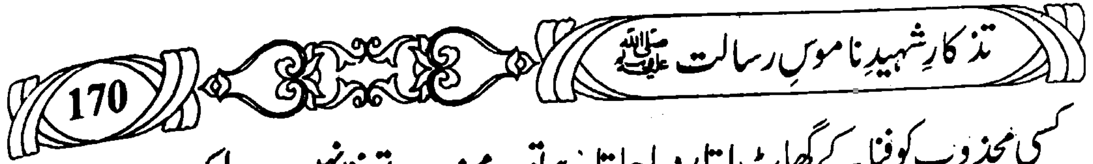
حافظ شفیق الرحمٰن

۲۱ ویں صدی کا غازی علم الدین شہید

ہر مسلم شہری کو بلاامتیاز اس امر کا کامل ادراک واحساس ہے کہ حب رسالت مآب ﷺ کے بغیر اُن کا وجود ایک بے جان لاشے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ دنیا کے کسی بھی کونے اور گوشے میں جب بھی کوئی عقل سے عاری، بصیرت سے نابلد، فراست سے محروم اور دانش سے بے بہرہ کوئی انسان نما، کسی بھی عنوان سے توہین رسالت کا ارتکاب کرتا ہے تو عام مسلمان یہ سمجھتا ہے کہ اس انسان نما حیوان کے وجود کو زمین کی پیٹھ پر نہیں بلکہ زمین کے پیٹ میں ہونا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے ہاں ہر دور میں غازی علم الدین شہیدؒ اور غازی عامر نذیر چیمہ شہیدؒ کے نقوش قدم پر چلنے کو اپنے لیے سعادت دارین کا درجہ حاصل رہا ہے۔ یہ جذبہ اور یہ دلولہ اس امر کی عکاسی اور غمازی کرتا ہے کہ ایک مسلمان اپنی ذات، اپنے خاندان، اپنی اولاد، اپنے قبیلے، اپنی قوم، اپنے ملک، اپنے حکمرانوں اور اپنے دستور کی توہین تو شاید برداشت کر لے لیکن وہ اپنی جان سے بھی عزیز تر، ہادی عالم، رہبرِ اعظم اور رحمت مجسم حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کو کسی صورت برداشت نہیں کر سکتا۔ اُس کا یہ رویہ قرآن کی اس نصِ صریح کے عین مطابق ہے: ”آپ ﷺ فرما دیجئے! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی اور اتباع کو اپنا شعار بناؤ، نتیجتاً اللہ بھی تم سے محبت کرے گا“ ایک دوسرے مقام پر ربِ کائنات یہ فرماتا ہے: ”جس نے رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی“ قرآن کی یہ نص قطعی بھی ہمیشہ مسلمانوں کے پیش نظر رہی ہے: ”تمہیں رسول اکرم ﷺ جس امر کا حکم دیں اُسے بلا تامل

کر گزرو اور جس بات سے منع کریں اُس سے فی الفور رک جاؤ'' ہر کلمہ گو بخوبی جانتا ہے کہ آقائے کائنات، فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ آیت من آیات اللہ کا مظہر ہیں۔ قرآن واضح کرتا ہے کہ جب تم یہ سنو کہ کوئی دریدہ دہن اللہ کی آیات کا استہزاء و تمسخر اُڑا رہا ہے تو اُس کا ہمہ جہتی مقاطعہ کرو۔

اس تناظر میں ۸ برس قبل عالم اسلام کے ہر شہر سے نکلنے والے احتجاجی جلوسوں میں اگر شہری ڈنمارک کی مصنوعات کے بائیکاٹ کا مطالبہ کر رہے تھے تو وہ ارشاد ربانی کی تعمیل کر رہے تھے۔ سو، وہ حکم ربانی کی تعمیل کرتے ہوئے روشن خیالی اور اعتدال پسندی کے نام نہاد پرچم برداروں کی کھوکھلی دلیلوں کو پرکاہ اتنی اہمیت بھی نہیں دیتے۔ یاد رہے کہ ڈنمارک کے اخبارات میں گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کے خلاف تحریک حرمت رسول کی اپیل پر ملک بھر میں ۲۹ فروری ۲۰۰۸ء کو عوام الناس یوم احتجاج منا رہے تھے وفاقی دارالحکومت اور چاروں صوبائی دارالحکومتوں سمیت آزاد کشمیر اور چاروں صوبوں کے ہر شہر، ہر قصبے اور ہر دیہات میں نماز جمعہ کے بعد مساجد کے باہر پرامن مظاہرے کیئے جا رہے تھے اور ہزاروں افراد سڑکوں پر سراپا احتجاج تھے۔ ہزاروں اجتماعات میں مقررین کھلے بندوں مذمتی قراردادیں پاس کر رہے تھے۔ گستاخیٔ رسول میں ملوث ملکوں اور افراد کے جھنڈے اور پتلے نذر آتش کیئے جا رہے تھے۔ یہ کیسا سوئے اتفاق ہے کہ ٹھیک ۸ برس بعد ۲۹ فروری ۲۰۱۶ء کو علی الصبح ایک گستاخ رسول سلمان تاثیر کو ٹھکانے لگانے کے 'جرم' میں سچے اور سچے عاشق رسول ﷺ غازی ممتاز قادری کو اڈیالہ جیل میں پھانسی دے کر نواز حکومت امریکہ اور مغرب کو یہ پیغام بھیج رہی تھی کہ ''اب پاکستان لبرل، ماڈریٹ اور سیکولر ہو چکا ہے، اِس پھانسی کے خلاف ردعمل دکھانے پر الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا کو بذریعہ پیمرا منع کر دیا ہے''...... لیکن عوامی جذبات و محسوسات اور خیالات بالکل اس کے برعکس تھے...... ممتاز قادری فنافی الرسول ﷺ ایک مجذوب تھے۔ تاریخ کے اوراق پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ جب عالم اسلام کے کسی ملک میں



کسی مجذوب کو فنا کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے تو وہ مجذوب تو فنا نہیں ہوتا لیکن اس مملکت اور معاشرے کا مستقبل فنا کی گہری کھائیوں کی طرف برق رفتار سفر شروع کر دیتا ہے۔

اس امر میں کوئی شک نہیں کہ غازی ممتاز قادری شہید ''ملت اسلامیہ'' کا مشترکہ سرمایہ افتخار و وقار ہے۔ وہ بریلویت، دیوبندیت، حنفیت اور شافعیت کے در بند گنبدوں کے اسیر نہیں تھے۔ وہ بین الاسلامی وحدت کا استعارہ تھے۔ وہ بین المسالک تعصّبات اور انتہا پسندی پر قطعاً یقین نہیں رکھتے تھے۔ وہ متشددانہ فرقہ واریت اور مسلکی انتہا پسندی سے بالاتر تھے۔ وہ قومی یکجہتی کے لیے فرقہ دارانہ ہم آہنگی کو ریڑھ کی ہڈی تصور کرتے تھے۔ ان کے نزدیک فرقہ وارانہ انتہا پسندی ملکی سالمیت اور قومی وحدت کے لیے زہر قاتل ہے۔ وہ اپنے ملاقاتیوں سے اکثر اس رائے کا اظہار کرتے کہ وہ پریشر گروپس اور مسلکی انتہا پسندی کی علمبردار جماعتیں جو فرقہ واریت کے زہر کو اس ملک کی شریانوں میں دوڑانا چاہتی ہیں، انہیں اپنے نظریات وعزائم پر نظرثانی کرنا چاہئے۔ انہیں اس امر کا کامل ادراک واحساس تھا مسلکی انتہا پسندی اور متشددانہ فرقہ واریت نے مسلم امہ کے جسم وروح پر گہرے چرکے لگائے ہیں۔ اس کی جاودانی روح آج بھی امہ کو یہ پیغام دے رہی ہے کہ مسلمان ناموس رسالت پر اپنی جانیں نچھاور کرنے کے لیے سربکف اور کفن بردوش ہو کر میدان عمل میں سرگرم جہاد رہیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہمارے علمائے کرام فروعی وسطحی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر ہر قسم کی فرقہ بندی کو ختم کرنے کا اعلان کریں اور واضح کر دیں کہ ہم صرف اور صرف مصطفوی ہیں۔ علامہ اقبال نے کہا تھا:

بازو تیرا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام تیرا دیس ہے تو مصطفویؐ ہے

حکیم الامت تو ہمیں بار بار یاد دلاتے رہے:

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمدؐ سے اُجالا کر دے

ہمیں آج تمام دنیا کو شاعر مشرق کے الفاظ میں یہ بتا دینا چاہیے:

آبروئے ماز نامِ مصطفیٰ است

غازی ممتاز قادری کی شہادت کی مماثلت شہید ناموسِ رسالت غازی علم الدین شہید سے ہے۔ ان کے فقید المثال جنازے کے تمام مناظر اور مظاہر اس امر کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں کہ اس گئے گزرے دور میں بھی ملتِ اسلامیہ کے سینوں کے آتشدانوں میں عشق رسالت مآب ﷺ کے زرتاب شعلے رخشندہ و تابندہ ہیں۔ ان کی رخشندگی و تابندگی کو ظلم و طاغوت، کفر اور باطل کی کوئی کوشش سرد نہیں کر سکتی۔ ان کے جنازے کے شرکاء کے ولولے اور جوش نے یہ ثابت کیا کہ اسلامیانِ پاکستان کے لوحِ قلب سے اسمِ محمد ﷺ کی روشنائی اور اُجالوں کو دنیا کی کوئی باطل قوت محو نہیں کر سکتی۔ بلاشبہ ممتاز قادری ۲۱ ویں صدی کے غازی علم الدین شہید تھے۔ اس جنازے کے شرکاء کی آئندہ نسلیں فخر سے بتایا کریں گی کہ ان کے دادا، والد یا بھائی نے غازی ممتاز قادری شہید کے جنازے میں شرکت کی تھی، حالانکہ اس دور کی حکومت نے ان کا راستہ روکنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن وہ والہانہ، بے تابانہ اور مستانہ وار کراچی، کوئٹہ، لاہور اور پشاور سے راولپنڈی پہنچے، راولپنڈی کا لیاقت باغ ہی نہیں بلکہ راولپنڈی کی ہر بڑی شاہراہ جنازگاہ کا روپ دھار چکی تھی، شہید کی لاش سیکڑوں من گلاب کے پھول کی پتیوں میں بسی ہوئی تھی''۔ غازی ممتاز قادری کی تدفین ہو چکی، اس کی تدفین اور نماز جنازہ کے مناظر کا الیکٹرانک میڈیا نے باامر مجبوری بلیک آؤٹ کیا لیکن امام احمد بن حنبلؒ کے جنازے کی طرح غازی کا جنازہ بھی اس کے حق پر ہونے کی گواہی تھا۔

اس امر میں کوئی شک نہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی ذات ستودہ صفات کی اہانت عالم اسلام کے ہر ملک اور شہری پر حملہ کے مترادف ہے۔ دنیا بھر کے ۶۰ مسلم ممالک کے ایک ارب ۵۰ کروڑ سے زائد مسلمان اسلام دشمن قوتوں کی ہر تخریبی کارروائی اور

بدتہذیبی کو برداشت کر سکتے ہیں لیکن وہ اپنے محبوب نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات بارے انتہائی حساس جذبات رکھتے ہیں۔ مختلف یورپی ممالک کے میڈیا کی جانب سے آپ ﷺ کی ذات کی توہین کسی جہالت یا شرارت کی بنا پر نہیں کی جا رہی بلکہ یہ ایک طے شدہ، منظّم اور مربوط طویل عالمگیر جنگ کا نقطۂ آغاز ہے اور ''تہذیبوں کے تصادم'' کے پرچارک غیر علانیہ طور پر عالمِ اسلام کے خلاف تیسری عالمگیر جنگ کا آغاز کر چکے ہیں۔ اسلام دشمن استعماری قوتوں نے ابتدائی مرحلہ پر عالمِ اسلام کے ۴ ممالک پر اپنا براہ راست اور بالواسطہ غاصبانہ اور ناجائز قبضہ کر رکھا ہے۔ ان میں فلسطین، چیچنیا، افغانستان اور عراق قابلِ ذکر ہیں۔ اب وہ اپنی فتوحات کا دائرہ مزید وسیع کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے انہوں نے باقاعدہ میڈیا وار شروع کر دی ہے۔ توہین آمیز خاکوں کی مسلسل اشاعت اس جنگ کے الاؤ کو بھڑکانے کے لیے عسکری تزویراتی حکمتِ عملی کے تحت ایک ''فیلر'' کے طور پر استعمال کی جا رہی ہے۔

پاکستان کے سنجیدہ فکر تھنک ٹینکس اس امر کا مطالبہ کر رہے ہیں کہ حکومت ۲۰۱۶ء کو تحفظ ناموسِ رسالتؐ کے سال کے طور پر منائے۔ اس سلسلہ میں پاکستان بھر میں جلسے، سیمینارز اور کنونشنز کا انعقاد کیا جائے تاکہ جذبۂ حبِ رسول ﷺ کو توانا اور قوی بنایا جائے۔ تمام مسلم ممالک اقوامِ متحدہ کے ذریعے تمام مذاہب، اُن کی مقدس ہستیوں کے احترام کا باقاعدہ قانون منظور کروائیں اور اس کی خلاف ورزی کرنے والے ملک کی رکنیت معطل کر کے اُس پر عالمی پابندیاں نافذ کی جائیں تاکہ کوئی شخصیت، ادارہ یا ملک اس طرح کی حرکت نہ کر سکے، او۔آئی۔سی اپنے چارٹر میں اس شق کا اضافہ کرے کہ ایسے فعل کے مرتکب ملک سے کوئی مسلم ملک سفارتی تعلقات نہیں رکھے گا اور اپنا اسلامی کردار ادا کرے گا۔

روزنامہ نئی بات لاہور

۲ مارچ ۲۰۱۶ء



ناتمام

ہارون الرشید

میراث

خون کو خون سے نہیں، پانی سے دھویا جاتا ہے۔ نفرت کا علاج محبت ہے، جوابی نفرت نہیں۔ اللہ اس کے رسول ﷺ اور یوم جزا پر ایمان رکھنے والوں کی ذمہ داری زیادہ ہے کہ جذبات کی آگ بھڑکانے سے گریز کریں۔ سرکار کی میراث، علم، دلیل اور خیر خواہی ہے، انتقام نہیں۔

آگ بھڑکانی ہو تو دشواری کوئی نہیں۔ اپنے کارناموں کی دلدل میں حکومت اتر چکی۔ کوئی اگر نوشتۂ دیوار پڑھنا چاہے تو پڑھ لے۔ کراچی کے ہوائی اڈے کا واقعہ آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ عقل سلب کر لی جاتی ہے، حواس کند ہو جاتے ہیں۔ میڈیا نے ہوش مندی کا مظاہرہ کیا، بلکہ ایسی احتیاط جس کی حدود خوف سے جا ملیں۔ اس پر پیمرا کا یہ طعنہ کہ نجی ٹی وی چینلوں نے مبالغہ آمیز منظر دکھائے۔ یہ مبالغہ آمیز کوریج کیا ہوتی ہے؟ کوئی جملہ؟ کوئی پروگرام؟

سارا دن یہ ناچیز ٹی وی دیکھتا اور حیران ہوتا رہا۔ لاہور سے اسلام آباد واپس جانا تھا۔ بار بار دفتر سے رابطہ کرنا پڑا۔ کیا شاہراہیں کھلی ہیں؟ سحر اخبار پڑھا تو تعجب ہوا کہ پیمرا اس پر بھی ناخوش ہے۔ وزیر کا مؤقف تو نشر کیا گیا کہ عدالتی فیصلے پر احتجاج روا نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کا ردعمل بھی ہوا ہوگا۔ خلق تک یہ ردعمل نہیں پہنچا۔ اس کے باوجود اظہار ناراضی؟

ایک مقصد کے لیے اپنی آزادی اور حق سے دستبردار ہو کر میڈیا نے پختگی کا مظاہر کیا۔ حکومت سے اختلاف اپنی جگہ۔ احتجاج ایسا نہ چاہیے کہ عدم استحکام پیدا ہو۔

ہوش مندی کا تقاضا یہ تھا کہ پھانسی ملتوی کر دی جاتی۔ فیصلے پر تحفظات تھے۔ ایسے کہ جن کی پشت پر دلیل کی قوت کارفرما تھی۔ امن کی آرزو نے خاموشی کو جواز فراہم کیا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ خلق خدا بے چین نہیں۔ بیقرار ہے اور بے حد۔ حکومت اسے اپنی کامیابی نہ سمجھے۔ کچھ نتائج اسے بھگتنا ہوں گے۔ میرا خیال ہے کہ بہت جلد وگرنہ آئندہ الیکشن کے ہنگام۔ لال مسجد اور اکبر بگٹی کا قتل قاف لیگ کو لے ڈوبا تھا۔ مونس الٰہی تو شاید وزیر اعلیٰ نہ بن سکتے مگر پرویز الٰہی وزیر اعظم ہوتے، اگر وہ واقعہ نہ ہوا ہوتا۔

عوامی احساسات کا رخ کیا ہے؟ انٹرنیٹ پر دونوں جنازوں کی تصاویر دیکھ لیجیے۔ گورنر سلمان تاثیر کا جنازہ گورنر ہاؤس میں ہوا اور اس طرح کہ شہر عبرت گاہ تھا۔ گورنر ہاؤس کے امام نے جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا۔ داتا صاحب کے خطیب سے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے سن کر کوئی جواب نہ دیا۔ کوئی اور بھی آمادہ نہ تھا۔ خود پیپلز پارٹی سے وابستہ مولوی صاحبان بھاگ گئے۔ آخر کار سرکاری اہتمام سے قائم علماء و مشائخ کی تنظیم مددگار ہوئی۔ گورنر ہاؤس کے چمن میں زیادہ سے زیادہ ۵۰ افراد جمع ہوئے۔ پہلی قطار میں رحمٰن ملک تھے، خورشید قصوری، پرویز اشرف، یوسف رضا گیلانی اور فاروق ایچ نائیک۔ نماز کے دوران وہ ایک دوسرے کو دیکھتے رہے، خوف زدہ! سرکاری چاردیواری اور پولیس کے باوجود فضا میں ایک ہیلی کاپٹر بھی موجود رہا۔

منگل کو راولپنڈی میں نماز جنازہ اس طرح ہوئی کہ تل دھرنے کی جگہ لیاقت باغ میں نہیں تھی۔ رات ہی سے لوگوں نے ڈیرے جما لیے تھے۔ مری روڈ پر حد نظر تک ہجوم تھا۔ ٹھاٹھیں مارتا سمندر۔ یہ ذوق وشوق سے ادا کی جانے والی عبادت تھی، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جوان کی یادوں میں رہے گی۔ جانے والے کا موازنہ غازی علم الدین شہید سے کیا جاتا رہا۔ سلمان تاثیر گستاخی کے مرتکب نہ ہوئے تھے؛ البتہ توہین رسالت کے قانون کو

کالا قانون کہا تھا۔ محافظ نے سلمان تاثیر کو قتل کیا تو پولیس کے باقی جوان خاموش کھڑے رہے۔ مقتول کے حق میں کوئی تحریک نہ اٹھی۔ کلمہ خیر کہنے والے بھی کم تھے۔ راولپنڈی کی عدالت میں وکلاء نے گل پاشی کی تو واضح ہو گیا تھا کہ عوامی جذبات کس کے ساتھ ہیں۔

اسلام جذبات کا مذہب نہیں۔ قصاص ہے اور عدل ہے، انتقام اور تخریب نہیں۔ علماء کی ایک قابل ذکر تعداد ادراک نہیں رکھتی کہ قرآنِ کریم اور احادیث رسول ﷺ میں سے انس اور الفت کا پہلو خارج نہیں کیا جا سکتا۔ جو کرتے ہیں، وہ آیات و فرامین کو فقط احکام کے نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں۔ بے سبب نہیں کہ تمام سرزمینوں میں اسلام قبول کرنے والوں نے صوفیا کا انتخاب کیا علماء کا نہیں۔ جو محبت علی بن عثمان ہجویریؒ، خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ، خواجہ معین الدین چشتیؒ، خواجہ نظام الدین اولیاءؒ اور بعد کے زمانوں میں خواجہ مہر علی شاہؒ کو حاصل ہوئی، حتیٰ کہ شعراء، سلطان باہو، شاہ حسین، بلھے شاہ، خواجہ غلام فرید اور میاں محمد بخش کو، وہ کسی عالمِ دین کے حصے میں کیوں نہ آ سکی؟

جی ہاں نرمی، محبت اور خیر خواہی۔ سرکار ﷺ کا شعار یہی تھا۔ اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے کہ آنکھیں بھر آئیں۔ خوف سے آپ کے رفیق کانپ اٹھے کہ شاید گستاخی ہوئی۔ سوال کیا گیا تو ارشاد فرمایا: میں نے ان لوگوں کو یاد کیا جو میرے بعد آئیں گے اور مجھ سے اتنی ہی محبت کریں گے، جتنی تم کرتے ہو، حالانکہ مجھے انہوں نے دیکھا نہ ہوگا۔

برصغیر کے مسلمان کا توشہ عشق رسول ﷺ ہے اور کیوں نہ ہو۔ اللہ نے ہر کہیں ان کا ذکر ایک دائمی صداقت کے طور پر کیا ہے۔ ''سراجاً منیرا''، چمکتا ہوا سورج۔ کتاب میں ہے: ''اللہ اور فرشتے محمد ﷺ پر درود بھیجتے ہیں''۔ بار بار ارشاد یہ ہے: اطیعو اللہ و اطیعو الرسول۔ اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول ﷺ کی۔ فرمایا: مومنوں کے بارے میں (ان کی ہدایت اور نجات کے لیے) آپ ﷺ حریص واقع ہوئے ہیں۔ آ نے

والی تمام نسلوں کے لیے فکر مند، رحمۃ للعالمین!

شرمین عبید چنائے کو مبارک ہو۔ کمال فن کا شاہکار ہی ہوگا کہ اس قدر داد ملی۔ مگر ان کی ذاتی کامیابی ہے۔ ملک کی کوئی خدمت نہیں۔ فلم میں وہ فرماتی ہیں کہ پاکستان دہشت گرد برآمد کرتا ہے۔ ممبئی حملوں کا ذمہ دار پاکستان ہے، چند اشخاص نہیں۔ ان کے بقول پاکستان کی ایک پوری نسل طالبان ہے۔ مزید یہ کہ غیر ملکیوں کے لیے پاکستان خطرناک ہے۔ مغرب میں ہونے والی دہشت گردی کی منصوبہ بندی پاکستان میں ہوتی ہے۔

دوسرے سیکولر ''مفکرین'' کی طرح وہ بھی پاکستان کو مغرب کے نقطۂ نگاہ سے دیکھتی ہیں۔ دہشت گردی شرمناک ہے اور اس کے مرتکب درندے۔ پاکستانی قوم نے ذہنی غسل سے گزرنے والے جنونیوں کو مسترد کر دیا ہے۔ پوری قوم کی تائید کے ساتھ پاک فوج ان سے نبرد آزما ہے۔ اس طرح کی فلموں کا پیغام کیا ہے؟ وزیر اعظم کی سطح پر اس خاتون کی حوصلہ افزائی کا مطلب کیا ہے؟ جی ہاں! یہ مغرب کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی کوشش ہے۔ ملک میں انتہا پسند ہیں۔ طاقت کے بل پر، خوف زدہ کر کے اپنی بات و منوانا چاہتے ہیں۔

ایک اور پاکستان بھی ہے۔ پوری دنیا میں سب سے زیادہ غریب پرور۔ کراچی شہر میں، صرف ایک آدمی ہر روز ڈیڑھ لاکھ بھوکوں کو کھانا کھلاتا ہے۔ سینکڑوں اور بھی ہیں۔ پانچ ہزار سے زیادہ سکول ہیں، جن میں مفت تعلیم دی جاتی ہے۔ اولیاء اللہ کے ہزاروں مزار ہیں، جہاں کوئی بھی پیٹ بھر سکتا ہے۔ سینکڑوں ہسپتالوں میں مریضوں کو پابندی سے طعام مہیا ہوتا ہے۔ ایدھی فاؤنڈیشن ہے، نمل یونیورسٹی اور دنیا کا واحد ایسا کینسر ہسپتال، ۷۰ فیصد مریضوں کا علاج جہاں بلا معاوضہ۔ اخوت جیسا ادارہ امریکہ میں ہے اور نہ یورپ کے کسی ملک میں۔ غیر سودی قرض سے اب تک ۱۶ لاکھ افراد کو برسرِ روزگار کیا جا چکا۔ انشاء اللہ چند

برس میں یہ تعداد ایک کروڑ ہو جائے گی۔ دنیا ایسی اور کوئی دوسری نظیر پیش نہیں کرتی۔ ہمسایہ بھارت میں کم از کم تین سو افراد روزانہ بھوک سے دم توڑ دیتے ہیں۔ صرف دہلی میں ۲۵ لاشیں ہر روز اٹھائی جاتی ہیں۔ کوئی اس پاکستان کی تصویر کشی بھی کرے۔ ۲۰ لاکھ سے زیادہ گھرانے اپنے پڑوسیوں، رشتہ داروں اور دوسرے اہل خیر کی حفاظت میں جیتے ہیں۔

الحذر، مذہبی جنونیوں سے الحذر، مگر یہ لبرل فاشسٹ؟ امریکہ اور یورپ، سالانہ ایک سو ارب روپے ان کی پشت پناہی پہ صرف کرتے ہیں۔ کس لیے؟ آخر کس لیے؟

خون کو خون سے نہیں، پانی سے دھویا جاتا ہے۔ نفرت کا علاج محبت ہے، جوابی نفرت نہیں۔ اللہ، اس کے رسول ﷺ اور یوم جزا پر ایمان رکھنے والوں کی ذمہ داری زیادہ ہے کہ وہ جذبات کی آگ بھڑکانے سے گریز کریں۔ سرکار کی میراث، علم، دلیل، اور خیر خواہی ہے، انتقام نہیں۔

روزنامہ دنیا۔ لاہور

۲ مارچ ۲۰۱۶ء



عکسِ خیال

ڈاکٹر اظہر وحید

غیرت ہے بڑی چیز جہانِ تگ و دَو میں

پوچھا گیا ''غیرت کی انگریزی کیا ہوتی'' جواب ملا ''اُن کی لغت میں غیرت نہیں ہوتی، مطلب پوچھنے کا کیا مطلب؟''۔ جس نے غیرت کے نام پر قتل کا ترجمہ honour killing کیا ہے، اس نے معانی کو literally kill کر دیا ہے۔ کاش اس کا اصل ترجمہ murder of vangeance (قتلِ انتقام) کیا جاتا تو اہلِ عالم کو معلوم ہوتا کہ ہم ترقی پذیر لوگ ابھی ترقی یافتہ ممالک سے کس قدر پیچھے ہیں، کتنے پس ماندہ ہیں۔

غیرت کا ترجمہ نہ تو غصہ ہے، نہ rage، نہ fury، نہ انتقام، نہ اشتعال اور نہ ہی جذبۂ حسد!! غیرت آخر کیا شئے ہے، جسے اقبالؒ جیسا مردِ دانا جہانِ تگ و دو میں بڑی چیز قرار دے رہا ہے۔ اسے سمجھنے کے لیے ہمیں سیرتِ طیبہ مبارکہ کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ سیرتِ رسولِ رحمت ﷺ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی اپنی ذات کے لیے کسی پر غصہ نہ کیا، نہ انتقام لیا لیکن اگر کوئی دینی شعائر اور حدود اللہ کی توہین کرتا تو رسول کریم ﷺ کا چہرہ مبارک جلال سے سرخ ہو جاتا۔ اللہ کی حدود، اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں بتائی ہیں اس لیے اہل دین کے لیے دین کے سب سے بڑے شعائر خود رسول اللہ ٹھہرے۔ ہر کلمہ گو کے لیے لازم ٹھہرا کہ اگر کوئی ذاتی سطح پر اس کی توہین کرے تو بدلہ نہ لے، نہ اشتعال میں آئے، نہ قانون اپنے ہاتھ میں لے لیکن اگر کوئی اس کے سامنے اللہ کے رسول ﷺ کی توہین کا مرتکب ہو تو بے دریغ ردِ عمل کا اظہار کرے.....اور پرواہ نہ کرے کہ سامنے اعلیٰ عہدے پر متمکن دولت اور طاقت کے نشے میں مخمور کوئی بدمست اور بدبخت کھڑا ہے۔

کل دو واقعات ایک ساتھ رُونما ہوئے۔ بظاہر ان میں کوئی تعلق نظر نہیں آتا لیکن بباطن ان کے پیچھے ایک ہی ''روح'' کارفرما تھی۔ ظاہر پرست آنکھ چکاچوند سے چندھیا جاتی ہے۔ اکیڈمی ایوارڈ لاس اینجلس، امریکہ، ہالی وڈ...... یہ سب الفاظ ظاہر کے گورکھ دھندے میں مبتلا شعور کو اُچک کر لے جاتے ہیں۔ شرمین عبید چنائے کو ایک بار پھر اکیڈمی ایوارڈ کے لیے چن لیا گیا۔ کیا خیال ہے، اس کی دستاویزی فلم کی تکنیک، مہارت اور معیار سب سے بلند تھا؟ واقعہ یہ ہے کہ اس کا موضوع ہی ایسا تھا جس کی ان دنوں امریکی تھنک ٹینک کو اشد ضرورت تھی۔ وہ جانتے ہیں، صرف ایک ایوارڈ کا لالی پاپ دکھانے کی دیر ہے کہ اس ملک کے صدر اور وزیر اعظم سمیت ہر بچہ جمورا نگر نگر ڈھنڈورا پیٹے گا۔ مارکیٹنگ کی زبان میں یہ سستا ترین آپشن ہے۔ ایوارڈ دو اور کام لو۔ مغرب نوازی کی انتہا ہے کہ ملک کا صدر ممنون احسان ہوا جا رہا ہے، اپنے ایوان میں پوری کابینہ بلوا کر ڈاکومینٹری فلم دکھائی جا رہی ہے۔ اپنے معاشرے کے بدنما داغ کا ایک بین الاقوامی اشتہار بنایا جا رہا ہے...... بین الاقوامی برانڈز اور میڈیا آج کل بچے بچے کو یہی باور کروا رہے ہیں کہ داغ تو اچھے ہوتے ہیں۔ معلوم نہیں، اپنے وطن، دین اور معاشرے کے داغوں کا سر بازار اشتہار لگانے اور ڈھول بجانے والوں کے لیے ڈکشنری میں کون سا لفظ موجود ہے۔ اپنی عزت کا سودا کرنے اور کروانے والوں کے لیے اہل لغت کے ہاں دستیاب لفظ بالعموم ناقابلِ تحریر ہوتے ہیں۔ ڈاکومینٹری فلم ایک ڈاکومینٹ ہوتی ہے، اس پر مستزاد یہ کہ بین الاقوامی ایوارڈ سمیت اسے گود بھی لے لیا جائے، own بھی کر لیا جائے۔ کرپشن، اقربا پروری اور مغرب نوازی میں حکومت اور اپوزیشن بقول شخصے ایک پیج پر ہیں۔ ہمارے بدیسی حکمرانوں کا عقیدہ بن چکا ہے کہ اس سرزمین پر اقتدار حاصل کرنے کے لیے اور پھر اسے بچانے کے لیے سمندر پار کا ولائتی سرٹیفکیٹ ضروری ہے۔

ایک گلی محلے کی اَن پڑھ مگر سگھڑ گرہستن بھی جانتی ہے کہ اپنے گھر کے پوتڑے گلی

میں نہیں دھوتے۔ یہاں ملک کے سربراہ لوگ اپنے معاشرے کے گندے کپڑے ایک بین الاقوامی مین چوراہے پر دھلوا رہے ہیں، ”دھوبن“ سے ملاقاتیں اور تصویریں بنوا رہے ہیں، اپنی بدنامیوں پر ایک مہرِ تصدیق ثبت کر رہے ہیں۔ بس ملک وملت کو بدنام کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے ضائع نہ ہونا چاہیے...... مغرب کے ہاں اپنا لبرل چہرہ رجسٹرڈ کروانے کا آخر یہی تو موقع ہوتا ہے۔ چارہ گرو! اگر کوئی مرض لاحق ہے تو اس کا علاج کرو، اسے سرِعام اشتہار نہ بناؤ۔ ایک نوبل انعام یافتہ مگر ملال یافتہ آواز آئی، شرمی چنائے۔ نے اکیڈمی ایوارڈ لے کر قوم کا سر فخر سے بلند کر دیا ہے...... گویا یہ قوم اسی لیے تشکیل میں لائی گئی تھی کہ اس کی بیٹیاں بے لباس تہذیب کے بچاریوں کے ہاتھوں ایوارڈ لینے کے قابل ہو جائیں۔ کیا خیال ہے، سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین کی تحریریں ادب کے شہ پارے ہیں جنہیں ایوارڈ دیا گیا تھا؟ انگریزی ادب کا عام قاری جانتا ہے کہ ان کتابوں کی ادبی حیثیت دو ٹکے کی نہیں...... مگر یہ کہ بدنامِ زمانہ مصنفین کا موضوع ہی کچھ ایسا ہے کہ اہلِ مغرب کے ہاں پسندیدہ ترین ہے۔ انعام سے مالا مال کرنے کی روایت یہی ہے...... یہاں ہنر کی نہیں، موضوع کی پذیرائی مقصود ہے۔ نظریات کی جنگ میں جو شکست کھا جائے، جہانِ تگ ودَو میں وہ کیسے سرخرو ہوگا۔

پچھلی صدی میں ایک بنیاد پرست گزرا ہے، اقبالؒ نام تھا، وہ مغرب کا نبض شناس تھا، اُن کے شوز میں جا کر بولتا رہا، قومِ رسولِ ہاشمی کو سمجھاتا رہا کہ مغرب کا ہدف یہ ہے ”روحِ محمد ﷺ اِن کے بدن سے نکال دو“۔ ایک اور بنیاد پرست مسلمان محمد علی جناحؒ بھی تھا۔ وہ اقبالؒ کے ساتھ مل کر غازی علم دین شہید کا مقدمہ لڑتا رہا۔ محمد علی جناحؒ جیسا بااصول بیرسٹر اگر غازی علم دین کے موقف کو غلط جانتا تو کبھی اس مقدمے کی پیروی نہ کرتا۔ سنا ہے اقبالؒ نے غازی علم دین شہیدؒ کے جسدِ خاکی کو اپنے ضعیف اور لرزتے ہاتھوں سے خود لحد میں اتارا۔ وہ تاریخی جملہ بھی دہرا دینے میں کوئی حرج نہیں، آج کے روشن خیال دانشوروں

کے ہاتھوں جب جناحؒ اور اقبالؒ کی عزت محفوظ نہیں تو ہم ایسے طالب علم فتوے سے کیوں ڈریں......علامہ اقبالؒ کا پنجابی جملہ تاریخ کا حصہ ہے "اساں گلاں ای کردے رہ گئے، تے ترکھاناں دا منڈا بازی لے گیا" (ہم باتیں ہی کرتے رہ گئے اور ترکھان لڑکا ہم پر بازی لے گیا)۔ "سویرا" اور "ادبِ لطیف" والے چوہدری ریاض احمد نے اپنی کتاب "قطبِ ارشاد، سیدنا واصفؒ" (مطبوعہ ۱۹۹۳ء) میں بحوالہ حضرت واصف علی واصفؒ لکھا ہے کہ علامہ اقبالؒ کو حضور پاکؐ کی جاگتے میں زیارت اس وقت ہوئی تھی جب وہ غازی علم دین شہیدؒ کو لحد میں اتار رہے تھے۔ بہت سے روشن خیال زمینی اور بین الاقوامی سیاست کے ماہرین اس وقت بھی یہی کہہ رہے تھے کہ غازی علم دین کو قانونی راستہ اپنانا چاہیے تھا، اسے چاہیے تھا کہ وہ قریبی تھانے میں مقدمہ درج کروا دیتا......اور یہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لینا "قانونی طور" پر جرم ہے، وغیرہ وغیرہ! قانون دان حضرات نے یہ نکتہ کبھی نہیں اٹھایا کہ ملک کے گورنر کو قانون اپنے ہاتھ میں لینے کی اجازت کس نے دی تھی، وہ ایک سزا یافتہ مجرمہ، جسے ملکی عدلیہ نے مجرم قرار دے دیا تھا، اسے اپنے ساتھ بٹھا کر پریس کانفرنس کرتا ہے اور کہتا ہے، میں اس کی سزا معاف کروا دوں گا۔ غازی علم دین شہید ایک استعارہ بن چکا ہے۔ آج کا غازی علم دین، دار سے ہوتا ہوا ایک کردار تک پہنچا ہے اور اسے دار تک پہنچانے والے کل کیفر کردار کو پہنچیں گے۔ غیر ملکی آقاؤں کو خوش کرنے اور رکھنے والے اس آقا ﷺ کی غلامی کا ذکر بھی نہیں کر سکتے جس کے غلاموں تک کی ہستی جاودانی ہے۔

روزنامہ نئی بات لاہور

۲ مارچ ۲۰۱۶ء



نوشتہ دیوار

سردار محمد اکرم بٹر

ممتاز قادری کی سزا، ایک جائزہ

پنجاب کے سابق گورنر سلمان تاثیر کے قتل کے مجرم ایلیٹ فورس کے سابق اہلکار ممتاز حسین قادری کو پانچ سال بعد ۲۹ فروری کو اڈیالہ جیل میں تختہ دار پر لٹکا دیا گیا اور ضروری قانونی کارروائی کے بعد لاش ورثاء کے حوالے کر دی گئی، نماز جنازہ یکم مارچ ۲۰۱۶ء منگل کی سپہر لیاقت باغ راولپنڈی میں ادا کی گئی۔ پھانسی سے قبل جیل میں ممتاز قادری کی اس کے اہلخانہ سے آخری ملاقات کروائی گئی، ممتاز قادری کو پھانسی دیے جانے کا معاملہ انتہائی خفیہ رکھا گیا اور اس بارے میں صرف پنجاب کے محکمہ جیل خانہ جات کے چند افسران ہی باخبر تھے۔ قادری نے چار جنوری ۲۰۱۱ء کو اسلام آباد کے علاقے ایف سکس میں سلمان تاثیر کو سرکاری اسلحہ سے فائرنگ کر کے قتل کر دیا تھا۔ ممتاز قادری کو راولپنڈی کی انسداد دہشت گردی کی عدالت نے جرم ثابت ہونے پر ۲۰۱۱ء میں دو مرتبہ موت کی سزا سنائی تھی۔ سزا کے خلاف اپیل پر اسلام آباد ہائی کورٹ نے فروری ۲۰۱۵ء میں اس مقدمے سے دہشت گردی کی دفعات تو خارج کر دی تھیں تاہم سزائے موت برقرار رکھنے کا حکم دیا تھا۔ سپریم کورٹ نے بھی اسی فیصلے کو دسمبر ۲۰۱۵ء میں برقرار رکھا اور آخر میں صدر مملکت نے بھی ممتاز قادری کے والد کی طرف سے دائر کی گئی درخواست کو مسترد کر دیا۔ کیونکہ ممتاز قادری نے رحم کی اپیل کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

ممتاز قادری کی سزا پر عملدرآمد کے نتیجہ میں عوامی حلقوں کا مضطرب ہونا ایک فطری امر تھا۔ کیونکہ ان حلقوں کے نزدیک ممتاز قادری نے سلمان تاثیر پر عشقِ رسول ﷺ

کے جذبات سے سرشار ہو کر حملہ کیا اور اسے اس اقدام کی وجہ سے عوامی سطح پر محبوبیت اور مقبولیت بھی حاصل ہو گئی۔ عشقِ رسول ﷺ کو مسلمان اپنی زندگی کا اثاثہ تصور کرتے ہیں اور حرمت رسول ﷺ پر جان قربان کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔

ممتاز قادری کی سزائے موت نے ملک کے اندر انتشار اور بے چینی کی جس لہر کو جنم دیا ہے، اسے ملک وقوم کے مستقبل کے لیے اطمینان بخش قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اور نہیں کہا جا سکتا کہ اس صورت حال کے بطن سے ملک وملت کے لیے آئندہ کس نوعیت کے حالات وواقعات نمودار ہوں گے اور قوم کو کن کن آزمائشوں اور بحرانوں سے مزید گزرنا پڑے گا۔ ممتاز قادری کی سزائے موت بادیٔ النظر میں جرم وسزا کی معمول کی کارروائی لگتی ہے لیکن بات اتنی سادہ اور معمولی نہیں جتنی کہی، سمجھی اور سمجھائی جا رہی ہے۔ چنانچہ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ریاست قانون وانصاف کے متعین پیمانے رکھتی ہے۔ اور معاشرے میں قیام امن اور فتنہ وفساد کا خاتمہ اسی وقت ممکن ہے، جب ہر عام وخاص ملکی قوانین اور ریاستی ضوابط کا احترام اور پاس داری کرے گا۔ ممتاز قادری نے جس پس منظر کے تحت ریاست کے اہم منصب دار کا قتل کیا، یقیناً قانون اور آئین کے تحت اس کی گنجائش نہیں نکلتی، لیکن ساتھ ہی یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ سلمان تاثیر نے جس آئین اور قانون کی پاس داری کا حلف اٹھایا تھا، اسے اس قانون کو ''کالا قانون'' کہنے کی کتنی اور کس حد تک گنجائش تھی۔ اگر ممتاز قادری محض اس بنا پر مستحق گردن زدنی ٹھہرا کہ اس نے ریاستی قانون کو دن دہاڑے چیلنج کیا تھا تو سلمان تاثیر کے ''اقبالی جرم'' کا ریاست اور عدلیہ نے کس حد تک نوٹس لیا تھا۔ پھر یہ بھی سامنے کی بات ہے کہ کراچی سمیت ملک کے طول وعرض میں حکیم سعید سمیت ڈاکٹر سرفراز نعیمی، علامہ افتخار احمد حبیبی، مولانا محمد اکرم رضوی اور علامہ خرم شہزاد کے علاوہ مختلف مکاتب فکر کے سیکڑوں جید علماء کرام اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے کتنے ہی افیسران اور جوانوں کا خون ناحق بہایا جا چکا ہے، لیکن آج تک کسی ایک کے

بھی قاتل کو کیفر کردار تک نہیں پہنچایا گیا۔ قوم ارباب اقتدار سے یہ پوچھنے میں حق بجانب ہے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ علماء کرام اور جید مشائخ عظام کے قاتلوں کو قانون کا شکنجہ اپنی گرفت میں نہیں لے سکا، لیکن ایک گورنر کے قاتل کو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا؟ یہ تفریق کیوں کر روا رکھی جا رہی ہے؟ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ملکی عدالتوں میں قتل کے ہزاروں مقدمات سالہا سال سے زیر التوا ہیں اور کتنے ایسے ہیں جن کے فیصلوں کو ایک طویل عرصہ بیت چکا اور تقریباً ۶ ہزار سے زائد سزائے موت کے قیدی جیلوں میں پڑے ہیں۔، لیکن سزاؤں پر عمل درآمد کا دور دور تک نام و نشاں نظر نہیں آ رہا۔ اس کے برعکس سلمان تاثیر قتل کیس میں تیزی سے عدالتی مراحل کو طے کیا گیا اور قاتل کو کیفر کردار تک پہنچایا گیا، جس نے واضح کر دیا کہ یہاں امیر و غریب، حاکم اور محکوم اور اعلیٰ و ادنیٰ کی تفریق کا رنگ بہت گہرا ہو چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غریب انصاف کے لیے مارا مارا پھرتا رہتا ہے اور اسے انصاف مل کر بھی نہیں ملتا، لیکن کسی مقتدر شخصیت کے ساتھ ہونے والی زیادتی کا نہ صرف اعلیٰ سطح پر نوٹس لیا جاتا ہے بلکہ حسب موقع رد عمل بھی دیا جاتا ہے۔ یقیناً یہ طبقاتی تفاوت ریاستی اداروں کے سامنے بڑا سوالیہ نشان ہے۔ علاوہ ازیں یہ بات بطور خاص مدنظر رکھی جانی چاہیے کہ اس وقت پوری دنیا میں عالمی طاقتیں سزائے موت کے خاتمے کے لیے آواز بلند کر رہی ہیں۔ لیکن پاکستان سمیت دنیا بھر میں اسلام پسندوں کو دی جانے والی سزائے موت پر ان طاقتوں کو نہ صرف سانپ سونگھ جاتا ہے بلکہ الٹا ان کی جانب سے اس پر اطمینان و خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے۔

عالمی سطح پر پائی جانے والی یہ ”منافقت“ اس بات کی غماز ہے کہ دنیا بھر میں اسلام اور راسخ العقیدہ مسلمانوں کے خلاف چھیڑی جانے والی جنگ کے شعلے مملکت خداداد پاکستان کو اپنی لپیٹ میں لے چکے ہیں اور عمومی تاثر تقویت پاتا جا رہا ہے کہ گزشتہ کچھ عرصے سے مقتدر طبقہ محب دین و وطن عوام کے جذبات و احساسات اور ترجیحات کے علی الرغم ملک کو

لبرل بنانے کی منزل درجہ بہ درجہ طے کر رہا ہے۔ چنانچہ قوم کی غالب اکثریت اس پر شدید تشویش و خلجان میں مبتلا ہے۔ حکمرانوں، سیاست دانوں، افواج پاکستان اور ملک کے تمام سنجیدہ و فہمیدہ طبقات کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ منفی تاثر وطن عزیز کے استحکام اور بقا کے لیے سخت ''خطرے کی گھنٹی'' ہے۔ اسلام پاکستان کی بنیاد اور ذریعۂ بقا ہے۔ اگر حکمران آئین و قانون کی بالادستی یقینی بنائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ آئندہ کسی کو آئین پاکستان کو ''کالا آئین'' کہنے کی جرأت ہو سکے۔ عقیدۂ ختم نبوت آئین پاکستان کا جزو لاینفک ہے، اور روز اول سے دین بیزار لابی کی کوشش رہی ہے کہ وہ کسی طرح اس شق کو ختم یا غیر مؤثر بنا دے۔ ۲۰۱۱ء میں ایسی ہی ریشہ دوانیاں جاری تھیں اور اس کے نتیجے میں پورا ملک سراپا احتجاج بن چکا تھا۔ حکومت کو ایسے اقدامات کرنے چاہئیں کہ جن کے نتیجے میں آئین کی یہ شق مزید مؤثر اور محفوظ بن سکے، کیونکہ یہ براہ راست ہمارے عقیدے اور ایمان کا تقاضا ہے۔ عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ ہر صاحب ایمان پر اپنے جان و مال کی حفاظت سے بڑھ کر لازم ہے۔ اگر اب بھی حکمرانوں نے مؤثر اقدامات کی بجائے زبانی جمع خرچ سے کام لیا اور اس بابت سستی اور عدم توجہ سے کام لیا گیا تو آئندہ ایسے واقعات کی روک تھام کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔

اور سب سے اہم بات یہ کہ اس نازک اور جذباتی موقع پر ملک بھر کے شہری خراج تحسین کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس نازک اور حساس موقع پر صبر و تحمل کا دامن نہیں چھوڑا اور قانون کو ہاتھ میں نہیں لیا۔ اور یوں حضور اکرم ﷺ کا سچا اُمتی ہونے کا ثبوت فراہم کیا۔ پاکستانی شہریوں کے اس طرز عمل سے عالمی برادری کے سامنے ان کا مہذب چہرہ اُجاگر ہوا۔ تاہم وہ یہ سمجھتے ہیں کہ سپریم کورٹ کے فیصلے اور صدر مملکت کے اپیل مسترد ہونے کے باوجود حکومت انہیں پھانسی دینے میں عجلت سے کام نہ لیتی تو بہتر ہوتا۔ اسی لیے شہری سوال اٹھا رہے ہیں کہ ریمنڈ ڈیوس نے بھی تین قتل کیے تھے لیکن

اسے جیل کی چار دیواری سے بخیر و عافیت اس کے ہم وطنوں کے حوالے کر کے بیرون ملک جانے کی اجازت دے دی گئی۔ یہاں ہم خود کو دنیا کا مہذب ترین ملک سمجھنے والی عالمی طاقت امریکہ سے یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہیں کہ اس نے اپنے شہری اور ملازم ریمنڈ ڈیوس کے دوسرے ملک میں قتل کے سنگین جرم کرنے کی پاداش میں کیا سزا دی۔ کیا اخلاقیات کا سارا پرچار محض زبانی جمع خرچ ہے، کیا امریکہ قانون کی بالادستی کے لیے صرف پاکستان اور اسلام کا نام لینے والے ممالک ہی کو تختۂ مشق بناتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ پاکستان کی نظریاتی اساس پر زد لگانا عالمی طاقتوں کا مقصد اولین ہے اور اس کا مقابلہ کرنے کے لیے تمام قومی طبقات کو ہوش مندی اور عاقبت اندیشی سے کام لینا ہوگا۔ کسی بھی طرح کا تصادم اور باہمی جنگ و جدل کے ماحول سے معاملات سلجھنے کی بجائے بگڑنے کا اندیشہ ہے۔ حکومت کے اسلام بیزار اقدامات کے خلاف احتجاج کے لیے سنجیدہ اور پر حکمت راستہ اختیار کرنا ناگزیر ہے۔ اس کے لیے اولاً علماء کرام کو میدان میں آنا چاہیے اور قوم کو فکری ارتداد کے طاغوتی منصوبے کا شکار ہونے سے بچانے کے لیے اپنے حصہ کا کام پہلے سے بڑھ چڑھ کر کرنا چاہیے۔

اداریہ

سہ ماہی مجلّہ نوید سحر لاہور

شمارہ نمبر ۶ (اپریل، مئی، جون، ۲۰۱۶ء)



اعزاز

حافظ محمد ادریس

ممتاز قادری شہید علیہ الرحمہ

شہدائے ناموس رسالت میں ایک اور پروانے کا اضافہ ہوگیا ہے۔ یہ اعزاز ایک نوجوان سپاہی کے حصے میں آیا۔ دنیا میں اس کا نام زندہ رہے گا۔ یہ ہے ملک ممتاز حسین قادری۔ ممتاز قادری 1985 میں راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔ ان کو تقریباً تیس سال کی عمر میں اڈیالہ جیل میں 28 اور 29 فروری کی درمیانی شب صبح ساڑھے چار بجے پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ ان کا جرم یہ تھا کہ انہوں نے گورنر پنجاب سلمان تاثیر کو جو بار بار تحفظ ناموس رسالت کے قانون کو کالا قانون قرار دیتا تھا، جذبہ عشق رسول ﷺ کے تحت قتل کر دیا۔ ممتاز قادری کی ڈیوٹی ایلیٹ فورس کے ایک سپاہی کی حیثیت سے گورنر پنجاب کے ساتھ تھی۔ اس وجہ سے انہیں گورنر کو بار بار یہ الفاظ کہتے سن کر شدید اذیت پہنچتی تھی۔ آخر 4 جنوری 2011ء کو شہید نے گورنر پر گولی چلائی اور اسے قتل کر دیا۔ ممتاز قادری پر قتل کا مقدمہ درج ہوا اور اسے جیل بھیج دیا گیا۔ 2011ء سے لے کر 2016ء تک عدالتوں میں ان کا کیس چلا اور ان کی ہر قانونی اپیل مسترد کر دی گئی۔

شہید کے وکلاء سابق جسٹس خواجہ محمد شریف اور جسٹس نذیر اختر غازی نے صدر مملکت کو خط لکھا کہ گورنر اپنے منصب اور عہدے کے لحاظ سے دستور اور قانون کا محافظ ہوتا ہے، اگر وہ قانون کی دھجیاں بکھیرے تو اس پر کوئی قدغن لگانے والا نہیں ہوتا۔ ایسے میں اگر وہ ناموس رسالت کے خلاف کچھ کہے تو ایک مسلمان کے لیے کون

سارا راستہ باقی رہ جاتا ہے۔ اس نکتے کو عدالتوں میں صحیح طرح سے زیرِ غور نہیں لایا گیا، لہٰذا اس کیس پر نظرِ ثانی کا حکم دیا جائے۔ حسبِ توقع اربابِ حل وعقد کے ہاں ان درخواستوں کو کوئی وزن نہیں دیا گیا۔ آخر 29 فروری کو رات کے وقت ممتاز قادری کے خاندان کو یہ جھوٹی اطلاع دی گئی کہ ان کی طبیعت بہت خراب ہے اور وہ آپ لوگوں سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ جب ان کے افرادِ خاندان رات کو اڈیالہ جیل پہنچے تو انہیں بتایا گیا کہ یہ آخری ملاقات ہے اور آج فجر سے پہلے ملزم کو پھانسی لگا دیا جائے گا۔

پیمرا کی طرف سے میڈیا مالکان کو تحریری حکم نامہ جاری کر دیا گیا کہ اس موضوع پر کوئی رپورٹنگ یا اس کا تذکرہ جرم شمار ہوگا۔ آپ اندازہ کیجیے کہ یہ ہے آزادیٔ اظہارِ رائے، جس کو لبرل پاکستان کا نعرہ لگانے والے حکمران اپنے ملک میں نافذ کر رہے ہیں۔ ممتاز قادری تو سرخرو ہو گئے ہیں۔ کروڑوں لوگ ان سے اپنی محبت کا اظہار کر رہے ہیں اور ہر جگہ ان حکمرانوں کو بددعائیں دی جا رہی ہیں۔ ہم تشدد اور توڑ پھوڑ کی کبھی حمایت نہیں کر سکتے مگر پرامن احتجاج اور اس نظام اور اس کو چلانے والے حکمرانوں کے خلاف تحریک وقت کا تقاضا ہے۔ یہ عوام کا حق ہے اور اسے کسی صورت نہیں چھینا جا سکتا۔

ممتاز قادری کا پانچ سالہ بیٹا اپنے والد کی چارپائی کے ساتھ کھڑا یہ کہہ رہا تھا کہ بابا میں تو آپ کا منتظر تھا کہ آپ آئیں گے تو مجھے گلے لگائیں گے، مگر آپ تو مجھے کوئی جواب ہی نہیں دے رہے۔ یہ منظر ہر اس شخص کے لیے انتہائی اندوہناک ہے جس کے سینہ میں دھڑکتا ہوا دل ہے۔ یہ معصوم اپنے والد کی گرفتاری کے وقت چند مہینوں کا ہوگا۔ ممتاز قادری نے اپنے اہل وعیال سے آخری ملاقات میں وہی بات

کہی جو ہمیشہ ہر شہید کہتا رہا ہے کہ وہ اپنی جان اللہ کے راستے میں قربان کر رہا ہے۔اس کی شہادت پر رونے دھونے کی ضرورت نہیں، بلکہ صبر کا دامن مضبوطی کے ساتھ پکڑا جائے اور اللہ سے اجر کی امید رکھی جائے۔

بنا کروند خوش رسمے بخاک و خوں غلطیدن

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را!

اندازہ کیجیے کہ غازی علم الدین شہید اور ممتاز قادری شہید میں کس قدر مماثلت ہے۔غازی علم الدین شہید 4 دسمبر 1908ء کو لاہور میں پیدا ہوئے تھے اور گستاخ رسول راجپال (پبلشر رنگیلا رسول) کو قتل کرنے کی پاداش میں میانوالی سنٹرل جیل میں 31 اکتوبر 1929ء کو جام شہادت نوش کر کے زندۂ جاوید ہو گئے۔غازی علم الدین کا کیس بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے لڑا تھا۔علامہ اقبال غازی علم الدین کے کیس کی سماعت کے لیے عدالت جایا کرتے تھے۔یہی نہیں گستاخ رسول سلمان تاثیر کے والد محمد دین تاثیر مرحوم بھی ہر پیشی پر وہاں موجود ہوتے تھے۔غازی علم الدین کی شہادت پر ایم ڈی تاثیر ہی نے ان کے لیے خوبصورت تابوت تیار کروایا تھا۔کتنا تفاوت تھا باپ اور بیٹے میں! وہ عاشق رسول ﷺ پر فدا اور یہ گستاخئ رسول ﷺ پر مصر!

غازی علم الدین نے ہر پیشی پر یہ کہا کہ اس نے اپنے آقا و مولا ﷺ کے گستاخ کو جہنم واصل کیا ہے۔اسے اس پر نہ کوئی ندامت ہے اور نہ اس پر کوئی معافی مانگے گا۔غازی علم الدینؒ کی شہادت پر علامہ اقبالؒ نے چھ مصرعوں پر مشتمل اپنے کلام میں پاکیزہ جذبات کا یوں اظہار کیا تھا:

نظر اللہ پہ رکھتا ہے مسلمان غیور
موت کیا شے ہے؟ فقط عالم معنی کا سفر
ان شہیدوں میں ہے خوں جن کا حرم سے بڑھ کر
آہ اے مرد مسلماں! تجھے کیا یاد نہیں؟
حرف لا تدع مع اللہ الھا آخر

آج بھی علامہؒ کے یہ اشعار زندہ ہیں، جس طرح غازی علم الدین شہید زندہ ہے۔ غازی ممتاز قادری کے قیمتی خون کی بھی قیمت کوئی ادا نہیں کر سکا۔ وہ اللہ کے ہاں جا کر امر ہو چکا ہے۔ ملک کے کرپٹ اور لبرل حکمرانوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس ملک کی بنیاد ہی اسلام ہے۔ یہاں سیکولر ازم اور اسلام دشمن قوانین کسی صورت بھی نہ قبول کیے جا سکتے ہیں، نہ اہل پاکستان اپنے وطن میں ان کو جڑیں پھیلانے کی اجازت دیں گے۔ ممتاز قادری کے خون کا ہر قطرہ اس ملک میں شمع بن کر روشنی بکھیرے گا اور تاریکیاں کافور ہوں گی۔ وہ سرکاری ملازم مگر آقا و مولیٰ ﷺ کا سچا عاشق تھا۔ اس کے نزدیک نبی رحمت ﷺ سے وفا ایک خزانۂ بے بہا ہے۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں



حرفِ راز

اوریا مقبول جان

بات واضح ہو چکی......

وہ جن کو زعم تھا کہ ہم رائے عامہ تخلیق کرتے ہیں۔ ہم انہیں ۔آزادی اظہار کا راستہ دکھاتے ہیں۔ ہمیں صحافتی آزادی کسی ڈکٹیٹر نے تحفے میں نہیں دی بلکہ ہم نے مدتوں جدوجہد کر کے یہ آزادی حاصل کی۔ ۲۹ فروری اور یکم مارچ ۲۰۱۶ء کو لوگوں میں ان کے یہ تمام دعوے غلط ثابت ہوئے۔ عوام نے یہ ثابت کر دکھایا کہ تم وہ ''بزدل اور مصلحت کوش'' ہجوم ہو جو صرف اپنے نہیں بلکہ اپنے آقاؤں کے مفاد میں لکھتا اور بولتا ہے۔ جس آزادی صحافت اور ''حرمت قلم'' کو اپنا آدرش اور مقصد حیات سمجھتے تھے، کوئی اتنی آسانی سے ان سے چھین کے لے جائے گا۔ پورے ملک میں پھیلے لاکھوں صحافیوں میں سے کسی ایک نے بھی صدائے احتجاج بلند نہ کی۔ یہ وہی لوگ تھے جن کے چند پروگراموں پر افتخار چودھری کی بحالی کی تحریک میں پرویز مشرف نے پابندی لگائی تھی تو وہ تمام اینکر پرسن اپنے پروگرام لیکر اسلام آباد کی ایک سڑک پر آ گئے تھے اور وہاں عوام کے سامنے اپنے پروگرام منعقد کرتے لیکن ان سب کو ان دنوں میں یہ سب کچھ یاد نہ آیا۔ اپنے خوبصورت دفاتر میں بیٹھے اس بات پر بحث کرتے رہے کہ ٹھیک ہوا یا نہیں ہوا۔ لیکن شاید سب لوگ یہی چاہتے تھے۔ ذرا اس پورے قصے کی تاریخ میں جائیں تو آپ کو میڈیا کے بڑے بڑے نام اس داستان سے کھیلتے ہوئے اور اپنا مقصد حاصل کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔ جس دن آسیہ کو توہین رسالت کے جرم میں عدالت سے سزا ہوئی تو اس دن سے لے کر سلمان تاثیر کے واقعے تک آپ تمام ٹی وی چینلز کے پروگرام ملاحظہ کریں۔ آپ کو یہ سب کے سب عدالت، قانون، انصاف اور حکومت کا مذاق اڑاتے نظر آئیں گے۔ مملکت خداداد پاکستان کی وہ این جی اوز جو اس ملک میں موجود

مغرب کے سفارت خانوں سے ایک خاص نظریے اور مقصد کی ترویج کے لیے مسلسل مدد حاصل کرتی ہیں، جن کے گروہ کو ''سول سوسائٹی'' کا نام دیا جاتا ہے۔ایسا گمراہ کن نام جیسے اٹھارہ کروڑ لوگوں میں یہ چار یا پانچ سو لوگ ہی سول ہیں جبکہ باقی پوری قوم تو غیر مہذب یا غیر سول ہیں۔ان پروگراموں میں ان کے کرتا دھرتا لوگ آ کر آسیہ کی سزا، عدالت اور توہین رسالت کے قانون پر بحثیں کرتے رہے۔ان کے لہجے میں تمسخر بھی تھا اور تحقیر بھی۔اس کے ساتھ ساتھ ہر پروگرام میں گورنر سلمان تاثیر کو بلا وجہ گھسیٹا گیا۔میڈیا کو تو اپنا ''چورن'' بیچنا تھا۔ریٹنگ کی دھن میں پاگل ہوئے یہ سب لوگ اسے بار بار دکھاتے اور بار بار پروگراموں میں اس کے منہ سے ایسے فقرے اگلوانے کی کوشش کرتے جس سے اشتعال پیدا ہو۔ان کا ایک خاص طریقہ کار ہے۔پاکستان میں کسی بھی قسم کی کوئی برائی، ظلم زیادتی ہو، انہوں نے بدنام کرنے کے لیے اسلام کو نشانہ ضرور بنانا ہوتا ہے۔مثلاً ''کاروکاری'' سندھی یا بلوچ معاشرہ کی ہزاروں سال پرانی رسم ہے جو اسلام کے آنے سے پہلے سے جاری ہے لیکن جب بھی غیرت کے نام پر کوئی قتل ہوتا ہے یہ سندھی یا بلوچ قوم پرست کو نہیں بلائیں گے بلکہ ایک کمزور سے مولوی کو بلائیں گے اور اس کو گھیر گھار کے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کریں گے کہ سارا قصور مذہبی طبقے کا ہے۔کس قدر بھونڈی دلیل ہے کہ مولوی منبر پر بیٹھ کر ایسے جرائم کو روکتا کیوں نہیں۔تم مولوی کی سنتے ہو۔تم نے تو اسے بچوں کے کان میں اذان دینے نکاح پڑھانے اور جنازے کی دعا کے لیے رکھا ہوا ہے۔پورے دو ماہ پاکستان کے ٹیلی ویژن چینلز پر ایک ہنگامہ برپا رہا۔وہ جس نے آئین کے تحفظ کا حلف اٹھایا تھا۔جس نے کہا تھا کہ ''میں اسلام جو اس پاکستان کا نظریہ اور بنیاد ہے اس کا تحفظ کروں گا۔جسے اسمبلی کے بنائے ہوئے قانون اور عدالت کے فیصلوں کا بھی احترام پیدا کرنا تھا۔ان ٹاک شوز والوں نے اسے گھسیٹ گھسیٹ کر اس سے ایسے الفاظ کہلوائے جو اس قانون اور عدالت کے فیصلے کو مشکوک کرتے تھے۔پھر ایک دن وہ اپنی جان سے چلا گیا۔میڈیا تو ایک جانب اس کی اپنی پارٹی

میں بھی سناٹا چھا گیا اور اس کے لیڈر منہ چھپاتے پھرتے رہے۔ایسے میں اگر کوئی شخص یہ دعوئی کرتا ہے کہ میڈیا کے یہ بڑے بڑے نام ممتاز قادری کے جنازے پر لگائی گئی پابندی کو نا پسند کرتے تھے، اسے آزادی صحافت پر قدغن خیال کرتے تھے،تو یہ ایک ایسا دعوئی ہے جس کے حق میں کوئی شواہد موجود نہیں۔اس لیے کہ یہ لوگ خود بھی اس جنازے کو دکھانا ہی نہیں چاہتے تھے۔کیسے دکھاتے، جس میڈیا نے گزشتہ پندرہ سالوں میں اسلام اور مسلمانوں کا یہ چہرہ لوگوں کے سامنے پیش کیا ہو کہ یہ شیعہ، سنی، دیوبندی اور بریلوی مسالک میں الجھے ہوئے ہیں۔یہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ایسے میں میڈیا کی موت تھی کہ وہ ان لوگوں کو دکھاتا جو ہر مسلک سے تعلق رکھتے تھے،لیکن عشق رسول ﷺ کی لڑی نے انہیں ایک ساتھ پرو دیا تھا۔میڈیا کا دوسرا ہتھیار یہ تھا کہ وہ یہ ثابت کرتا پھرے کہ اسلام کے پیروکار تشدد پسند ہوتے ہیں،توڑ پھوڑ کرتے ہیں۔انہیں یہ سب کیسے گوارا تھا کہ اتنا بڑا ہجوم کہ پاکستان کی تاریخ میں ایسا نہ ہو سکا، اس قدر پرامن رہے، دو جنازے اس ملک میں نزدیکی دور میں ہیں۔ایک بے نظیر بھٹو کا جنازہ اور سوگ کے تین دن تک اس ملک میں ہر طرح کا ظلم روا رکھا گیا۔درجنوں ریلوے اسٹیشنوں کو آگ لگائی گئی۔ہزاروں گھروں کو لوٹا گیا۔عصمتیں تک تار تار کی گئیں اور یہ سب میڈیا نے دکھایا اور پھر اس کی کوکھ سے اپنی پسند کا ہیرو آصف زرداری نکالا جس کے "پاکستان کھپے" پر امن قائم ہوا۔لیکن میڈیا کو یہ داڑھی اور عمامے والے نظر نہ آئے جو کہہ رہے تھے کہ ہم امن کی ضمانت دیتے ہیں اور انہوں نے وہ کر دکھایا۔لیکن ایسا کچھ لکھنے سے ان کالم نگاروں کے دل پر چھریاں چلتیں،ان اینکر پرسنوں کا دل بیٹھ جاتا جو یہ ثابت کرنے میں اپنی زندگیاں گزار چکے ہیں کہ مسلمان صرف شدت پسند اور دہشت گرد ہوتا ہے۔

دو دن پاکستان میڈیا کے ۸۰ سے زیادہ چینلز کو چار یا پانچ انچ کے موبائل فون پر لگی ہوئی سکرین نے شکست دے دی اور اب وہ اسی سوشل میڈیا کی فوٹیج نکال کر ٹی وی چینلوں پر چلانے کو مجبور ہیں۔ماتم کر رہے ہیں کہ ہمارے صحافیوں پر تشدد ہوا۔کس قدر

دوغلا معیار ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو کو پاکستان کی اعلیٰ ترین عدالت نے قاتل کہا اور پھانسی کی سزا سنائی۔ اسے پاکستان کا پورا میڈیا شہید بھی کہتا ہے اور اس کی برسی کو ہر سال براہ راست نشر بھی کرتا ہے۔ ایمل کانسی نے امریکہ میں دو لوگوں کو قتل کیا۔ اسے امریکہ کے حوالے کیا گیا اور ہم نے امریکی اٹارنی جنرل سے یہ فقرہ بھی سنا کہ پاکستانی سرمائے کے لیے اپنی ماں کو بھی بیچ دیتے ہیں۔ جس دن اسے سزا دی گئی پرویز مشرف کی آمریت تھی لیکن اس پر پروگرام ہوتے رہے۔ میں خود کوئٹہ میں اس کے جنازے میں موجود تھا۔ اسے لائیو دکھایا جا رہا تھا۔ اسامہ بن لادن کی موت کے بعد ٹیلی ویژن چینلوں پر کیا کچھ نہیں کہا گیا۔ ایک مصنوعی خوف پھیلایا گیا کہ پتہ نہیں کیا ہو جائے گا۔ لیکن ان سب کو اندازہ نہیں کہ کچھ جرم ایسے ہوتے ہیں جن کی ایف آئی آر، زمینوں پر نہیں آسمانوں پر درج ہوتی ہے۔ جیسے یہاں اعانت جرم پر سزا سنائی جاتی ہے بلکہ وہ سزا شائد جرم کرنے والے سے بھی زیادہ سخت ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ اللہ نے جبریل کو ایک بستی پر عذاب مسلط کرنے کے لیے بھیجا جبریل واپس آ گئے کہا وہاں ایک ایسا شخص ہے جس نے آپ کی عبادت میں آنکھ جھپکنے جیسی غفلت بھی نہیں برتی۔ اللہ نے فرمایا۔ ''یہ وہ بدبخت ہے جو عابد و زاہد تھا لیکن میرے نام کی غیرت پر اس کے چہرے کا رنگ نہیں بدلتا تھا'' اس کے اوپر پوری بستی الٹ دو۔ (مفہوم حدیث)۔ اہل نظر جب کہتے تھے کہ پاکستان اللہ کے غیظ و غضب کا شکار ہونے والا ہے، سیلابوں اور زلزلوں کی آمد ہے۔ سمجھ نہیں آتی تھی کہ کیسے لیکن شاید اب تو بات روشن ہو چکی ہے۔ اللہ ہمیں اپنے عذاب سے محفوظ رکھے اور ہماری موت یقینی ہے تو ہمیں ان لوگوں کی معیت میں اٹھائے جو اللہ کے محبوب ہیں۔

۴ مارچ ۲۰۱۶ء



بزمِ سخن

امتیاز احمد تارڑ

دل کو روؤں یا پیٹوں جگر کو میں

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں ''خلقِ قرآن'' کا مسئلہ سامنے آیا تو اس دارو گیر میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور محمد بن نوح رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کیا گیا۔ ان کو مامون الرشید کے سامنے پیش کرنے کے لیے الرقہ یا طرسوس لے جایا جا رہا تھا کہ مامون کی وفات ہو گئی، لیکن مرنے سے پہلے وہ اپنے جانشین المعتصم کو وصیت کر گیا کہ زبردستی کی اس پالیسی کو جاری رکھا جائے۔ محمد بن نوح رحمۃ اللہ علیہ تو راستہ میں ہی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو پابجولاں واپس بغداد لایا گیا۔ کچھ دن قید خانے میں رکھنے کے بعد ان کو نئے خلیفہ ابو اسحاق المعتصم کے سامنے پیش کیا گیا۔ معتصم نے ہر طرح کوشش کی اور سمجھایا کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اس کی بات مان لیں لیکن آپ نے اپنے مؤقف پر اصرار کیا۔ اس پر المعتصم کو غصہ آ گیا اور اس نے حکم دیا کہ آپ کو کوڑے لگائے جائیں۔ کوڑوں کی تکلیف کی وجہ سے آپ کئی بار بیہوش ہو جاتے تھے لیکن استقامت میں ذرہ بھی فرق نہیں آنے دیا۔ آپ نے کئی صدیاں قبل اپنے عہد کے ظالم حکمرانوں کو للکارتے ہوئے کہا تھا کہ۔ ہمارے اور تمہارے درمیان جنازے فیصلہ کریں گے۔ آج وہ مثال ہماری قوم نے ایک مرتبہ پھر دیکھ لی اور کس کا جنازہ پڑھانے کے لیے کوئی امام ہی نہیں مل رہا تھا، درحقیقت پاکستان آج کل ''نامہربان رتوں'' کی زد میں ہے، حکومت قوت کے ساتھ ۱۸ کروڑ عوام کے جسموں سے روح محمد ﷺ نکال کر اسے مٹی کا ایک ڈھانچہ بنانے پر گامزن ہے، بہرحال

"ہر فرعون راموسیٰ است" ہر کسی کو اپنے اپنے حصے کا کام کرنا چاہیے باقی اللہ تعالیٰ تو کسی کا محتاج نہیں وہ قرآن مجید کی حفاظت کا کام ظالم و جابر حکمران حجاج بن یوسف سے بھی لے لیتا ہے، اسے جدید ٹیکنالوجی اور ہتھیاروں کی ضرورت نہیں، وہ تو ایک حقیر سے مچھر سے بھی بڑا کام لے سکتا ہے، یہ حقیقت ہے کہ جس طرح ہم نے ایک پرائی اور بے ننگ و نام جنگ کو اپنے اعصاب پر سوار کر رکھا ہے۔ دنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی ہماری رسوائی کا عالم یہ ہے کہ افغانستان جیسا ملک ہمیں آنکھیں دکھا رہا ہے جبکہ پٹھانکوٹ حملے کا مقدمہ درج کرنے اور درجن بھر عسکریت پسندوں کو تحویل میں لینے کے باوجود بھارت نے سارک کانفرنس میں شرکت سے صاف انکار کر دیا ہے لیکن اگر ہم اپنے عقائد نظریات اور اصولوں پر ڈٹے رہتے تو آج بھارت دم ہلا کر ہمارے پاؤں چاٹ رہا ہوتا لیکن دور کے منظروں سے ہٹ کر سامنے بچھے دستر خوانوں پر بیٹھنے کے بعد ہماری خودداری پر بھی سوالیہ نشان اٹھ رہے ہیں، ہمارے ملک میں سرے سے کوئی سیاسی قیادت ہی نہیں، کوئی کسی جنرل کی چھتری کے سائے میں بڑا ہوا تو کسی کو اسٹیبلشمنٹ نے تھپکی دے کر میدان میں اتار دیا اور ۱۸ کروڑ عوام نے بھی ایک سے مایوس ہو کر دوسرے کی اقتدا کر لی جبکہ ان میں ہر کوئی غیر ملکی ایجنڈے کی تکمیل پر گامزن ہے، کشمیر کے مسئلے کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ وزیر خزانہ اسحاق ڈار کو ایٹمی پروگرام پر بیان جاری کرنے پڑ رہے ہیں، صاحب عقل اس سے کابینہ میں گروپ بندی اور حکمرانوں کے منظور نظر افراد کا اندازہ لگا سکتے ہیں، جو کام وزیر دفاع کا ہے وہ وزیر خزانہ کر رہا ہے، جو وزیر خارجہ کی ذمہ داری ہے وہ بھی وزیر خزانہ نے سنبھال رکھی ہے داخلی امور اور بین الصوبائی وزارت کے اختیارات بھی ان کے پاس ہیں تو پھر وزیر اعظم اس قوم پر رحم کرتے ہوئے دیگر وزراء کو گھروں میں بٹھا کر خزانے کا بوجھ ہی ہلکا کر دیں کیونکہ تعلیم سے لے کر صحت تک تو کوئی پلان سامنے نہیں تعلیمی لحاظ سے ہم پستی کی گہرائیوں میں جا

رہے ہیں، ہماری کوئی ایک یونیورسٹی عالمی رینکنگ میں نہیں جس ملک میں ایچ ای سی سے لے کر یونیورسٹیوں کے وی سی تک کی تقرری وزراء ایم این ایز اور ایم پی ایز کی سفارش سے ہو اس ملک میں تعلیم کا آپ خود اندازہ لگالیں۔ ۱۸ ویں ترمیم کے بعد تعلیم تو یتیم ہی ہو گئی ہے، ہمارے معاشرے میں باپ جب دوسری شادی کرے تو یتیم بچے دوسروں کے رحم و کرم اور دروازے پر ہوتے ہیں، بعینہ ایسا ہی ہماری تعلیم کا حال ہے یہ بھی یتیم ہو چکی ہے تعلیم کے وزراء نیب کو مطلوب ہیں ایسے میں آپ کیا سمجھتے ہیں کہ ہم تعلیمی میدان میں آگے نکل جائیں گے۔ ہر سکول ٹیچر کالج کا پروفیسر یونیورسٹی کا ڈاکٹر شکم سیری کا سامان کرنے کی تگ ودو میں ہے۔ کسی دور میں تعلیم ہماری ساری دانش، ساری حکمت اور ساری بصیرت کا مصرف سمجھا جاتا تھا لیکن اب اس پر "انا اللہ وانا الیہ راجعون" ہی کہا جا سکتا ہے۔ صحت کا حال بھی اس قدر برا ہے کہ بڑے بڑے ہسپتالوں سے لے کر ڈسٹرکٹ ہسپتالوں تک ہر ایک میں سفارش کلچر عروج پر ہے۔ وفاقی حکومت نے بجٹ میں صحت کے لیے پچیس ارب ساٹھ کروڑ روپے مختص کیے ہیں۔ پچیس ارب ستر کروڑ روپے پبلک سیکٹر ڈیویلپمنٹ پروگرام کی مد میں رکھے گئے ہیں جو سترہ جاری اسکیموں کے لیے تھے۔ پنجاب حکومت نے صحت کے لیے ترپن ارب چوہتر کروڑ روپے مختص کیے ہیں۔ لاہور میں کڈنی سینٹر اور جگر کی پیوند کاری اور کینسر اسپتال بنانے کے لیے بھی فنڈز مختص کیے ہیں۔ سندھ حکومت نے تینتالیس ارب اٹھاون کروڑ روپے صحت کے لیے مختص کیے۔ سندھ انسٹی ٹیوٹ آف یورولوجی ٹرانسپلانٹ میں مفت علاج کے لیے دو ارب روپے جبکہ انڈس اسپتال میں مفت علاج اور کینسر ٹریٹمنٹ کے لیے تیس کروڑ روپے مختص کیے گئے۔ صوبے کے سو بنیادی مراکز صحت کو چوبیس گھنٹے کھلا رکھنے کا اعلان بھی کیا گیا۔ خیبر پختونخوا کے بجٹ میں صحت کے لیے بائیس ارب روپے رکھے گئے جبکہ بلوچستان حکومت نے بجٹ میں چودہ ارب چودہ کروڑ روپے

رکھے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود محکمہ صحت کا برا حال ہے۔

صوبائی محکموں کا حال بھی سب کے سامنے ہے موجودہ حکمرانوں کی عیاشی دیکھ کر لوگوں کو پرانے حکمران یاد آتے ہیں مجھے آج سابق صوبائی وزیر بہبود آبادی نیلم جبار چوہدری کا وہ سادہ آفس یاد آ رہا ہے۔ نیلم جبار چوہدری پی پی ۸۶ ٹوبہ ٹیک سنگھ سے پیپلز پارٹی کا الیکشن جیتنے والی واحد خاتون تھیں وہ ضلع ناظم کا الیکشن بھی بہت کم ووٹوں سے ہاری تھیں لیکن دل کو روؤں یا جگر کو پیٹوں کے مصداق اسی سابق وزیر کا شوہر چوہدری عامر جبار اناڑی ڈاکٹروں کا شکار ہوا جس ملک میں اچھے سیاستدانوں کے ساتھ ایسا ہوا ہو اس ملک میں صحت کا معیار کیا ہوگا؟؟؟

روزنامہ نوائے وقت، لاہور

۳ مارچ ۲۰۱۶ء



گاھے گاھے

عائشہ مسعود ملک

ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

یہ الیکٹرانک میڈیا کا دور ہے جس میں ثقافتی یلغار تو ہے مگر علمی سطح کے معیارات ناپید ہوتے جارہے ہیں اور کتب کے مطالعہ کی عادت بھی کم ہورہی ہے جس کی وجہ سے نظریات کا ابہام اور ٹکراو کا سلسلہ دونوں ہی جاری وساری ہیں اور پھر وقت کیساتھ ساتھ تبدیلیاں لانے اور ان تبدیلیوں کو قبول کرنے کے معاملات بھی درپیش ہیں مگر یہ ''تبدیلیاں'' کون لائے گا اور کیوں لائی جائیں گی؟ اور کتنی لائی جائینگی؟ اور پھر کون سی چیزیا باتیں پسماندہ ہو چکی ہیں کہ جو ترک کرنا ضروری ہیں اور کہاں ہم قیمتی اثاثہ گنوانے کے خطرے سے دوچار ہیں۔ ان سب باتوں کا فیصلہ لینے کے لیے بھی کسی نہ کسی طرف ہمیں رجوع کرنا پڑے گا اور رجوع بھی درست لوگوں سے کرنا ہوگا، ورنہ جتنے منہ اتنی باتیں والا معاملہ سامنے آجائے گا اور دن بدن تنزلی بھی ہمارا مقدر بنتی جائیگی کیونکہ ہر منہ سے نکلی ہوئی بات حقیقت قرار نہیں دی جاسکتی ہے۔ حضرت علامہ اقبال نے کہا تھا......ع

عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کار بے بنیاد

اب یہاں موسیٰ تو ہے کوئی نہیں کہ جن کے پاس لاٹھی کا معجزہ ہوتا ہو اور آجکل لاٹھی کے بغیر کلیمی کے دعویدار بہت ہیں۔ ایک واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ کسی مغربی عالم نے حضرت علامہ اقبال سے پوچھا تھا کہ آپ قرآن کو الہامی کتاب کیوں مانتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ دنیا کے ایک ثابت شدہ سچے شخص نے ایسا کہا ہے۔ علامہ اقبال کوئی مولوی نہیں

تھے لیکن جدید علوم کے مفکر عالم اور مفسر تھے اور علم کی اعلیٰ ترین سطحوں کو چھو جانے کے بعد روحانی استعداد رکھتے تھے۔ آج وہ لوگ جو نہ تو مفکر ہیں، نہ مدبر، نہ عالم ہیں، نہ مفسر ہیں اور نہ ہی روحانی استعداد رکھتے ہیں۔ وہی لوگ امراض کا علاج بھی بتا رہے ہیں اسی لیے لوگوں کے بنیادی حقیقتوں سے انکار اور شکوک و شبہات کے علاج کے لیے علامہ نے فرمایا تھا......

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

اور آج کل خبریں ہی خبریں تو موجود ہیں مگر اہل نظر دکھائی نہیں دے رہے۔ دو دن قبل ممتاز حسین قادری کو پھانسی دیئے جانے کی خبر تھی۔ اس قسم کے ملتے جلتے واقعہ میں غازی علم دین شہید کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا تھا جنہیں میانوالی میں پھانسی دی گئی تھی اور جو میانی صاحب لاہور میں دفن ہیں۔ غازی علم دین شہید نے ایک ہندو پبلشر کو مار دیا تھا جبکہ غازی علم دین شہید کے واقعہ میں ہنگامہ خیزی نہ ہونے کی گارنٹی علامہ اقبال جیسی شخصیت نے دی تھی اور اس وقت کی مسلم لیگ کے سربراہ قائداعظم محمد علی جناح نے مقدمہ لڑنے کی آفر دی تھی۔ غازی علم دین کو ''شہید'' کا خطاب بھی دیا گیا ہے۔ دیکھا جائے تو ممتاز حسین قادری کو پھانسی دینے کا مرحلہ بھی مسلم لیگ کے دور حکومت میں ہوا اور یہ سچ ہے کہ وقت، زمانہ و حالات بدل چکے ہیں لیکن یہ بھی سچ ہے کہ کچھ بنیادیں نہیں ہلائی جا سکتیں اور ہاں اگر تبدیلی کی بات ہو گی تو ہماری ضروریات کے مطابق ہو گی۔ تاریخ کی کتب میں ایک واقعہ درج ہے جو یہاں بیان کرنا دلچسپ ہو گا کہ ایک عقل پرست نے سیاحت کے دوران اخروٹ کا درخت دیکھا پھر قریب ہی کے کھیت میں تربوز کی بیل دیکھی تو اس نے اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر کہا ''اللہ پاک میں نے سن رکھا ہے کہ آپ انصاف والے ہیں آپ نے اخروٹ کے درخت کے ساتھ اتنا چھوٹا سا پھل لگا دیا اور ایک کمزور سی بیل کے ساتھ اتنا بڑا تربوز لگا دیا؟

اتنے میں ایک ہوا کا جھونکا آیا اور اس کے سر پر اخروٹ کا ایک دانہ آ کر لگا جب وہ درد سے پریشان ہوا تو بولا اللہ تیرا شکر ہے ورنہ آج میرا سر پھٹ جاتا لہٰذا Rationalism اپنی جگہ مگر نظام تخلیق اور قدرت کی صداقت پر مبنی حقائق و واقعات یا احکامات کو محض عقلی بنیاد پر تبدیل و ترتیب دینا غلط بھی ہو سکتا ہے۔ ابھی تک انسانی عقل یہ جان نہیں سکی کیونکہ انسانی عقل کی ایک حد ہے جس کے آگے ہم نہیں جا سکتے۔ جبرائیل کے بھی پر جلنے لگتے ہیں۔ مرنے کے بعد کسی انسان کے ساتھ کیا ہوتا ہے؟ لیکن پھر بھی ہمارے ہاں اگر کچھ تبدیلیاں اور معاشرے کو بہتر بنانے کے مسائل موجود ہیں تو انہیں ہم سب کو اپنے مسائل سمجھ کر مشاورت کے ذریعے زیر بحث لا کر درست کرنے کی ضرورت ہے۔ انہیں ''فارن ایجنڈے'' کے تحت تبدیل و ترمیم نہیں کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ یہودیوں نے قرآن کی ایک ویب سائٹ ''الفرقان'' کے نام سے ترتیب دی تھی جس میں قرآن پاک کے اندر تبدیلیاں کر دی گئیں لیکن اپنے من پسند مطالب کی ترویج کا یہ سلسلہ تا حال ناکام ہی ثابت ہوا ہے البتہ کچھ کمزور دل و دماغ کے حضرات نظریات کی لغزشوں کا شکار ہو کر گمراہ بھی ہو جاتے ہیں۔ ایک دو گروپس دیکھتے ہی دیکھتے کس مرحلے تک جا پہنچے اس کا ذکر کسی اگلے کالم میں کروں گی لیکن قرآن کے معانی اور مفہوم بدل کر اپنے نظریات اور مفادات کے لیے استعمال کرنے کے سلسلے کے علاوہ قرآن پاک کو صرف اردو میں پڑھنے کی بھی بات کی گئی ہے تاکہ قرآن کریم کے سیکولر مفہوم کو اجاگر کیا جا سکے لیکن ایسے میں بعض بڑے علماء حق نے لوگوں کو یہ سمجھایا کہ ترجمہ کوئی سا بھی ہو بہر حال ترجمہ ہوتا ہے اور پھر ترجمہ کون کر رہے ہیں، یہ بات اہمیت کی حامل ہے۔ لیکن اس میں احسن بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے اور وہ سینہ بہ سینہ اصل شکل میں موجود رہے گا۔ یہ سب حقائق بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تبدیلی اور بہترین کے لیے کئی کوششوں اور انصاف کے

تقاضے پورے کرنے والے فیصلوں میں خود ہماری عقل و شعور کا شامل ہونا ضروری ہے تاکہ پردہ پوشی کی ضرورت نہ پڑے ورنہ مغرب کو خوش کر کے مفادات کے حصول کے لیے کیئے گئے فیصلوں میں ایسا بھی ہوتا ہے جیسے مظاہرہ ممتاز قادری کے جنازہ میں شریک ہو کر لوگوں نے کیا اور راستے کی کسی رکاوٹ کی پرواہ نہیں کی اور یہ سب میڈیا پر پبلسٹی کے بغیر ہوا اور نہایت منظّم اور پرامن انداز میں نماز جنازہ پڑھائی گئی جو کہ قابل تعریف بات ہے۔ تاہم آنے والے دنوں میں حکومت کو اتنی بڑی تعداد میں سوچ کا الگ نقطہ نظر رکھنے والوں کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے اور بقول اقبال......

ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

روزنامہ نوائے وقت لاہور

۴۔ مارچ ۲۰۱۶ء



شاید

حافظ یوسف سراج

اسلامسٹوں کے لیے نئے چیلنجز

ممتاز قادری اللہ کے حضور پہنچ گئے سلمان تاثیر بھی وہیں ہے۔اب جو جس قابل ہوگا، وہی اللہ سے پالے گا۔ممتاز قادری نے سلمان تاثیر کو گستاخ سمجھ کے مارڈالا تھا۔وہ پنجاب پولیس ایلیٹ فورس کا جوان تھا اور قتل کے دن سلمان تاثیر کا محافظ تھا۔تحفظ کے بجائے اس نے سلمان تاثیر کو سرکاری گن سے مارڈالا،جس دن یہ واقعہ ہوا،اس دن ممتاز قادری کی ڈیوٹی نہیں تھی،اس نے خود ڈیوٹی لگوائی اور پھر ایسی ڈیوٹی ادا کی کہ اس کے بعد ڈیوٹی کی نہ سلمان تاثیر کو ضرورت رہی نہ ممتاز قادری کو۔سلمان تاثیر سے گستاخی ہوئی تھی یا نہیں؟ یہ بات زیادہ واضح نہیں ہوسکی تھی۔ابھی تک بھی نہیں ہوسکی ہے۔بہرحال ممتاز نے ایسا ہی سمجھا تھا اور پھر اس پر جو مناسب سمجھا کر ڈالا۔گستاخی ہوئی تھی یا نہیں؟ سلمان تاثیر سے بے احتیاطی ضرور ہوگئی تھی۔وہ بڑے خاص طرح کے حالات تھے۔رحمت اللعالمین ﷺ کے خاکے بنانے کے عالمی مقابلے کروائے جارہے تھے۔مسلمان شدید اذیت میں تھے۔دنیا بھر میں مظاہرے ہورہے تھے۔افغانستان میں کئی مظاہرین جانیں وار گئے تھے۔پاکستان میں حرمت رسول ﷺ کے نام سے تحریکیں چل رہی تھیں۔آئے روز تقاریر ہورہی تھیں۔خون اور ایمان گرمائے جارہے تھے۔ایسے میں آسیہ کا واقعہ پیش آگیا۔

آسیہ عیسائی تھی۔ننکانہ کے نواح میں واقع ''اٹاں والی'' گاؤں کی رہنے والی تھی۔بے حد غریب تھی۔گاؤں میں مزدوری کرتی تھی۔اس دن گاؤں کے کھیتوں میں

مرچوں کی چنائی ہو رہی تھی۔ مسلمان خواتین نے کھانے کے وقفے میں شاید اسے اپنے برتن میں پانی نہیں پینے دیا تھا۔ اس پر جیسا کہ کہا گیا آسیہ نے شانِ رسالت ﷺ میں کوئی ناموزوں کلمات کہہ دیے۔ بات بڑھ گئی مگر گاؤں والوں نے قانون سے تجاوز نہیں ہونے دیا۔ آسیہ پولیس کے حوالے کر دی گئی۔ عالمی اور ملکی گرم حالات کے تناظر میں یہ واقعہ نمایاں شہرت حاصل کر گیا۔ اپنے اخبار کے سلسلے میں، میں بھی اٹاں والی میں تحصیل احوال کے لیے پہنچا۔ بعد ازاں مختلف مسالک کے علما کو لاہور کے ایک ہوٹل میں بریفنگ بھی دی گئی۔ سلمان تاثیر اس وقت زرداری حکومت کی جانب سے پنجاب کے گورنر تھے۔ انہوں نے ایک تو اس قانون کو کالا قانون کہہ دیا تھا اور پھر جیل جا کر آسیہ کے ساتھ ایک پریس کانفرنس بھی کر ڈالی تھی۔ وہ کہتے تھے آسیہ کو بچایا جائے گا۔ اس پر لوگ چونک اٹھے۔ انگلیاں اٹھنے لگیں کہ گورنر کی طرف سے یہ ریاستی طاقت کا ناجائز استعمال ہے۔ اس سلسلے میں میڈیا اور مذہبی جلسوں میں گفتگو جاری تھی کہ ممتاز قادری نے سلمان تاثیر کو اسلام آباد میں عین ڈیوٹی کے دوران ۴ جنوری ۲۰۱۱ء کو قتل کر دیا۔ یہ اس معاملے کا چونکا دینے والا پہلو تھا۔ اس واقعہ نے کئی قسم کے تحفظات اور امکانات کو سامنے لا کھڑا کیا۔ کچھ لوگوں نے اسے مذہبی عدم برداشت کی ایک ہولناک مثال قرار دیا تو دوسری طرف یہ پہلو بھی کھل کے سامنے آ گیا کہ عشق رسول ﷺ بہر حال ایک بے پناہ اور کہیں نہ روکا جا سکنے والا لازوال جذبہ ہے اور یہ کہ یہ کہیں سے اور کسی بھی وقت اٹھ کے حالات کا دھارا بدل سکتا ہے۔

ممتاز قادری نے یہ اقدام کرنے کا سوچتے ہی جان داؤ پر لگا دی تھی۔ اس نے جو پسند کیا، وہ پا لیا، اس پر زیادہ بحث کی گنجائش نہیں۔ قادری نے جو کیا وہ اپنے عشق کے تحت کیا اور حکومت نے جو کیا وہ اپنے قانون کے تحت کیا۔ اب علماء اس پر فقہی بحثیں

کریں گے اور حکومت میڈیا کنٹرول کرے گی مگر ایک بات طے ہے کہ دنیا میں اب ممتاز قادری کو شہید کے درجے سے کوئی نہیں گرا سکتا۔ نہ کوئی حکومتی طاقت، نہ کوئی گروہی عداوت اور نہ کوئی فقہی بحث۔ ہاں آخرت کے معاملے اللہ کے سپرد ہیں۔ یہاں سوال مگر کچھ اور قابل غور ہیں، مثلاً غور کیجیے۔ مقتول سلمان تاثیر زرداری حکومت کا گورنر تھا۔ واقعہ بہت شدید تھا۔ معاملہ گورنر کے قتل کا تھا۔ قتل سرکاری محافظ کے ہاتھوں سرکاری گن سے ہوا تھا۔ حکومت اپنی تھی۔ مذہبی طبقہ بھی کچھ نہ کچھ بیک فٹ پر جا چکا تھا۔ پھانسی کا کام تب بھی ہو سکتا تھا، مگر معاملے کی مذہبی حساسیت کے پیش نظر حیرت انگیز طور پر پی پی پی نے سلمان تاثیر سے ہاتھ اٹھا لیے تھے۔ صورت حال یہ تھی۔ میڈیا اور عدالت دونوں جگہ سلمان تاثیر لاوارث نظر آتا رہا۔ سوال یہ ہے کہ ان سب مواقع کے باوجود زرداری نے جس بل میں ہاتھ نہیں گھسائے میاں صاحب نے وہاں پورے بازو کیوں گھسیڑ دیئے؟ جب کہ شدید نوعیت کے مذہبی عناصر سے ملک پہلے ہی برسر پیکار تھا۔ جہاں ریمنڈ ڈیوس چھوڑا جا سکتا ہے، کیا وہاں ممتاز قادری کو عمر قید کے سیل میں چھوڑا نہ جا سکتا تھا؟ اشتعال کے قتل میں قانون جو لچک دیتا ہے۔ اس سے فائدہ نہ اٹھایا جا سکتا تھا؟ جب ذاتی اور ملکی مجرم مشرف پر دانت کچکچا کے میاں برادران چپ سادھ سکتے تھے تو اس معاملے پر بھی خاموشی اختیار کی جا سکتی تھی۔ یقیناً! مگر یوں نہ ہوا۔ تو ظاہر ہوا، معاملہ اتنا سادہ نہیں۔ حکومت نے بہت سوچ سمجھ کے بعض مقاصد کے تحت یہ اقدام کیا ہے۔ اصل یہ نظر آنے والا اقدام نہیں اصل وہ اقدامات ہیں جو اس مرحلے کے ٹیسٹ کے بعد کیئے جائیں گے۔

اب اس بات پر بھی غور کیجئے کہ پنجاب میں خواتین بل کے تحت میاں صاحبان پہلے ہی علما کرام اور اپنے ہی بعض پارٹی قائدین بلکہ ایک طرح سے مشرقی تہذیب کے مقابل ڈٹے ہوئے ہیں۔ اب آپ وزیراعظم کا وہ بیان یاد کیجئے کہ جس میں آپ نے فرمایا تھا

کہ اب پاکستان کا مستقبل لبرل پاکستان ہے۔ چنانچہ آپ یہ دیکھئے کہ وزیراعظم شرمین عبید چنائے کو ایوان وزیراعظم میں بلا کے پذیرائی بخشتے ہیں۔ پھر یہ دیکھئے کہ پھانسی کے لیے عین اس دن کا انتخاب کیا جاتا ہے جب عبید اپنا آسکر جیتتی ہے اور یوں میڈیا ایک علامت کے اختتام اور دوسری علامت کے آغاز کا منظر دکھانے لگتا ہے۔ یوں ہمیں یہ علامتوں کا کھیل بھی لگنے لگتا ہے۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ ووٹر کو متاثر کرنے والے کاموں کے علاوہ حکومت اگر کسی معاملے میں بڑھ چڑھ کے سنجیدگی دکھائے تو باور کر لینا چاہئے کہ ضرور حکومت کو کہیں اور سے سنجیدگی دکھانے کے لیے مجبور کیا جارہا ہے۔ اس پر آپ خود غور کر لیجئے کہ اسلامی ملک اور مشرقی معاشرے میں لبرل ازم، تحفظ عورت کے نام پر غیر منطقی بل اور ایک خوابیدہ پھانسی سے پاکستان میں کسی حکومت کے ووٹ بڑھ سکتے ہیں یا گھٹ سکتے ہیں؟ پوری بات سمجھ میں آجائے گی۔ واضح رہے توہین رسالت ﷺ کی شق ۲۹۵/c کے پہلے ہی مغربی دنیا اور یورپی یونین درپے ہے۔ یہ ہیں وہ معروضی حالات جن کا اشارہ ہے کہ بات نہ قانون کی بالادستی کی طرف بڑھ رہی ہے اور نہ عورتوں کے تحفظ کی طرف بلکہ بات صرف نواز شریف کے وژن لبرل پاکستان کی طرف بڑھ رہی ہے۔

ایسا اس لیے بھی لگتا ہے کہ حکومت جن معاملات میں علماء کو ساتھ لے کے چل سکتی ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل سے مشاورت کر سکتی ہے۔ وہ ان معاملات میں بھی انہیں للکار کے چل رہی ہے۔ شاید اس لیے تاکہ آہستہ آہستہ علماء کو آئندہ کے لیے ان چیزوں کا عادی بنایا جا سکے اور ان کی مزاحمت کی حدیں (limits) بھی چیک کر لی جائیں۔ اگر ایسا ہے تو اسلامسٹوں کو یہ بھی جان لینا چاہئے کہ اب یہ خالی خولی حکومتی دعوے یا خواہشات نہیں رہیں گی، بلکہ حکومت اس سلسلے میں بے حد سنجیدہ ہے۔ جو کام ووٹ کی قیمت پر بھی انتہائی سنجیدگی سے کیا جارہا ہو، اس کی شدت یا اس کے پسِ پشت طاقت کی شدت کا اندازہ کرنا

آپ کے لیے کچھ زیادہ مشکل نہیں ہونا چاہیے۔ یقیناً نفاذِ لبرل ازم کے لیے حکومت ہر حد تک جانے کے لیے خود کو تیار کر چکی ہے۔

چنانچہ اب یہ مذہبی طبقے کا امتحان ہے کہ وہ کس طرح سے ان حالات سے سیکھتا ہے اور کس طرح سے اپنا کردار ادا کرتا ہے۔ اگر مذہبی طبقہ آج اپنے گروہی نظریات سے اٹھ کے سامنے نظر آتے مستقبل کو نہیں دیکھتا۔ ہم آواز ہو کے موزوں ترین لائحہ عمل تیار نہیں کرتا تو پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ حالات محض اتفاقات کا نتیجہ ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ علماء کو کل یہاں تاجکستان کے ڈاڑھیاں نوچنے اور پردے کھینچنے کے مناظر بھی دیکھنے پڑ جائیں۔ ضرورت ممتاز قادری کی پھانسی میں الجھ جانے کی نہیں۔ ضرورت پوری تصویر کو سمجھنے کی ہے۔ یاد رہے ان پھانسیوں پر اور آپ کی تہذیبی اقدار پر یہ میڈیا آپ کا ساتھ نہیں دے گا۔ آپ کو اپنی یہ لڑائی خود ہی لڑنی ہوگی، بلکہ ہو سکتا ہے کل آپ سے سوشل میڈیا بھی چھن جائے۔ بہر حال سر دست لبرلز کامیاب ہیں، حکومت بڑی تیاری اور مستعدی سے اپنے پتے پھینک رہی ہے اور مذہبی طبقہ سوائے بساط پر پٹنے کے کچھ اور کرتا نظر نہیں آتا۔

روزنامہ نئی بات لاہور

۲ مارچ ۲۰۱۶ء



تذکرہ شہید وفا

سید مبشر الماس

عشق وفا کی سولی پر جھول گیا

جس دھج سے کوئی مقتل کو گیا، وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے، اس جان کی کوئی بات نہیں

وہ عشق رسول ﷺ میں غرق تھا، لبوں پر درود شریف کا ورد جبین پر سجدے سجے رہتے تھے۔ دل میں اسلام اور بانی اسلام کی محبت کا سمندر موجزن تھا کہ ۴ جنوری ۲۰۱۱ء کی سرد شام اُس کی روحانی زندگی کو امر کر گئی۔ محبت رسول ﷺ میں تڑپتی ہوئی ایک آہ ممتاز قادری کے لبوں سے اس طرح نکلی کہ وہ پنجاب کے گورنر سلمان تاثیر کا سینہ چیر گئی۔ اس روز سلمان تاثیر بحیثیت گورنر پنجاب شیخوپورہ میں قید توہین رسالت کی ملزمہ آسیہ کی رہائی کا پروانہ لینے گئے تھے۔ لیکن آسیہ جیل خانے کے در و دیوار سے کان لگائے سلمان تاثیر کی آہٹ کی منتظر ہی رہی اور وہ راہ عدم کا مسافر بن کر اپنے نظریات و عقائد کی لحد میں اُتر گیا۔ چار جنوری ۲۰۱۱ء کی سہ پہر تک کوئی نہ جانتا تھا کہ ممتاز حسین قادری کون ہے؟ لیکن وقت کا پہیہ اس تیزی سے گھوما کہ ملک ممتاز حسین قادری راتوں رات ہیرو بن گیا۔ جب یہ واقعہ ہوا تو پورا معاشرہ دو حلقوں میں بٹ گیا۔ ایک وہ جو اس واقع کو افسوس کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور دوسرا وہ حلقہ جو توہین رسالتؐ کے قانون میں تبدیلی کا سخت مخالف ہے اول الذکر سوچ کے حامی افراد نے سلمان تاثیر کے قتل کے خلاف مظاہرے کیے اور قاتل کو کیفر کردار تک پہنچانے کا مطالبہ کیا۔ وہیں دوسری سوچ کے حامل افراد نے ممتاز حسین

قادری کے حق میں اس امر کو طشت از بام کیا کہ اُنہوں نے غازی علم دین شہید کے افکار کو دوبارہ زندہ کر دیا ہے۔

راولپنڈی کے رہائشی، میٹرک پاس ۳۱ سالہ ممتاز قادری ۱۹۸۵ء کو پیدا ہوئے۔ اُن کے بھائی دل پذیر اعوان کے مطابق وہ انتہائی شریف النفس، باادب اور ملنسار تھے، پابند صوم وصلوٰۃ تمام بھائیوں میں چھوٹے اور سب سے زیادہ دین دار تھے۔ ممتاز قادری پنجاب پولیس میں ملازم ہوئے تو اُن کی ڈیوٹی گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے حفاظتی دستے میں لگادی گئی۔ گورنر سلمان تاثیر نے توہین رسالت کی ملزمہ آسیہ کے لیے قانون کو کالا کہا تو ممتاز قادری اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکا۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ ممتاز قادری نے سلمان تاثیر سے استدعا کی کہ حضور اکرم ﷺ کی گستاخی کرنے والی آسیہ بی بی کا ساتھ نہ دیں اور ناموس رسالت ﷺ کے قانون کا احترام کریں تاکہ آئندہ کوئی ایسی گستاخی نہ کر سکے۔ مگر سلمان تاثیر اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ تب ۴ جنوری ۲۰۱۱ء کو ممتاز قادری نے سلمان تاثیر کو ۲۷ گولیاں ماریں اور وہ جان بر نہ ہو سکے۔ اس واقعہ کے بعد ممتاز حسین وہاں سے بھاگا نہیں بلکہ خود کو قانون کے حوالے کر دیا اور اقبالِ جرم کرتے ہوئے ہر قسم کی سزا کو قبول کرنے کا عہد کیا۔ ممتاز قادری نے عدالت کے رُوبرو اپنے اعترافی بیان میں کہا کہ اُس نے سلمان تاثیر کو اس لیے قتل کیا کیوں کہ اُنہوں نے توہین رسالت کے قانون میں ترمیم کی حمایت کی تھی۔

اسلام آباد کی انسداد دہشت گردی کی ایک عدالت نے ۲۰۱۱ء میں ممتاز قادری کو دوبار سزائے موت اور جرمانے کی سزا سنائی تھی۔ ممتاز قادری نے اس سزا کے خلاف اسلام آباد ہائی کورٹ میں اپیل دائر کی تھی۔ جس پر عدالت عالیہ نے انسداد دہشت گردی کی دفعات کے تحت ممتاز قادری کو سنائی گئی سزائے موت کو کالعدم قرار دے دیا تھا، تاہم

فوجداری قانون کی دفعہ ۳۰۲ کے تحت اُس کی سزائے موت کو برقرار رکھا گیا۔لیکن اسلام آباد ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف جب سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی گئی تو عدالت عظمیٰ نے ممتاز قادری کی اپیل خارج کرتے ہوئے انسداد دہشت گردی کی عدالت کے فیصلے کو بحال کر دیا۔سپریم کورٹ کے تین رکنی بنچ نے اپنے ریمارکس میں کہا تھا کہ توہین مذہب کے مرتکب کسی شخص کو اگر لوگ ذاتی حیثیت میں سزائیں دینا شروع کر دیں تو اس سے معاشرے میں انتشار پیدا ہوسکتا ہے۔عدالت عظمیٰ کے تین رکنی بنچ کے فیصلے کے خلاف ممتاز قادری نے سپریم کورٹ میں نظر ثانی کی بھی درخواست کی لیکن اُسے بھی خارج کر دیا گیا جبکہ صدر پاکستان نے بھی ممتاز قادری کی اپیل مسترد کر دی تھی۔ چنانچہ گورنر پنجاب سلمان تاثیر کو قتل کرنے کے جرم میں اتوار اور پیر کی درمیانی رات کو انہیں اڈیالہ جیل میں تختہ دار پر لٹکا دیا گیا وہ عشق کی سولی پر جھول گئے اور غازی علم دین شہید کی یادوں کو تازہ کر گئے۔ یہ خبر دنیا بھر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔حکومت نے احتجاج کے پیش نظر راولپنڈی اور اسلام آباد سمیت ملک بھر میں سکیورٹی ہائی الرٹ کر دی۔ پھانسی کے وقت اڈیالہ جیل جانے والے تمام راستوں کو سیل کر دیا گیا تھا، اور اُن کا جسد خاکی قانونی کارروائی پوری کرنے کے بعد اہل خانہ کے حوالے کر دیا گیا۔پاکستان کی ۷۰ سالہ تاریخ میں یہ اپنی نوعیت کا انوکھا واقعہ ہے کہ کسی حکومتی عہدیدار کو توہین رسالت کی بنا پر قتل کرنے والے سرکاری اہلکار کو ملکی عدالتوں نے موت کی سزا سنائی۔صدر پاکستان نے رحم کی اپیل مسترد کر دی اور وہ پھانسی کے پھندے پر جھول گیا۔ایسے میں یہ اشعار بے اختیار لبوں پر مچل جاتے ہیں کہ

کب یاد میں تیرا ساتھ نہیں، کب ہاتھ میں تیرا ہاتھ نہیں
صد شکر کہ اپنی راتوں میں اب ہجر کی کوئی رات نہیں

مشکل ہیں اگر حالات وہاں، دِل بیچ آئیں جاں دے آئیں
دل والو! کوچۂ جاناں میں، کیا ایسے بھی حالات نہیں
جس دھج سے کوئی مقتل کو گیا، وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے، اس جاں کی تو کوئی بات نہیں
میدانِ وفا دربار نہیں، یاں نام و نسب کی پوچھ کہاں؟
عاشق تو کسی کا نام نہیں کچھ عشق کسی کی ذات نہیں
گر بازی عشق کی بازی ہے، جو چاہو لگا دو ڈر کیسا
گر جیت گئے تو کیا کہنا؟ ہارے بھی تو بازی مات نہیں

روزنامہ اوصاف لاہور

یکم مارچ ۲۰۱۶ء



بادنما

سعد اللہ شاہ

آپ کس کے ساتھ ہیں؟

ممتاز قادری کے جنازے میں ایک جم غفیر تھا۔ لوگ جوق در جوق اس فہرست میں اپنا نام لکھوانے آئے تھے جو میری سوچ اور ایمان کے مطابق آقائے تاجدار ﷺ کے سامنے پیش ہوگی کہ کون کون آقا کا عقیدت منداس کے غلام کے جنازے میں آیا تھا۔ یہ ایمان کا معاملہ ہے جو لوحِ دل پر نقش ہوتا ہے "عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی" مجھے کئی دوستوں نے مشورہ دیا کہ اس موضوع پر قلم کچھ سوچ سمجھ کر اٹھایئے گا۔ کسی نے اندر سے کہا کہ ایمان غارت ہونے کا ڈر ہے۔ حق اور سچ وضاحت طلب ہوتا ہے، صراحت مانگتا ہے۔ حق و باطل کے درمیان لکیر کھینچنا ضروری ہے۔ یہ محبت اور مؤدت کا معاملہ ہے، ہر مصلحت سے بالاتر:

تخیل کی بلندی تک پھر انساں کی ہر اک پرواز ہوتی ہے
محبت جب محمدؐ تک پہنچتی ہے تو سرفراز ہوتی ہے

ممتاز قادری کا مقام و مرتبہ ہماری حدِ ادراک میں نہیں آسکتا:

روشنی بن کے اندھیروں میں اتر جاتے ہیں
ہم وہی لوگ ہیں جو جاں سے گزر جاتے ہیں

مجھے اپنی عقیدت کے اظہار کے لیے کسی دلیل دینے کی ہرگز ضرورت نہیں۔ مجھے ممتاز قادری کی محبت میں سرموشک نہیں۔ جو لوگ افلاطون و سقراط بن کر قانون کی بات کرتے ہیں تو انہیں معلوم ہونا چاہیے ایمان کے سامنے سب کچھ ہیچ ہے۔ ایمان کیا ہے؟ یہی کہ اپنے جان و مال غرضیکہ ہر شے سے زیادہ حضور ﷺ کی محبت کو برتر و اعلیٰ سمجھنا ہے۔ زندگی اور موت کو

پیدا کرنے والا خود کہتا ہے کہ میں نے امتحان لینا چاہا کہ کون اچھے عمل کر کے آتا ہے۔

ایسا نہیں کہ یہ سب کچھ یونہی ہو گیا۔ جسٹس نذیر احمد غازی نے خوبصورت اساسی بات کی کہ ہم لوگ عمل کو چھوڑ کر ردِ عمل پر بحث کر رہے ہیں۔ ہم سلمان تاثیر کے عمل سے صرفِ نظر کیوں کرتے ہیں۔ اس کی وہ مووی دکھائی جا رہی ہے جس میں اس نے توہین رسالت ﷺ کے قانون کو غلط استعمال کرنے کی طرف اشارہ کیا، وہاں تو واقعتاً کوئی گرفت نہیں ہو سکتی۔ یہ بات تو علمائے دین بھی کہتے ہیں کہ اس قانون کے استعمال سے کوئی بے گناہ اور بے قصور نہیں پکڑا جانا چاہیے۔ یہاں تک تو کسی کو کوئی اختلاف نہیں۔ میڈیا کو سلمان تاثیر کی وہ فلم دکھانی چاہیے تھی جس میں اس نے اس قانون کو کالا قانون کہا اور آسیہ بی بی کو ملنے والی سزا کو ظالمانہ کہا۔ اس نے صریحاً کہا کہ وہ ایسے قانون کو نہیں مانتا جس کے تحت آسیہ کو سزا ہوئی۔

کیا یہ سوال اپنی جگہ اہم نہیں کہ سلمان تاثیر نے گورنر بنتے وقت آئین پاکستان کی پاسداری کا حلف اٹھایا تھا کہ وہ نظریۂ پاکستان کے ساتھ بساط بھر وفاداری کریں گے۔ لوگ اُن کی باڈی لینگویج اور دوسری لینگویج پر ششدر تھے کہ وہ اصل میں ہیں کس کے ساتھ۔ آسیہ کو ایک جج نے سزا سنائی تھی اور یقیناً وہ سزا شہادتوں اور اعتراف جرم کے بغیر تو نہیں دی گئی تھی۔ گورنر جیل پہنچ گئے، پریس کانفرنس کر ڈالی اور کہا کہ صدر زرداری اس سزا کو معاف کر دیں گے۔ کئی صحافیوں نے سوال بھی کیا کہ وہ صدر کی جگہ کیسے اعلان کر رہے ہیں۔ اس پر انہوں نے بات بتائی کہ نہیں یہ انہی کا اختیار ہے۔ میں نے ایک بات خاص طور پر نوٹ کی کہ وہ بات کرتے ہوئے حضور پاک ہی کہہ رہے تھے جبکہ آپ کا ذکر علیہ ﷺ کے بغیر ادھورا ہی نہیں قابلِ گرفت بھی ہے کہ یہاں تو جبرائیل نے علیہ ﷺ نہ کہنے والے پر لعنت ڈالی تھی۔ اور آپ سرکار علیہ ﷺ نے امین کہا تھا۔ کچھ لوگ اس پھانسی کو درست بھی سمجھتے ہیں مگر وہ نہ ہونے کے برابر ہیں، شاید وہ لوگ جو مادر پدر آزاد مغربی سوچ میں سانس لیتے ہیں اور مذہب بیزاری

میں حد سے نکلے ہوتے ہیں۔ سب کو ایک ہی سوال پریشان کر رہا ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں عاشق رسول ﷺ کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ جو کچھ حکمرانوں کے بارے میں عوام کا غصہ اور طیش ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ ایک نمونہ اس احتجاج کا کراچی ایئرپورٹ پر پرویز رشید دیکھ چکے ہیں۔ حافظ شفیق الرحمٰن نے تو مجھے SMS کیا کہ حکومت نے اپنے ڈیتھ وارنٹ پر دستخط کیے ہیں۔ میری مختلف شعبوں کے لوگوں سے بات ہوئی اکثر سلمان تاثیر کو ہی قصوروار ٹھہراتے رہے۔ ڈاکٹر محمد امجد نہایت معتدل شخص ہیں، کہنے لگے اس زمانے میں غیر محتاط زبان اور رویہ ہی فساد کی جڑ ہے۔

میڈیا نے اس ضمن میں ایک عجیب و غریب رول ادا کیا ہے۔ یقیناً ان میں ''فوراً پیڈ'' لوگ بھی ہیں۔ فوراً سے میری مراد Foreign ہے۔ کچھ اگرچہ فوراً پر ہی یقین کرتے ہیں۔ یہاں وہ لیٹر بھی زیر بحث آ رہا ہے جو پیمرا کی طرف سے چینلز اور کیبل مالکان کو لکھا گیا جس میں میڈیا کو کوریج سے منع کیا گیا۔ اب لوگ بہت باشعور ہو چکے ہیں۔ سب جانتے ہیں کہ شرمین عبید کون ہے؟ ملالہ کون ہے؟ حکمران خود اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ میرے سامنے وہ قطعہ آ گیا جو کراچی سے ہمارے دوست اجمل سراج نے لکھا ہے:

ہم جو زمانہ ساز ہیں دنیا پرست ہیں
ہم تو سمجھ رہے ہیں سزا اس کو مل گئی
جبکہ یہ حق ہے اس نے اٹھایا تھا جو قدم
اس کی بھی اپنے رب سے جزا اس کو مل گئی

لاریب جو اس کے راستے میں مارے جاتے ہیں وہ انہیں مردہ نہیں کہنے دیتا۔ وہ خالق ہے وہ جانتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ لوگ جو اس کے راستے میں شہید ہوئے زندہ ہیں، اپنا رزق پاتے ہیں، لوگ اس کا شعور نہیں رکھتے۔ اللہ کی قسم ممتاز قادری اسی طرح لوگوں کے دلوں میں زندہ رہے گا اور دعاؤں میں سرسبز رہے گا جیسے آج تک غازی علم دین حیات

ہے۔ اللہ اللہ ایک ہندو نے بھی یہ محسوس کیا تو نعت کا شعر کہہ دیا:

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں اس کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

میں کچھ بھی لکھ لوں ممتاز قادری کے مقام میں اضافہ نہیں کر سکتا۔ میں نے تو تردد کیا کہ میرا ذکر بھی ان لوگوں میں ہو جو اس کے بچھڑنے پر مغموم و دل گرفتہ ہیں مگر میں دوسرے لمحے سوچتا ہوں کہ اسے تو باریابی ملی، اسے قبول کر لیا گیا اور اسے چن لیا گیا۔ مرنا تو سب نے ہے، وہ تو زندۂ جاوید ہو گیا ہے۔ لاکھوں لوگ اس سے متعلق اپنے اپنے جذبات کا اظہار کر رہے ہیں۔ ایک درخواست علمائے کرام سے ہے کہ خدارا اس قربانی پر بھی اختلاف کر کے اس کی برکات کو ضائع نہ کریں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں تمام مکاتب فکر اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ یہ سب کا مسئلہ ہے اس پر خاموشی بھی جائز نہیں۔ یہ بارگاہ رسول ﷺ ہے "نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید" "یہ کوچہ حبیب ہے پلکوں پہ چل کے آ"۔ یہ دنیا داروں کی منزل ہے ہی نہیں۔ وقت خود فیصلہ کر دے گا کہ کون مراد پا گیا اور کون کون میر جعفر و میر صادق کی طرح تاریخ اسلامی میں غدار لکھے جائیں گے۔ مجھے جماعت اسلامی اور اُن لوگوں کی توصیف کرنی ہے جو ممتاز قادری کے ساتھ کھڑے ہیں۔ حق کے ساتھ کھڑے ہونا ذرا مشکل ہی ہوتا ہے۔ "لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا"۔

سیف الدین سیف نے کہا تھا:

مرنے والوں پہ حیرتیں کیسی
راہ آسان ہو گئی ہو گی

روزنامہ نئی بات لاہور

۲ مارچ ۲۰۱۶ء



داستانِ عشق ووفا

محمد شکیل قادری

جرأت وبہادری ممتاز حسین قادری

ضلع ننکانہ کے گاؤں اٹانوالی کی رہائشی عیسائی عورت عاصیہ نے ۱۴ جون ۲۰۰۹ء کو رسول اللہ ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کی۔ اس پر عدالت نے ۸ نومبر ۲۰۱۰ء کو عاصیہ کو سزائے موت اور ایک لاکھ روپے جرمانہ کا حکم سنایا۔ اس سزا پر میڈیا نے اپنی رپورٹنگ میں یہ تاثر دیا کہ قانون تحفظِ ناموسِ رسالت (۲۹۵.c) کی وجہ سے پاکستان میں عیسائیوں پر بہت ظلم ڈھایا جا رہا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ۲۰۰۸ء تک ۲۹۵.c کے تحت ایک ہزار افراد کے خلاف کیس رجسٹرڈ ہوئے جن میں عیسائیوں کی تعداد صرف ۱۸۰ تھی۔ مزید برآں آج تک کسی ملزم کو اس قانون کے تحت پھانسی نہیں ہو سکی۔

اس عدالتی فیصلے کے خلاف عیسائیوں کے پوپ سمیت دنیا بھر کی عیسائی کمیونٹی نے پاکستانی حکومت پر اس قانون کو ختم کرنے کے لیے دباؤ ڈالا۔

۲۰ نومبر ۲۰۱۰ء کو گورنر پنجاب سلمان تاثیر نے شیخوپورہ جیل میں گستاخِ رسول عاصیہ مسیح سے اپنی فیملی سمیت ملاقات کی۔ اس دوران گورنر نے اس سے ایک معافی کی درخواست پر دستخط کروائے اور ملعونہ عاصیہ کو یقین دلایا کہ میری تمام تر ہمدردیاں تمہارے ساتھ ہیں، میں صدر پاکستان سے تمہیں معافی دلواؤں گا۔

اس سے قبل بھی PPP کے سابقہ دورِ حکومت میں گوجرانوالہ کے سلامت مسیح، رحمت مسیح اور منظور مسیح کو عدالت نے گستاخیٔ رسول کی وجہ سے سزائے موت کا حکم سنایا تو حکومت نے انہیں ہائی کورٹ پر دباؤ ڈال کر چند یوم میں بری کروا کر بیرونِ ملک روانہ کر دیا تھا۔

گورنر پنجاب نے اس موقع پر میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا ''عاصیہ کو گستاخیٔ رسول کی وجہ سے جو سزا ملی ہے، وہ انسانیت کے خلاف اور بڑی ظالم سزا ہے''۔

عاصیہ ملعونہ عدالتی تحقیق کے مطابق توہین رسالت کی مرتکب ہوئی تھی لہٰذا گورنر تاثیر نے ایک گستاخ کی حمایت کر کے بذاتِ خود توہین کا ارتکاب کیا اور اپنے اس فعل کو انسانی ہمدردی کا نام دے کر اُس پر ڈٹا رہا۔ یوں توہین رسالت کے جرم میں گورنر تاثیر، عاصیہ ملعونہ کے شانہ بشانہ کھڑا ہو گیا۔

ٹوئیٹر پر اپنے آخری پیغام میں تاثیر نے لکھا کہ ''مجھ پر توہین رسالت قانون کے سلسلے میں دائیں بازو کی قوتوں کے سامنے جھکنے کے لیے شدید دباؤ ہے تاہم اگر میں اس مؤقف پر آخری شخص بھی رہ گیا تب بھی ایسا نہیں کروں گا۔ میں ایسے لوگوں کو جوتے کی نوک پر رکھتا ہوں۔ (روزنامہ جنگ، ۵ جنوری ۲۰۱۱ء)

رسول اللہ ﷺ کی شان میں نعوذ باللہ کھلی گالیاں بکنے والی عورت کو عدالتی کاروائی میں قصور وار ثابت ہونے کے باوجود بے قصور کہنا اور اس کی گستاخیوں کی وکالت کرنا، شریعتِ اسلامیہ سے ثابت شدہ گستاخِ رسول کی سزا ''موت'' کا مذاقِ اڑانا، قرآن وحدیث سے ثابت شدہ قانون کو ''کالا قانون'' کہنا، علماء کرام کو جوتی کی نوک پر رکھنے کا کہنا، منکرینِ ختمِ نبوت مرزائیوں کو مسلمان سمجھنا بھی سلمان تاثیر کی فکر و سوچ کو سمجھنے کے لیے کافی ہیں۔ گورنر تاثیر کی بیٹی شہر بانو نے بیان دیا کہ ''میرے والد قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے سخت خلاف تھے۔'' (روزنامہ جنگ ۱۱ جنوری ۲۰۱۱ء)

گورنر سلمان تاثیر کی قانون تحفظ ناموسِ رسالت کے خلاف مسلسل بیان بازی کی وجہ سے ملک کی تمام مذہبی جماعتوں نے احتجاج کیا لیکن ایوانِ صدر، پارلیمنٹ اور عدلیہ سمیت کسی نے بھی علماء کرام اور مسلمانانِ پاکستان کے احتجاج کا نوٹس نہ لیا۔

آخر کار ۴ جنوری ۲۰۱۱ء کو ملک ممتاز حسین قادری نے کوہسار مارکیٹ برلبِ سڑک

۲۷ گولیوں سے سلمان تاثیر کا ایسا نوٹس لیا کہ پارلیمنٹ میں قانون تحفظِ ناموسِ رسالت میں ترمیم کے حوالے سے جمع کروائی گئی قرارداد سمیت c.۲۹۵ کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز تھم گئی اور عالمِ کفر پر لرزہ طاری ہو گیا۔

لا الہ الااللہ محمد رسول اللہ کے نام پر حاصل کیے گئے ملکِ پاکستان میں غازی ملک ممتاز حسین قادری کو ناموسِ رسالت کا محافظ ہونے کی وجہ سے دہشت گرد قرار دے کر دہشت گردی کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ وکلاء برادری نے غازی صاحب کا تاریخی استقبال کیا جس سے بوکھلا کر حکومت نے حکم جاری کیا کہ اگلی مرتبہ جیل میں ہی خصوصی عدالت قائم کی جائے گی، جہاں غازی صاحب کا کیس ٹرائل ہو گا۔ چنانچہ اس حوالے سے جیل میں ہی کل ۲۸ مرتبہ پیشی ہوئی۔ ان گنت عاشقانِ رسول ﷺ کے دلوں کی دھڑکن غازی ملک ممتاز حسین قادری کو اڈیالہ جیل میں ایک نام نہاد جج پرویز علی شاہ نے دو مرتبہ سزائے موت اور دو لاکھ روپے جرمانہ کی سزا سنائی۔

جج نے ملک ممتاز حسین قادری کو فیصلہ سناتے ہوئے کہا کہ ''آپ نے جو کام کیا وہ اسلام کی رُو سے ٹھیک ہے مگر میں ملکی قانون کے تحت آپ کو سزا سنا رہا ہوں۔'' اب حکومت بتائے کہ ملک میں قرآن و سنت کے منافی جو قوانین ہیں، اُنہیں کون ختم کرے گا؟

آئینِ پاکستان کے ابتدائی نکات میں شامل ہے کہ ملک میں قرآن و سنت سپریم لاء ہے اور اس کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں ہو سکتی۔ اس کے علاوہ وفاقی شرعی عدالت کا بھی فیصلہ ہے کہ گستاخِ رسول کی سزا صرف موت ہے۔ نام نہاد جج نے دشمنانِ اسلام کی خوشنودی کے لیے یہ فیصلہ کیا۔ اس فیصلے کے خلاف کراچی تا خیبر عاشقانِ رسول ﷺ نے بھرپور احتجاج کیا اور سڑکوں پر نکل آئے۔ راولپنڈی سمیت ملک کے بیشتر شہروں میں پولیس نے مظاہرین پر شیلنگ اور لاٹھی چارج کیا۔

عوامی احتجاج کو الیکٹرانک میڈیا نے مکمل طور پر نظرانداز کیا اور پرنٹ میڈیا میں ایک، دو اخبارات کے علاوہ کسی نے کوریج نہ دے کر طاغوتی طاقتوں کا ساتھ دیا۔

ایک طرف تو اُس وقت کے حکومتی ذمہ داران کہہ رہے تھے کہ ”حکومت قرآن و سنت کے منافی کوئی قانون نہیں بنائے گی۔“ (بابر اعوان، نوائے وقت، ۱ جنوری ۲۰۱۱ء) ”حکومت کو توہینِ رسالت قانون میں ترمیم کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں۔“ (صمصام علی بخاری، نوئے وقت، ۲۶ دسمبر ۲۰۱۱ء) تو پھر قانون تحفظِ ناموسِ رسالت میں ترمیم کی قرارداد کس کے اشارے پر پارلیمنٹ میں لائی گئی؟

دنیا کے تقریباً تمام ممالک کے آئین میں یہ بات موجود ہے کہ جو شخص کسی سلطنت وریاست اور اس کے دستور سے بغاوت کا ارتکاب کرے وہ ”سزائے موت“ کا حق دار ہے۔ تعزیراتِ پاکستان میں بھی یہ بات درج ہے کہ کوئی بھی شخص جو پاکستان کے خلاف جنگ کرنے کی کوشش کرے یا جنگ کرنے میں مدد کرے وہ شخص سزائے موت کا حق دار ہے۔

یہ قانون اس لیے ہے کہ ریاست کے تقدس کو، کوئی بھی فرد پائمال کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ جب انسان اپنے ہاتھوں سے وضع کیئے ہوئے قانون کو اتنی شوکت وعظمت دیتا ہے کہ اس کی خلاف ورزی کرنے والا سزائے موت کا مستحق ہوتا ہے تو وہ ذات جو وجہ تخلیق کائنات ہے، جو فخر عالم اِنس وجن ہے، جس کے طفیل کائنات کو وجود ملا، جس سے عالم کو شعور وفروغ ملا، ہم ایسی ذات کی عزت وحرمت، ادب و احترام، عظمت ورفعت پر کروڑوں ریاستوں اور آئینوں کو قربان کرتے ہیں۔ ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ ریاست کا باغی تو واجب القتل ہو جبکہ تاجدارِ کائنات، سرورِ دوجہاں ﷺ کی عزت وناموس پر حملہ کرنے والا واجب القتل نہ ہو؟

حضرت جمال الدین ابراہیم بن محمد الطیبی ؒ فرماتے ہیں کہ بعض تاتاری سپہ سالاروں نے عیسائیت قبول کرنے کا اعلان کیا جس کے لیے ایک محفل منعقد کی گئی اور اس میں بڑے بڑے نصرانی بلائے گئے۔ ایک پادری کھڑا ہوا اور اُس نے دورانِ گفتگو آقائے دوجہاں ﷺ کے خلاف بات کی۔ وہاں قریب ہی ایک شکاری کتا بھی بندھا ہوا تھا۔ جونہی بدبخت پادری نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف بات کو لمبا کرنے کی کوشش کی تو شکاری کتے نے رسی توڑ کر اُس گستاخ پادری کے منہ پر پنجا (تھپڑ) مارا۔ لوگوں نے کتے کو پادری سے

چھڑوا کر دوبارہ باندھ دیا۔ حاضرین میں سے کسی نے (اس گستاخ پادری کو کہا) کہ کہیں اس کتے نے تمہیں حضور ﷺ کے خلاف بات کرنے کی وجہ سے تو نہیں مارا؟ پادری نے جواباً کہا نہیں ایسی کوئی بات نہیں بلکہ یہ کتا بڑا غیور ہے۔ میں نے دورانِ تقریر ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کیا تو وہ سمجھا کہ میں نے اسے مارنے کا اشارہ کیا ہے لہٰذا اُس نے طیش میں آ کر یہ کام کیا۔ اُس بد بخت نے اس واقعے کو اتفاقی قرار دے کر دوبارہ سرور کائنات ﷺ کے خلاف زہر اُگلنا شروع کر دیا۔ شکاری کتے نے دوبارہ رسی توڑ کر اب کی بار اتنا زور دار حملہ کیا کہ اس گستاخ پادری کا سر تن سے جدا کر دیا۔

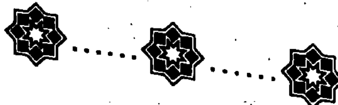
امام جمال الدین فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی عزت و ناموس کے تحفظ کی خاطر ایک کتے کی غیرت کو دیکھتے ہوئے عیسائیت قبول کرنے کی خاطر اکٹھے ہوئے مجمع میں سے چالیس ہزار تاتاری امام الانبیاء علیہ السلام کا کلمہ پڑھ کر غلامیٔ رسول ﷺ میں داخل ہو گئے۔
(الدُرَرُ الکامنۃ فی اعیان المائۃ الثامنۃ، جلد: ۲ صفحہ: ۷۶، دار الکتب العلمیہ بیروت)

تاتاریوں کی مجلس میں اس کتے نے نبی ﷺ کی عزت و ناموس پر پہرا دے کر یہ واضح کر دیا کہ نبی کریم ﷺ کی گستاخی چوپایوں سے بھی برداشت نہیں ہو گی، ہم حاجی، نمازی، متقی، پرہیزگار، پیر، مرید، خطیب، مدرس، سیاستدان بعد میں ہیں، سب سے پہلے رسول اللہ کی عزت و ناموس کے محافظ ہیں۔ اگر ہم گستاخ سے بدلہ نہیں لے سکتے تو کم از کم بدلہ لینے والے اُس غازی کے لیے، جس نے اُمت کی جانب سے یہ فریضہ ادا کیا، جس نے اپنا گھر بار، چھ ماہ کا بچہ، بیوی، ماں باپ اور نوکری کی پرواہ نہ کرتے ہوئے گستاخِ رسول کو واصلِ جہنم کیا، اُس کی رہائی کے لیے عملی اقدامات کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو آقا کریم ﷺ کی ناموس پر مر مٹنے کا جذبہ عطا فرمائے۔ آمین

ماہنامہ العاقب لاہور

جولائی ۲۰۱۴ء



پروانہ شمع رسالت ﷺ

محسن بلال خاں

ممتاز قادری ناموسِ رسالت ﷺ پر فدا ہو گیا

توہین رسالت قانون پر کڑی تنقید کرنے اور توہین رسالت کی مرتکب عیسائی خاتون کے حق میں بیان دے کر اہل اسلام کے جذبات کو مجروح کرنے والے سابق گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے قتل کے جرم میں عاشق رسول ﷺ ممتاز قادری کو پھانسی دے دی گئی ہے۔ سابق گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے قتل کے مجرم ممتاز قادری کو علی الصبح راولپنڈی کی اڈیالہ جیل میں تختہ دار پر لٹکایا گیا۔ اس موقع پر جیل کے اندر اور اطراف سیکورٹی کے انتہائی سخت انتظامات کیئے گئے تھے۔ ممتاز قادری شہید کی سزائے موت کے خلاف ملک کے مختلف شہروں میں احتجاجی ریلیاں نکالی گئیں اور لاہور میں مظاہرین نے ممتاز قادری کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی اور ٹائروں کو آگ لگا کر سڑک بلاک کر دی راولپنڈی میں بھی مظاہرین ممتاز قادری کی سزائے موت کے خلاف میٹرو بس کے ٹریک پر آ گئے تاہم لاہور اور راولپنڈی اسلام آباد میں انتظامیہ نے میٹرو بس سروس کو بند رکھا۔ حیدر آباد میں مظاہرین نے ٹائر جلا کر روڈ بلاک اور سکول بند کروا دیے۔ عاشق رسول ﷺ ممتاز قادری شہید نے سابق گورنر پنجاب سلمان تاثیر کو ۴ جنوری ۲۰۱۱ء کو اسلام آباد کی کوہسار مارکیٹ میں فائرنگ کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ غازی ممتاز قادری کے خلاف پہلے انسداد دہشت گردی کی عدالت نے سزائے موت کا حکم دیا پھر اسلام آباد ہائی کورٹ نے بھی سزائے موت کے فیصلے کو برقرار رکھا اور گزشتہ برس دسمبر میں سپریم کورٹ نے بھی ممتاز قادری کی درخواست مسترد کر دی تھی اور صدر ممنون حسین نے بھی چند روز قبل اپیل مسترد کر دی تھی۔ سنی تحریک کی جانب سے جاری کیے گئے بیان میں کہا گیا ہے کہ ممتاز قادری کی نماز جنازہ آج منگل کی دوپہر راولپنڈی کے لیاقت باغ میں ادا کی جائے گی۔ سزائے موت پر عمل درآمد

کے خلاف احتجاج کے پیشِ نظر راولپنڈی اور اسلام آباد کے علاوہ ملک بھر میں سکیورٹی سخت کر دی گئی ہے اسلام آباد میں ریڈ زون کو سیل کر دیا گیا، پولیس اور رینجرز کے جوانوں کی بڑی تعداد راولپنڈی اور اسلام آباد میں تعینات ہے۔ اسلام آباد میں وکلا کی تنظیم اسلام آباد بار کونسل نے بھی پھانسی کے خلاف ہڑتال کرنے اور احتجاجاً عدالتوں میں پیش نہ ہونے کا اعلان کیا ہے۔ پھانسی دیئے جانے کا معاملہ انتہائی خفیہ رکھا گیا اور اس بارے میں پنجاب کے محکمہ جیل خانہ جات کے چند افسران ہی باخبر تھے یہاں تک کہ جلاد کو خصوصی گاڑی کے ذریعے اتوار کی شب لاہور سے راولپنڈی کی اڈیالہ جیل پہنچایا گیا جبکہ عموماً پھانسی دینے والے جلاد کو دو دن پہلے آگاہ کیا جاتا ہے کہ اسے کس جیل میں قیدیوں کو تختہ دار پر لٹکانا ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ ممتاز قادری نے نبی کریم ﷺ سے بے پایاں محبت کا ثبوت دیا اور انہیں اپنی جان، مال اولاد سے بڑھ کر فوقیت دی اور ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کی خاطر ایک مثال بن کر پھانسی کا پھندہ چوم لیا۔ اسی حوالے سے مولانا ظفر علی خان نے بھی کہا تھا کہ:

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

ہم اس موقع پر جڑواں شہروں کے مکینوں سے بالخصوص اور ملک کے عوام سے بالعموم یہ گزارش کریں گے کہ وہ اس موقع پر جذبات کی رو میں بہہ کر قومی اور نجی املاک کو ہرگز نقصان نہ پہنچائیں مکمل امن قائم رکھیں اور ایمان کے تقاضوں اور اسلام کی ابدی تعلیمات کو پیش نظر رکھیں، شرپسندوں کو اپنی صفوں میں نہ گھسنے دیں۔ نبی پاک ﷺ سے بے انتہاء محبت کا ثبوت دیں انہیں اپنی جان، مال اور ہر شتے پر مقدم رکھیں اور فوقیت دیں ایمان کا یہی تقاضہ ہے۔ عوام کا یہ کہنا غلط نہیں کہ ریمنڈ ڈیوس کی رہائی اور ممتاز قادری کو پھانسی کیا انصاف کا دوہرا معیار نہیں؟

اداریہ

روزنامہ انصاف، لاہور

یکم مارچ ۲۰۱۶ء



مینارۂ نور

نوید مسعود ھاشمی

شہید غازی ممتاز قادری کی پھانسی

اچھا ہوا غازی ممتاز قادری کو پھانسی دیکر جام شہادت پلا دیا گیا...... غازی ممتاز قادری تو پہلے دن سے ہی شہادت کا متلاشی تھا، اس نے تو اپنے وکلاء کو مقدمے کی پیروی سے بھی منع کرنے کی کوشش کی تھی، اس نے اپنے گھر والوں کو بھی کئی بار کہا تھا کہ ''محبت رسول ﷺ سے بڑھ کر مجھے زندگی پیاری نہیں ہے، بلکہ میں تو شہادت کا جام نوش کر کے اس نبی محترم ﷺ کی محفل میں پہنچنا چاہتا ہوں، جس نبی محتشم ﷺ کی عزت وحرمت کی خاطر میں نے ایک گستاخ رسول کا قتل کیا تھا۔''

قاری وحید قاسمی کا منگل کی صبح فون آیا، میں ''روزنامہ اوصاف کراچی'' کی اوپننگ کی مصروفیات کے سلسلے میں کراچی میں ہوں، فون اٹینڈ کیا تو قاری وحید قاسمی نے بڑے جذباتی انداز میں کہا کہ ہاشمی صاحب! مبارک ہو، غازی ممتاز قادری کو پھانسی دیکر شہید کر دیا گیا، خیر مبارک...... بے ساختہ میرے منہ سے نکلا، وہ تو سچا عاشق رسول تھا اور غازی علم دین شہید سے لے کر غازی ممتاز قادری شہید تک عاشقانِ رسول کی تاریخ پھانسیوں سے ہی عبارت ہے، اور ویسے بھی ہمارے حکمران ''شریف برادران'' پاکستان کو سیکولر بنانے کے مشن پر نکل کھڑے ہوئے ہیں، سیکولر پاکستان کی ضرورت شرمین عبید، ملالہ یوسفزئی تو ہیں...... سیکولر پاکستان میں بیویاں اپنے شوہروں کو نہ صرف گھروں سے دھکے دیکر نکال سکیں گی، بلکہ ان کے خلاف مقدمات بھی قائم کروا سکیں گی، سیکولر پاکستان میں مسجدوں کے اسپیکروں پر پابندی ہوگی، مگر رقص وسرور اور ناچ گانے والوں کے لیے پروٹو کول ہوگا، لیکن ''شریف برادران'' کے سیکولر پاکستان میں غازی ممتاز قادری کا زندہ رہنا

ناممکن تھا، آسیہ مسیح کہ جس پر توہین رسالت کا ارتکاب ثابت ہوا اور تمام گواہوں اور ثبوتوں کی روشنی میں عدالت نے اسے پھانسی کی سزا دی مگر وہ چونکہ یورپ اور امریکہ کو پیاری ہے، اس لیے اسے پھانسی نہیں ہوسکتی، پاکستان میں فحاشی و عریانی بے حیائی، کرپشن، لوٹ مار، اور انتشار پھیلانے والوں کو پھانسی تو بہت دور کی بات گرفتار بھی نہیں کیا جا سکتا، سلمان تاثیر نے چونکہ قانون توہین رسالت کا مذاق اڑایا تھا، سلمان تاثیر نے چونکہ ایک گستاخ رسول آسیہ مسیح کے حق میں کمپین چلائی تھی، سلمان تاثیر چونکہ برطانیہ اور یورپی یونین کا فرستادہ تھا، اس لیے اس کے قاتل کو تو سزا ملنی ہی چاہیے تھی، پاکستان کو سیکولر بنانے کے لیے شرمین عبید کو ہیرو بنانا اور غازی ممتاز قادری کو پھانسی پر چڑھانا ضروری تھا۔

غازی ممتاز قادری کا بریلوی مسلک سے تعلق تھا، اور وہ اپنے ہی مسلک کے ایک خطیب کی تقریر سے متاثر تھے، مگر میں بڑی معذرت کے ساتھ یہ بات لکھنے پر مجبور ہوں کہ آپس کی نااتفاقیوں اور فرقہ وارانہ دوریوں کی وجہ سے علماء غازی ممتاز قادری کے لیے کوئی مؤثر کمپئین نہ چلا سکے، پورا پاکستان اس بات کا گواہ ہے کہ گزشتہ سال ایک اینکرنی شائستہ واحدی، وینا ملک اور ایک اخباری گروپ کے سربراہ کے خلاف ملک بھر میں توہین اہل بیتؓ کے سینکڑوں مقدمات درج ہوئے...... پورے ملک میں اہل بیتؓ اطہار کی گستاخی اور توہین کی وجہ سے ان کے خلاف جلوس نکلے، مگر سینکڑوں مقدمات درج ہونے کے باوجود ان میں سے کسی ایک کو بھی گرفتار نہ کیا گیا۔

بلکہ وہ میڈیا گروپ نواز حکومت کی گڈبکس میں ہے...... وزیراعظم ہاؤس میں محترمہ مریم نواز کی زیر قیادت بننے والے میڈیا سیل کا اگر کوئی ترجمان اس بات کا جواب دے سکتا ہے تو ضرور دے کہ میر شکیل الرحمٰن، وینا ملک اور ایک اینکرنی کے خلاف توہین اہل بیتؓ کے الزامات کے تحت درج ہونے والے سینکڑوں مقدمات کا کیا بنا؟ انہیں گرفتار کیوں نہ کیا گیا؟ گستاخ رسول آسیہ مسیح کو اب تک پھانسی کیوں نہ دی گئی؟ افسوس تو ان مولویوں پر

ہے کہ جو حاضر، ناظر، نور، بشر، ختم چالیسویں جیسے فروعی مسائل پر جنگ وجدل میں مشغول رہے...... اور امریکہ نے ان کی فرقہ وارانہ کشیدگی والے مائینڈ سیٹ، سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پوری قوم پر ''سیکولر لادینیت'' کا جن مسلط کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

ہم بھی کیا لوگ ہیں، اگر کوئی رائے ونڈ تبلیغی جماعت کے اجتماع میں دعا کے لیے یا داتا دربار پر چادر چڑھانے کے لیے چلا جائے تو ہم اسے اسلام کا سچا خادم سمجھ کر اس کے دیوانے ہو جاتے ہیں، جب تک بریلوی، دیوبندی اور دیگر مسالک کے علماء کرام آپس کی نفرتوں اور کدورتوں کو ختم کر کے...... پاکستان میں نفاذ اسلام کے لیے ایک پرامن اور جاندار تحریک شروع نہیں کرتے اس وقت تک عشاق رسول ﷺ کو پھانسیاں ہوتی رہیں گی، کیا بریلوی، دیوبندی، اہلحدیث اور شیعہ علماء دیکھ نہیں رہے کہ حکمران پاکستان کو زبردستی سیکولر بنانے پر تل چکے ہیں؟ اگر دیکھ رہے ہیں تو انہیں انتظار کس بات کا ہے؟ آپس کی نفرتیں ختم کر کے اسلام کے نفاذ کے مشن کے لیے اتفاق واتحاد کے ساتھ تحریک شروع کیوں نہیں کرتے؟ اگر دجالی میڈیا اور حکومتی ڈنڈے کے زور پر سیکولر لادینیت کو مسلط کرنا دہشت گردی نہیں ہے؟ تو پرامن طور پر لاکھوں کی تعداد میں نفاذ اسلام کی حمایت میں لوگوں کو سڑکوں پر نکالنا دہشت گردی یا جرم کیسے ہو گیا؟

میری بدنصیبی کہ میں کراچی میں ہونے کی وجہ سے شہید غازی ممتاز قادری کا جنازہ پڑھنے سے محروم رہ گیا، ورنہ اگر میں راولپنڈی میں ہوتا تو اس نیت سے کہ ممکن ہے شہید کے جنازے میں شرکت کی بدولت مجھ گنہگار کی بھی بخشش ہو جاتی میں اس کے جنازے میں ضرور شریک ہوتا۔

''خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را''

روزنامہ اوصاف، لاہور

یکم مارچ ۲۰۱۶ء



راوی نامہ

سرفراز سید

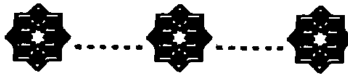
ایک اور المناک سانحہ

ملک پہلے ہی اندرونی و بیرونی خلفشار اور خطرات سے دوچار ہے۔ ممتاز قادری کو اچانک پھانسی دے کر اس صورت حال میں مزید اضافہ کر دیا گیا ہے۔ پتہ نہیں حکومت کو کس بات کی جلدی تھی؟ ممتاز قادری کا معاملہ محض قانونی ہی نہیں تھا، یہ مذہبی طور پر ایک نہایت حساس اور جذباتی معاملہ بھی تھا۔ اس کے بارے میں نہایت تحمل اور تدبر کا مظاہرہ کیا جانا چاہیے تھا۔ حکومت کا یہ موقف مان بھی لیا جائے کہ یہ ایک عدالتی فیصلہ پر عمل کا معاملہ تھا تو یہ بات بھی سامنے رکھی جا سکتی تھی کہ قاتل اور مقتول کے خاندانوں سے رابطہ اور مناسب افہام و تفہیم کے بعد ان میں راضی نامہ کرایا جا سکتا تھا۔ ریمنڈ ڈیوس کا معاملہ بھی تو طے کرایا گیا تھا حالانکہ اس کا اقدام انتہائی ظالمانہ تھا۔ ممتاز قادری نے کسی ذاتی منفعت یا لالچ کی خاطر ایسا اقدام نہیں کیا تھا۔ ہر روز اخبارات میں خبریں آ رہی ہیں کہ پھانسی دیئے جانے سے صرف دس منٹ قبل باہمی راضی نامہ آ جانے سے قتل کے ملزم کی پھانسی روک دی گئی۔ حکومت چاہتی تو یہاں بھی ایسا ہو سکتا تھا۔ مجھے حیرت ہے کہ ملک کی فضا کو مکدر ہونے سے بچانے کے لیے پیپلز پارٹی والوں نے بھی کوئی کردار ادا نہیں کیا۔ اب حاصل کیا ہوا کہ ملک بھر میں مظاہرے شروع ہو گئے ہیں۔ سیاسی مسائل پر کسی نہ کسی طرح قابو پایا جا سکتا ہے مگر مذہبی مسائل بہت گھمبیر ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ملک کو کسی نئے انتشار سے محفوظ رکھے! میں نے پہلے بھی لکھا ہے کہ ممتاز قادری نے جو بھی کیا وہ کسی منفعت، شہرت، دولت یا کسی اور لالچ کی خاطر نہیں کیا بلکہ اپنی طرف سے نیک نیت کے ساتھ اپنے عقیدے کے مطابق کیا۔ اس پہلو کو نظر انداز نہیں کیا جانا چاہیے تھا۔ ریمنڈ ڈیوس کو

فوری طور پر پھانسی پر لٹکا دینا چاہیے تھا، اسے کیوں چھوڑ دیا گیا؟ قانون اور قانون کی عملداری اور اس کا احترام اپنی جگہ مگر اعلیٰ عدالتوں نے یہ بھی تو فیصلے دیئے کہ یحییٰ خاں غاصب تھا مگر مارشل لاء کے اقدامات چلتے رہیں گے، اور یہ کہ ضیاء الحق نے جو نیجو حکومت اور اسمبلیاں غیر قانونی اور غیر آئینی طور پر توڑی تھیں مگر انہیں بحال نہیں کیا جا سکتا! پھر یہ بھی کہ بھٹو کو ایک عدالتی حکم پر ہی پھانسی دی گئی تھی، اسے آج تک تسلیم نہیں کیا گیا! حکومت چاہتی تو ملک کو انتشار سے بچانے کے لیے بہت سے راستے نکل سکتے تھے، مگر کون سی حکومت؟ اور پھر ہمارے ٹیلی ویژن! نیچے ممتاز قادری کی پھانسی کی خبر چل رہی ہے اور اوپر بھارتی اداکاراؤں کے بے ہودہ رقص و گانے!! کوئی اخلاقی قدر، کوئی اخلاقی ضابطہ! خدا تعالیٰ ممتاز قادری کی مغفرت فرمائے، انہیں جوارِ رحمت میں جگہ دے! خدا تعالیٰ وطن عزیز کو ہر قسم کے خطرات سے محفوظ رکھے۔

روزنامہ اوصاف

یکم مارچ ۲۰۱۶ء



کھلا خط

اُمت

یوٹو بروٹس............؟

جناب صدر۔ ممتاز قادری حرمت رسول ﷺ پر قربان ہو گئے۔ انہوں نے وہی کیا۔ جو ایک غیرت مند مسلمان کرتا ہے۔ یعنی ناموس رسول ﷺ پر جان فدا کر دیتا۔ غازی تو اپنے اللہ اور رسول ﷺ کے آگے سرخرو ہو گئے۔ لیکن جناب صدر۔ آپ نے یہ کیا کیا؟ اس کے ڈیتھ وارنٹ پر دستخط کر دیئے؟ رحم کی درخواست کو اہمیت نہ دی؟ حرمت رسول ﷺ کی پاسداری کرنے والے مومن پر کوئی شفقت نہ کی؟ جناب صدر۔ اس ساری حکومت کے بے ہنگم ہجوم میں اگر کسی سے توقع تھی کہ وہ اس مقدمے کے دینی پس منظر کو سمجھیں گے۔ تو وہ آپ تھے۔ کائنات کا ہر سانس لینے والا وجود ایک دیندار مسلمان کے طور پر آپ سے توقع رکھتا تھا کہ اگر معاف نہ کر سکے تو پھانسی کو عمر قید میں بدل دیں گے۔ اور اپنی آخرت سنوار لیں گے۔ لیکن افسوس ہے کہ آپ بھی دنیاوی آلائشوں اور مصلحت کا شکار ہو گئے۔ محترم صدر۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کسی کا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔ جب تک میں اسے اپنے مال۔ اولاد اور جان سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔ ممتاز قادری نے یہی کیا۔ نبی کریم ﷺ کے ارشاد پر عمل کر کے اپنے ایمان کو مکمل کر لیا۔ لیکن جناب عالی۔ آپ نے اس ارشاد کو اہمیت کیوں نہ دی؟ اب روز قیامت اپنے رب کو کیا جواب دیں گے؟ نبی کریم ﷺ کو کیا منہ دکھائیں گے؟ ان سے شفاعت کی درخواست کیسے کریں گے؟ کیا

آپ نہیں جانتے کہ کوئی دنیاوی قانون اللہ کے رسول ﷺ کی حرمت یا ان کے ارشاد پر غالب نہیں آ سکتا؟ کیا آپ کو علم نہیں کہ جو شخص نبی ﷺ کی توہین کرتا ہے یا ان کے دیئے ہوئے قانون کو کالا قانون کہتا ہے۔ وہ اسی سزا کا مستحق ہے۔ جو سلمان تاثیر کو ملی۔ اگرچہ سزا دینے کی ذمہ داری حکومت کی ہے۔ لیکن حکومت اس سے لاتعلق ہو جائے تو کسی مسلمان کی دینی غیرت اسے خاموش رہنے پر کیسے آمادہ کر سکتی ہے۔ محترمی۔ کیا آپ نے نہیں پڑھا کہ جب غازی علم دینؒ نے اس نابکار ہندو کو قتل کیا۔ جو توہین رسالت کا مرتکب ہوا تھا۔ تو علامہ اقبال نے حسرت سے کہا تھا، کہ ترکھانوں کا لڑکا بازی لے گیا اور ہم سارے منہ دیکھتے رہ گئے۔ کیا آپ لاعلم تھے سلمان تاثیر نے توہین رسالتؐ کے قانون کو کالا قانون کہا تھا۔ اور علی الاعلان گستاخانہ جملے ادا کئے تھے؟ کیا آپ کو علم نہیں کہ سلمان تاثیر پنجاب میں برطانوی خفیہ ادارے ایم۔ آئی۔ سکس کا سب سے بڑا ایجنٹ تھا؟ یا آپ آگاہ نہیں کہ برطانوی سفارت کار اور خفیہ سروس کے حکام بڑے فخر سے اسے "پنجاب میں ہمارا آدمی" کہتے تھے؟ کیا آپ نہیں جانتے کہ وہ دین تو کیا دنیاوی لحاظ سے بھی کسی اخلاقی معیار پر پورا نہیں اترتا تھا؟ اور سب سے بڑھ کر کیا آپ کو علم نہیں تھا کہ نبی کریم ﷺ کے دیئے گئے قانون کی توہین بھی نبی کریم ﷺ کی توہین ہے؟ جناب صدر ممتاز قادری شہید کے وکلا بار بار کہتے رہے کہ اس مقدمے کو توہین رسالت کے پس منظر میں دیکھا جائے۔ لیکن عدالتوں کے سر پر انڈین پینل کوڈ کی کوکھ سے برآمد ہونے والا نامطلوب بچہ پاکستان پینل کوڈ سوار تھا۔ وہ قانون جو برصغیر پر قبضے کے بعد انگریز نے بنایا۔ اور غلام قوموں پر مسلط کر دیا۔ تاکہ اللہ کی حکمرانی کے بجائے گوروں کی حکمرانی کو طاقت ملے۔ یہی قانون آج تک رائج ہے۔ جناب صدر۔ موجودہ سمیت کسی حکومت کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ پاکستان میں اس قانون کی جگہ اللہ

کا دیا ہوا قانون نافذ کرے۔ اور مسلمان معاشرے کو اس کی اصل پر لوٹا دے۔ اسے سکون۔ امن اور روحانی مسرت عطا کرے۔ نہ ہی کسی کو ہمت ہوئی کہ توہین رسالت کے قانون کو اس کی اصل روح کے مطابق نافذ کرے۔ حالانکہ پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا۔ قائداعظم کی دلیل یہ تھی کہ برصغیر میں دو قومیں بستی ہیں۔ ایک ہندو۔ اور دوسری مسلمان۔ اس لیے مسلمانوں کو اپنا الگ وطن چاہئے۔ اس دلیل نے برصغیر کے مسلمانوں کے دل چھو لیے۔ اور وہ مولانا حسین احمد مدنی کی دلیل مسترد کر کے قائداعظم سے آ ملے۔ مولانا حسین احمد کی دلیل یہ تھی کہ قومیں وطن سے بنتی ہیں مذہب سے نہیں۔ لیکن قائد نے مذہب کے نام پر ملت کو اکٹھا کیا اور الگ وطن بھی بنا کر دکھا دیا۔ یہی وطن جس کی خاطر آپ اور آپ کے بڑوں نے ہجرت کی اور بسے بسائے گھر چھوڑ کر پاکستان آ گئے۔ اسے ہجرت کہا ہی اس لیے جاتا ہے کہ نقل مکانی کا سبب مذہب تھا۔ نہ کہ قومیت۔ یہ ہجرت صرف اس امید پر کی گئی کہ یہاں مسلمانوں کا قانون مسلمانوں کے لیے اور مسلمانوں کے ذریعے نافذ ہوگا۔ پھر سب کو انصاف ملے گا۔ اور اللہ اور اس کے نبی ﷺ کا قانون سب پر غالب ہوگا۔ لیکن جناب صدر۔ جب قدرت نے آپ کو موقع دیا کہ اپنے بڑوں کی ہجرت درست ثابت کریں تو آپ نے یہ موقع کھو دیا۔ اللہ کے قانون پر انگریز کے قانون کو ترجیح دی۔ اب روز آخرت اپنے بڑوں کا سامنا کیسے کریں گے؟ انہیں کیسے مطمئن کریں گے؟ محترمی اس بات کا پورا امکان ہے کہ آپ پر وزیراعظم کا دباؤ ہو۔ اور ان پر کسی اور کا۔ لیکن محترم۔ آپ عمر۔ منصب اور علم میں ان سے بڑے تھے۔ انہیں سمجھاتے کہ ایسا نہ کریں۔ اپنی آخرت تباہ نہ کریں۔ اس راستے پر بگٹٹ نہ بھاگیں جس کے آخر میں آگ کے بھڑکتے شعلے ہیں۔ اور اگر وہ نہ مانتے تو یہ فائل دبا دیتے۔ کم از کم تب تک کوئی فیصلہ نہ ہونے دیتے۔ جب تک

آپ منصب صدارت پر فائز ہیں۔ عمر کے اس حصے میں یہ بار کہسار غم اٹھانا آپ کے شایان شان نہ تھا۔ دباؤ زیادہ آتا تو منصب کو مجبوری بنانے کے بجائے استعفیٰ دے کر عزت سے گھر چلے جاتے۔ تب سارا ملک آپ کے لیے پلکیں بچھا دیتا۔ کہ عاشق رسول ﷺ نے شان رسالت کے لیے صدارت قربان کر دی۔ لیکن افسوس کہ ایسا نہیں ہوا۔ اب آپ اس عمل کی کوئی بھی توجیہہ کریں۔ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک عذر لنگ ہے۔ جنابِ صدر۔ آپ نے کروڑوں مسلمانوں کے دل کھائے ہیں۔ ہر صاحب ایمان کو غم زدہ کر دیا ہے۔ حکومت کے پہاڑ جیسے گناہوں کا بوجھ اپنے ناتواں کاندھوں پر اٹھالیا ہے۔ جس حکومت میں شرمین عبید کو آنکھوں پر بٹھایا جائے اور ممتاز قادری کو پھانسی پر لٹکایا جائے۔ اس سرکار کے زوال میں کسی کو شبہ نہیں ہونا چاہیے نہ اس بات پر کہ اللہ کا عتاب جلد یا بدیر اسے لپیٹ میں لے سکتا ہے۔ محترمی۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے کہ سیاست نے کیسے کیسوں کو کیسا کیسا بنا دیا ہے۔ والسلام امت

روزنامہ امت کراچی

یکم مارچ ۲۰۱۶ء



روشنیوں کا مینار

ملک عمران

ایک رشتہ جاں جو سب سے سوا تھا

سابق گورنر سلمان تاثیر کو قتل کرنے والے غازی ممتاز حسین قادری سنٹرل جیل اڈیالہ راولپنڈی میں باقاعدگی سے اوصاف کا مطالعہ کیا کرتے تھے اس بات کا ذکر وہ اپنے اہل خانہ کو لکھے گئے خطوط میں بھی کیا کرتے تھے، ممتاز قادری اپنے اہل خانہ سے ملاقاتوں کے دوران نہ صرف اوصاف کا ذکر کرتے بلکہ ملاقات کے آخر میں دعاء کی جاتی جس میں پاکستان، پاکستان آرمی، امت مسلمہ اور اوصاف کی ترقی کے لیے بھی خصوصی دعا کرتے، اوصاف کو ان کے بھائی دلپذیر اعوان سے ملنے والی معلومات کے مطابق ممتاز قادری سنٹرل اڈیالہ جیل میں ایک کتاب لکھ رہے تھے جو مکمل کر لی گئی تھی، تاہم اس کی اشاعت کے حوالے سے بھی انہوں نے فیصلہ نہیں کیا تھا، اہل خانہ سے آخری ملاقات میں انہوں نے کتاب شائع کرنے کی بھی وصیت کی ہے جو آئندہ آنے والے دنوں میں شائع کر دی جائے گی، اس کتاب میں بھی انہوں نے اوصاف کے کردار کو سراہا ہے، تاہم وہ باقی میڈیا کے حوالے سے مایوسی کا اظہار کیا کرتے تھے، اوصاف نے بھی ہمیشہ ممتاز قادری اور تحفظ ناموس رسالت کے لیے اپنی تمام تر کاوشوں کو بروئے کار لانے کی کوشش کی یہاں تک کہ دو سال قبل جب ممتاز قادری کے کیس میں سلمان تاثیر فیملی نے صلح کی حامی بھر لی تھی تو اوصاف واحد اخبار تھا جس نے نہ صرف اس حوالے سے خبروں کی اشاعت کی بلکہ صلح کے لیے کردار ادا کرنے والے علماء کرام اور

اکابرین کے کردار کو بھی سراہا اس موقع پر بھی غازی ممتاز حسین قادری نے اوصاف کے نام اپنے ایک پیغام میں اپنے ایک خواب کا ذکر کیا اور اپنے بھائی دلپذیر اعوان کو تلقین کی کہ وہ اس خواب کا ذکر اوصاف کی رپورٹنگ ٹیم سے ضرور کریں، دلپذیر اعوان نے وہ خواب کچھ یوں بیان کیا کہ ممتاز قادری کا کہنا ہے کہ صبح نماز سے قبل انہوں نے خواب میں دیکھا ہے کہ انہیں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی ہے اور آپؐ ایک خوبصورت باغ میں تشریف فرما ہوتے ہیں اور آپ کا ارشاد ہوتا ہے کہ اصل زندگی مرنے کے بعد کی ہی ہے پھر روشنیوں کا ایک مینار بلند ہوتا ہے اور میں محسوس کرتا ہوں کہ اڈیالہ جیل کی کال کوٹھڑی میں روشنی ہی روشنی ہے، اسی دوران اذان فجر کی آواز میرے کانوں میں گونجتی ہے اور میں اٹھ کر بیٹھ جاتا ہوں، میرے ماتھے پر پسینہ اور جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے اور زاروقطار رونے لگ جاتا ہوں اور اپنے رب سے دعا کرتا ہوں کہ اے رب العالمین میری حاضری قبول فرما، ممتاز قادری کے بھائی دلپذیر اعوان اوصاف سے ملاقات کے دوران اکثر اس خواب کا ذکر بھی کرتے اور وہ کہا کرتے تھے کہ غازی ممتاز حسین قادری زندگی اور موت کے معاملے میں کسی امید یا خوف سے بالاتر ہو کر اپنی عقبیٰ کو سنوارنے میں مصروف رہتے تھے، نہ تو انہیں زندگی کا لالچ تھا اور نہ ہی ان کو موت سے کبھی ڈرتے دیکھا، اوصاف نے دلپذیر اعوان کے ذریعے ممتاز قادری کو مختلف اوقات میں کچھ سوالات بھی بھجوائے تھے جو وقتاً فوقتاً اوصاف میں شائع بھی ہوتے رہے، ان میں قابل ذکر سوال یہ بھی تھا کہ آپ نے سلمان تاثیر کو قتل کرنے کے فوراً بعد زمین پر لیٹ کر اپنی زندگی کیوں بچائی اس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ آپ کو زندگی سے پیار ہے تو ممتاز قادری نے اس کے جواب میں کہا تھا کہ میرا پختہ ایمان ہے کہ خودکشی حرام ہے اور بزدل شخص ہی خودکشی کرتا ہے اور مومن میں بزدلی کا شائبہ بھی نہیں پایا جاتا اور اگر میں

- موقع پر لیٹ کر اپنی جان نہ بچاتا تو پھر اپنے فعل کی ذمہ داری خود کیسے اٹھاتا، ممتاز قادری اپنے وکلاء کو کہا کرتے تھے وہ عدالت یا کسی بھی موقع پر ہرگز یہ بات نہ کریں اور نہ ہی کوئی ایسا تاثر دیں کہ میں نے سلمان تاثیر کو قتل نہیں کیا یہاں تک کہ صدر پاکستان کو بھجوائی جانے والی آخری درخواست میں بھی انہوں نے رحم کی اپیل کا کوئی لفظ استعمال نہیں کرنے دیا، اپنی آخری وصیت میں انہوں نے اپنے اہل خانہ کو صبر کی تلقین کی اور اس بات پر بار بار زور دیا کہ اپنی زندگی اسلام کے اصولوں کے مطابق بسر کی جائے اپنے بیٹے محمد علی قادری کے حوالے سے انہوں نے وصیت کی تھی کے میرے لختِ جگر کی تربیت ایسے کی جائے کہ وہ حافظ قرآن اور نعت خواں بننے کے ساتھ ساتھ سچا عاشق رسول ﷺ اور محب الوطن پاکستانی بن کر ملک وملت کی خدمت اور پاسبانی کرے۔

روزنامہ اوصاف

یکم مارچ ۲۰۱۶ء



تذکارِ محبت

سیّد مبشر الماس

وہ اکیلا گیا تختۂ دار تک!

محوِ حیرت ہوں۔ کیا لکھوں؟ اور کیسے لکھوں؟ معاشرہ دو حصوں میں بٹ چکا ہے۔ سوچیں تقسیم کر دی گئی ہیں۔ ایک طرف سیکولرازم اور روشن خیالی ہے تو دوسری طرف مذہب کے ساتھ عقیدت رکھنے والے افکار، روشن خیالی اور مذہبی افکار کی ہمیشہ سے ہی آپس میں جنگ چلی آ رہی ہے۔ دنیا کے مختلف معاشروں کے عروج و زوال پر اگر نظر دوڑائی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر معاشرہ ہی اس کش مکش کا شکار رہا ہے۔ کبھی روشن خیال طبقات نے پذیرائی حاصل کی تو کبھی تقدیر نے مذہب سے عقیدت رکھنے والوں کو عروج بخشا! عروج و زوال کی یہ کہانی اتنی ہی پرانی ہے جتنا کہ انسان قدیم ہے۔ تاریخ سے پہلے کی تاریخ کے اوراق بھی اِسی کہانی سے بھرے پڑے ہیں۔ مگر ان ساری داستانوں میں ایک کردار ہمیشہ سے انوکھا، عجیب اور لازوال دکھائی دیتا نظر آ رہا ہے۔ اور وہ کردار ہے کہ عقیدت کے نام پر موت کو گلے لگانے والے عشق کا کردار! غازی علم دین شہید کا واقعہ ہو یا ممتاز قادری کو تختہ دار پر لٹکائے جانے کی داستان۔ یہاں پنے اندر ایک ایسا سوال رکھتی ہے جسے سوچ کر ہوش اُڑ ہو جاتے ہیں۔ عشق، عقیدت، ناموس اور محبت کے نام پر اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے والے یہ لوگ عالم دین نہیں ہوتے، صوفی نہیں ہوتے، پیر نہیں ہوتے، زہد و ریاضت کے دعویدار نہیں ہوتے مگر اس کے باوجود وہ علماء خطباء، صوفیا اور پیروں کے خطابات اور تقاریر سُن کر اپنے اندر قربانی کا جذبہ پیدا کر لیتے ہیں۔ اور اُسی جذبے کے پیشِ نظر یہ عظیم لوگ تاریخ کے چہرے پر ایسے نقوش منقش کر جاتے ہیں جنہیں جابر سے جابر سلطان بھی مٹا نہیں سکتا۔ اس سارے پس منظر کا افسوس ناک منظر یہ ہوتا ہے کہ عقیدت کے نام پر جان قربان

کرنے والا وہ اکیلا وجود خود تختہ دار تک پہنچتا ہے۔ اُس کی موت کے ساتھ کوئی دوسرا شخص اپنی جان قربان کرنے کی ہمت نہیں کر پاتا۔ ایسے میں واعظوں کے وعظ حلق میں اٹک جاتے ہیں۔ علماء کی تقریریں دم توڑ جاتی ہیں، خطباء کے خطاب گونگے ہو جاتے ہیں اور سب زندگی کی شاہراہ پر رواں دواں خیالات کے ساتھ بس اس بات پر اکتفا کرتے ہیں کہ وہ بڑے جوش اور جذبے کے ساتھ قربانی دینے والے کے جنازے میں بڑی تعداد میں شریک ہوتے ہیں۔ نعرے لگاتے ہیں اور اس امر کا اظہار کرتے ہیں کہ محبت وعقیدت کے نام پر قربانی دینے والے نے عظیم مرتبہ حاصل کرلیا ہے۔ کوئی آگے بڑھ کر وہ پھندا اپنی گردن میں ڈالنے کی جسارت نہیں کرتا جس پھندے پر وہ اکیلا جھول جاتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ نہ غازی علم دین شہید کے پھندے کو کسی نے اپنے ہاتھوں میں لے کر اس خواہش کا اظہار کیا اور نہ ہی ممتاز قادری کی سُولی پر خود کو چڑھانے کی کسی نے جسارت کی۔ آج ممتاز قادری کے حق میں نعرے لگانے والے نہ جانے اس بات کا ادراک کیوں نہیں کرتے کہ آخر وہ لحد میں کیوں اُتر گیا اور آپ زندہ کیسے ہیں؟ کیا آپ اسلام سے عقیدت نہیں رکھتے؟ کیا آپ کے دل میں قربانی کا جذبہ نہیں ہے؟ کیا آپ کا سینہ عشق سے معمور نہیں ہے؟ یا آپ صرف وعظ کرنے اور تقریریں کرنے پر مامور ہیں؟ یا پھر آپ کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ تختۂ دار پر لٹکنے والے کے جنازے میں شرکت کرکے یہ سمجھتے ہیں کہ آپ نے عشق کا حق ادا کردیا؟ یہ تو ایک کھلا تضاد ہے۔ سوچ کا تضاد، افکار کا تضاد، یہ تو بزدلی ہے کہ ہم جان نہیں دے سکتے۔ ہاں اگر کوئی جان دے دے تو اُس کے گن گا سکتے ہیں۔

تعجب ہے ایسے چلن پر اور حیرت ہے ایسی پالیسی پر۔ تاریخ خاموش ہے! مؤرخ بے زبان ہے! اور حالاتِ حاضرہ اِس پر مہرِ تصدیق ثبت کررہے ہیں کہ

وہ اکیلا گیا تختۂ دار تک......اور نمازِ جنازہ میں سب لوگ تھے

روزنامہ اوصاف لاہور



رحم کی اپیل نہیں کی...... ویڈیو آ گئی

کراچی (سٹاف رپورٹر) غازی ممتاز قادری شہید رحمۃ اللہ علیہ نے صدر مملکت سے رحم کی اپیل نہیں کی تھی اور کہا تھا کہ میں صدر ممنون سے رحم کی اپیل کو خلاف شریعت سمجھتا ہوں۔ غلامی رسول ﷺ میں موت بھی قبول ہے۔ ممتاز قادری شہید کے جیل میں بنائے گئے مختلف ویڈیوز کلپ منظر عام پر آنا شروع ہو گئے ہیں (من وعن ویڈیو کلپ) (ایک منٹ ۳۴ سیکنڈ)

بسم اللہ الرحمن لرحیم

الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ

وعلی الک واصحابک یا حبیب اللہ ﷺ

یا رسول اللہ تیرے چاہنے والوں کی خیر۔ سب غلاموں کا بھلا ہو سب کریں طیبہ کی سیر۔ میں ممتاز حسین قادری عطاری ہوں۔ میں نے نہ تو صدر پاکستان کو رحم کی اپیل کی تھی نہ کی ہے نہ ہی کبھی صدر پاکستان سے رحم کی اپیل کروں گا۔

میں اس کو خلاف شریعت سمجھتا ہوں۔ اس معاملے میں میرا وہی مؤقف ہے جو وکلائے ناموس رسالت کا ہے۔ خصوصاً شیخ خادم حسین رضوی، علامہ ڈاکٹر اشرف آصف جلالی، مفتی حنیف قریشی قادری اور دیگر کا ہے۔

غلامان محمد جان دینے سے نہیں ڈرتے
یہ سر کٹ جائے یا رہ جائے پرواہ نہیں کرتے

ہم کو اللہ و نبی کریم ﷺ سے پیار ہے۔ انشاء اللہ دونوں جہانوں میں اپنا بیڑا پار ہے۔ غلامی رسول ﷺ میں موت بھی قبول ہے۔ ممتاز قادری ہر دم تیار ہے۔ اللہ نبی وارث۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

روز نامہ امت کراچی

۷ مارچ ۲۰۱۶ء۔ پیر



یادیں

مرزا عبدالقدوس

میرے پاپا اللہ اور رسول ﷺ کی راہ میں قربان ہوئے

غازی ملک محمد ممتاز قادری شہید کے اکلوتے بیٹے کی عمر چند ہفتے تھی، جب اس کے والد 4 جنوری 2011ء کو پابندِ سلاسل ہو گئے۔ معصوم ملک محمد علی رضا قادری نے اپنے والد کو کبھی آزاد فضا میں نہیں دیکھا۔ محمد علی رضا قادری نے فروری 2011ء سے فروری 2016ء تک پانچ سال کے عرصے میں اپنے شہید والد سے کم و بیش پونے دو سو ملاقاتیں کیں، جن میں سے کئی ملاقاتوں کی یادیں اس کے ذہن میں محفوظ ہیں۔ ممتاز قادری جیل میں ملاقات کے دوران اپنے بیٹے کو گود میں لے کر پیار کرتے اور اسے نعتیں سناتے تھے۔ گزشتہ دنوں محمد علی رضا قادری سے اس کے تایا ملک محمد عابد کے گھر میں نمائندہ اُمت نے خصوصی بات چیت کی۔ واضح رہے کہ محمد علی کی عمر تقریباً پانچ برس ہے۔ اس سے ہلکے پھلکے سوالات کیئے گئے جن کے اس نے انتہائی اعتماد سے جواب دیئے۔

گفتگو نذرِ قارئین ہے:

سوال: آپ کو اپنے پاپا کیسے لگتے تھے، جب آپ ان سے ملنے اڈیالہ جیل جاتے تو وہ آپ کو کیا چیز دیتے تھے؟

جواب: پاپا بہت اچھے لگتے تھے۔ وہ مجھے گود میں بٹھا کر پیار کرتے اور نعتیں سناتے تھے۔ وہ زیادہ تر ٹافیاں یا کوئی کھانے کی چیز دیتے تھے۔ کئی دفعہ بسکٹ اور کیک بھی دیتے

لیکن یہ مجھے پسند نہیں اور میں نہیں کھاتا۔ انہوں نے مجھے کپڑے تو کئی دفعہ دیئے۔ وہ میرے ساتھ اپنے کمرے (سیل) میں کبھی کبھی کرکٹ بھی کھیلتے تھے اور مجھے بولنگ کراتے تھے۔

سوال: وہ آپ کو کون سی نعتیں سناتے تھے۔؟ آپ کو کون سی نعت زیادہ پسند ہے؟

جواب: بہت سی نعتیں سناتے تھے۔ مجھے نعتیں یاد کرنے کے لیے بھی کہتے تھے اور مجھ سے بھی نعت سنتے تھے۔ میں نے آخری دفعہ ان کو یہ نعت سنائی تھی۔

خیر نہیں ہے خیر نہیں ہے، گستاخ رسول کی خیر نہیں ہے

گستاخ رسول کی ایک سزا، سر تن سے جدا، سر تن سے جدا

میرا رشتہ نبی سے کل بھی تھا، آج بھی ہے

دین پہ مرمٹنے کا جذبہ کل بھی تھا، آج بھی ہے

سوال: آپ کس سکول میں پڑھتے ہیں اور کس کلاس میں ہیں، اسکول گاڑی میں جاتے ہیں یا پیدل؟

جواب: میں دارالعلوم مدینہ میں پڑھتا ہوں۔ نرسری میں تھا، اب کے جی کلاس میں جاؤں گا۔ روز صبح اسکول وین میں بیٹھ کر جاتا ہوں۔

سوال: آپ کی ٹیچر کا کیا نام ہے؟ اسکول کے بچے آپ کے پاپا کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: مجھے مس اُم حیات پڑھاتی ہیں۔ میرے دوست کہتے ہیں کہ تمہارے پاپا فوت ہو گئے ہیں لیکن میں ان کو کہتا ہوں کہ نہیں، وہ فوت نہیں ہوئے۔ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے راستے میں قربان ہو گئے ہیں۔

سوال: جب تم اپنے پاپا سے آخری بار جیل میں ملنے گئے تو انہوں نے کیا کہا تھا؟

جواب: انہوں نے کہا تھا کہ میں فجر کی نماز پڑھ کر گھر آ جاؤں گا۔ تم بھی گھر چلے جاؤ اور

پھر وہ گھر آ گئے تھے۔

اس موقع پر ملک محمد عابد نے بتایا کہ ''آخری ملاقات سے دو تین روز پہلے بھی محمد علی نے ممتاز بھائی سے ضد کی تھی کہ ہم آپ کے گھر آتے ہیں، آپ بھی ہمارے گھر چلیں۔ پھر آخری ملاقات کے دن نہ جانے اس کے دل میں کیا بات آئی کہ اس نے ممتاز بھائی سے اصرار کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے گھر چلیں۔ جس پر انہوں نے مسکراتے ہوئے اسے کافی دیر تک پیار کیا اور فجر کے بعد گھر آنے کا وعدہ کیا تھا۔ (بعد میں ان کی میت گھر آ گئی۔)

سوال: نعت کے علاوہ وہ کیا سناتے تھے؟

جواب: پاپا مجھے شعر بھی سناتے تھے۔ ان کے کمرے میں اکثر ایک بلی آتی تھی۔ ایک دن وہ بلی آ کر ان کے پاس بیٹھ گئی تو انہوں نے اس کے سر اور جسم پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تھا۔

یہ بلی میری بلی ہے، اڈیالہ جیل میں ملی ہے

اس پر دودھ بھی قربان، اس پر گوشت بھی قربان ہے

صبح شام یہ آتی ہے، دودھ پی کر چلی جاتی ہے

لفٹ نہیں کراتی ہے، دودھ پی کر چلی جاتی ہے

یہ بلی میری بلی ہے، اڈیالہ جیل میں ملی ہے

ل: تمہیں کون سی نعتیں زیادہ پسند ہیں؟

ب: ایک تو وہی جو میرے پاپا کو بھی پسند تھی۔ یا رسول اللہ تیرے چاہنے والوں کی خیر، سب غلاموں کا ہو بھلا سب کریں طیبہ کی سیر۔ اور دوسری کربلا کے جانثاروں کو سلام، فاطمۃ الزہرہؓ کے پیاروں کو سلام۔

سوال: کھانے میں سب سے اچھا کیا لگتا ہے؟

جواب: انڈے کی زردی اچھی لگتی ہے، انڈے کی سفیدی نہیں کھاتا۔ بسکٹ، کیک اور مٹھائی وغیرہ بھی کھالیتا ہوں لیکن یہ چیزیں زیادہ اچھی نہیں لگتیں۔

اس موقع پر ملک عابد نے بتایا کہ ''ایک دفعہ ہم جمعرات کو ممتاز بھائی شہید سے ملنے گئے لیکن محمد علی کو نہیں لے کر گئے کیونکہ کہ اس کا پیپر تھا ہمیں معلوم نہیں تھا لیکن ممتاز بھائی کو یاد تھا کہ آج محمد علی کی سالگرہ ہے۔ انہوں نے ہم سب کے لیے کیک اور محمد علی کے لیے تحائف منگوا کر رکھے تھے۔ وہ محمد علی کو ہمارے ساتھ نہ دیکھ کر حیران ہوئے۔ ان کی آنکھوں میں شکوہ دیکھ کر ہم شرمندہ ہو گئے۔ خیر انہوں نے ہمیں کیک کھلایا۔ جب گھر واپس آئے تو ہمارے والد بیکری سے کیک لے کر آئے اور محمد علی سے کٹوا کر ہم سب کو کھلایا۔'' انہوں نے بتایا کہ محمد علی بعض اوقات اتنی بڑی بڑی باتیں کر جاتا ہے کہ ہم اُس کی ذہانت پر حیران رہ جاتے ہیں۔

سوال: پاپا نے تمہیں کیا کہا تھا کہ پڑھ لکھ کر کیا بننا ہے؟ آخری ماقات میں انہوں نے کیا نصیحت کی تھی؟

جواب: وہ کہتے تھے کہ تمہیں عاشق رسول ﷺ بننا ہے۔ حافظ قرآن اور مفتی بننا ہے۔ آخری ملاقات میں بھی پڑھنے کے لیے کہا تھا اور کہا تھا کہ زیادہ شرارتیں نہیں کرنی ہیں۔ میں آپ کے آس پاس ہی ہوں گا، اگر شرارتیں کیں تو کان کھینچوں گا۔

سوال: کبھی انہیں خواب میں دیکھا ہے؟

جواب: جی ہاں، خواب میں دو تین دفعہ ملے ہیں اور یہی کہا کہ تم نے تلاوت کرنی ہے اور نعتیں پڑھنی ہیں۔

ملک محمد عابد نے بتایا کہ ''پچھلے ہفتے ایک دفعہ جب محمد علی میرے ساتھ شہید کی قبر

پر گیا تو وہاں پہنچتے ہی مزار کے قریب کھڑے ہو کر ان سے باتیں کرنے لگا، ''پاپا، میں آ گیا ہوں، نعتیں بھی پڑھ رہا ہوں اور تلاوت بھی کر رہا ہوں۔ اب آپ خوش ہیں ناں۔'' محمد علی کی باتیں سن کر میری آنکھیں بھر آئیں، وہ ایسے باتیں کر رہا تھا جیسے اپنے پاپا کو دیکھ رہا ہو اور وہ اسے جواب دے رہے ہیں۔

سوال: اسکول میں تمہارا سب سے اچھا دوست کون ہے؟

جواب: شاہد رضا سب سے اچھا دوست ہے۔ وہ بھی نعتیں پڑھتا ہے۔

سوال: شہادت کے بعد جب پاپا گھر آئے تو وہ تمہیں کیسے لگے تھے؟

جواب: وہ اس وقت مسکرا رہے تھے اور بہت اچھے لگ رہے تھے۔

روزنامہ اُمت راولپنڈی

۲۷ مارچ ۲۰۱۶ء



یادوں کے پھول

ناصر عباسی

ممتاز قادری کا استاد ہونا سعادت ہے

''استاد شاگرد کو معاشرے کے لیے قابل فخر بناتے ہیں، لیکن غازی ممتاز حسین قادری شہید ایسے شاگرد ثابت ہوئے کہ جن کا استاد ہونا باعث سعادت ہے۔'' ان خیالات کا اظہار عائشہ لاثانی اسکول، صادق آباد کے ٹیچر محمد شہزاد نے ''امت'' سے گفتگو کرتے ہوئے کیا۔ محمد شہزاد نے بتایا کہ انہوں نے آٹھویں، نویں اور دسویں جماعت میں غازی ممتاز حسین قادری کو ریاضی پڑھائی۔ ان کے بقول غازی ممتاز حسین قادری ایک مثالی شاگرد تھے۔ عاجزی کے پیکر غازی ممتاز حسین قادری نے اسکول میں کبھی کسی طالبعلم سے جھگڑا نہیں کیا۔ وہ غیر نصابی سرگرمیوں، خصوصاً نعت خوانی میں جوش وخروش سے حصہ لیتے تھے۔ پڑھائی کے معاملے میں بھی انہوں نے کبھی کسی استاد کو شکایت کا موقع نہیں دیا۔ غازی ممتاز حسین قادری شروع ہی سے نیک سیرت تھے۔ شاید اس لیے کہ قدرت نے انہیں بڑے مقصد کے لیے منتخب کر رکھا تھا۔ سائنس گروپ میں میٹرک کر کے کچھ عرصے بعد وہ پولیس میں بھرتی ہو گئے اور کمانڈو ٹریننگ کی جس سے ان کا جسم مزید سخت اور مضبوط ہو گیا تھا۔ جب وہ کسی دوست سے بغلگیر ہو کر اسے محبت سے بھینچتے تو اس دوست کے پسینے نکل جاتے تھے۔ محمد شہزاد کا کہنا تھا...... ''بطور استاد وہ میری عزت کرتے ہوئے ہمیشہ گلے ملا کرتے تھے۔ لیکن کبھی انہوں نے مجھ پر اپنا زور نہیں آزمایا۔ پولیس میں بھرتی کے بعد حیرت انگیز طور پر ان میں عجز وانکساری مزید بڑھ گئی تھی۔ ان سے آخری ملاقات اس وقت ہوئی جب وہ اپنے اکلوتے بیٹے محمد علی کی یونین کونسل میں رجسٹریشن کرانے کے لیے آئے تھے۔''

غازی ممتاز حسین قادری شہید کے اسکول، عائشہ لاثانی اسکول صادق آباد کے پرنسپل محمد مبشر عطا نور کا اپنے شہید شاگرد کی یادیں تازہ کرتے ہوئے کہنا تھا کہ اسکول کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ اس کی تعمیر غازی ممتاز حسین قادری کے والد ملک محمد بشیر اعوان کے ہاتھوں کی ہے۔ جبکہ ممتاز قادری کے علاوہ ان کے بہن، بھائی بھی اسی اسکول سے فارغ التحصیل ہیں۔ محمد مبشر عطا نور کے مطابق غازی ممتاز حسین قادری، اسکول میں منعقد ہونے والے ہر نعتیہ پروگرام میں ضرور حصہ لیتے تھے۔ انہوں نے ہمیشہ ڈسپلن کی پاسداری کی اور کبھی کسی شکایت کا موقع نہیں دیا۔ پرنسپل کا مزید کہنا تھا کہ انہوں نے غازی ممتاز حسین قادری کی بچپن کی یادگار تصاویر اسکول میں آویزاں کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ محمد مبشر عطا نور کے بقول "مجھے فخر ہے کہ میرا شاگرد شہادت کے عظیم رتبے پر فائز ہوا۔ غازی شہید کو اللہ تعالیٰ نے عظیم مقصد کے لیے چن رکھا تھا، اور وہ ذات جن لوگوں کا بڑے مقصد کے لیے انتخاب کرتی ہے، انہیں بچپن سے ہی ہر برائی سے دور رکھتی ہے غازی ممتاز قادری بھی ہمیشہ ہر قسم کی برائی سے دور رہے۔ دوران تعلیم غازی ممتاز حسین قادری روزانہ صبح اسمبلی کے دوران نعت خوانی کیا کرتے تھے۔ وہ دوڑ کے مقابلوں میں بھی حصہ لیتے تھے، بعد ازاں یہی شوق ان کے پولیس ٹیسٹ میں کام آیا اور وہ باآسانی سپاہی بھرتی ہو گئے۔"

"امت" سے گفتگو کرتے ہوئے غازی ممتاز حسین قادری شہید کے کلاس فیلو ماجد جمال کا کہنا تھا "ممتاز قادری پانچوں وقت کے نمازی تھے۔ وہ دسویں جماعت کو باجماعت نماز پڑھاتے تھے۔ ممتاز قادری کی ایک اور خوبی یہ تھی کہ وہ اونچے قد اور مضبوط بدن کے باوجود کسی سے جھگڑا کرنا تو درکنار، کبھی سختی سے بات بھی نہیں کیا کرتے تھے۔ بلکہ اگر کوئی کسی سے جھگڑ رہا ہوتا، تو وہ فوراً فریقین میں صلح کرانے کو دوڑ پڑتے" ماجد جمال کے مطابق ممتاز قادری بچپن سے ہی سنجیدہ طبیعت کے مالک تھے۔ وہ نعتیہ پروگرامز میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے اور ساتھیوں کو بھی دین کے متعلق آگہی دیا کرتے تھے۔ ان کا مزید

کہنا تھا کہ ممتاز قادری شہید ہم سب کو پیچھے چھوڑ گئے۔ ہمیں ان کی شہادت پر فخر ہے انہوں نے حرمت رسول ﷺ پر جان قربان کر کے تمام کلاس فیلوز کا سر فخر سے بلند کر دیا ہے۔ ماجد نے بتایا کہ ''اسکول کے بعد ممتاز قادری سے بہت کم ملاقات ہوئی۔ میں جنوبی کوریا چلا گیا تھا، جبکہ ممتاز قادری پولیس فورس میں بھرتی ہو گئے تھے ممتاز قادری نے حرمت رسول کی خاطر جان قربان کی اور ہم سب کے لیے مشعل راہ بن گئے۔ اللہ تعالیٰ ممتاز قادری کی شہادت کو قبول کرتے ہوئے انہیں بلند مرتبہ عطا کرے۔''

غازی ممتاز حسین قادری شہید کے ایک اور کلاس فیلو گوہر علی کا ''امت'' سے بات کرتے ہوئے کہنا تھا ''ممتاز قادری کو کرکٹ کھیلنے کا بھی شوق تھا۔ ہم کرکٹ کھیلنے حشمت علی کالج ڈھوک کشمیریاں جاتے تھے۔ ممتاز قادری نے آٹھویں جماعت سے ہی سر پر عمامہ پہننا شروع کر دیا تھا اور کلاس دہم میں آنے کے بعد وہ ظہر اور عصر کی نماز کی امامت کرایا کرتے تھے۔ شہید ممتاز حسین قادری نے ناموس رسالت پر جان قربان کر کے ساتھیوں کا سر فخر سے بلند کر دیا ہے۔ ہمیں آج بھی بچپن کے گزرے یادگار دن یاد آتے ہیں۔ میٹرک کے بعد میری ممتاز قادری سے آخری ملاقات ان کے پولیس میں بھرتی ہونے کے بعد ہوئی تھی۔''

روزنامہ اُمت راولپنڈی

۲۷ مارچ ۲۰۱۶ء



خوف
نجم الحسن عارف

پھانسی کا فیصلہ،،

پانچ سال قبل گورنر پنجاب کو قتل کرنے والے پولیس کمانڈو ممتاز قادری کو پھانسی دیئے جانے کا فیصلہ جنوری میں کر لیا گیا تھا۔ ذرائع کے مطابق صدر مملکت نے ممتاز قادری کے والد، علمائے کرام اوران کے وکیل کی جانب سے انصاف کی اپیلیں تقریباً ڈیڑھ ماہ قبل ہی مسترد کر دی تھیں اور عدالتی فیصلے پر عملدرآمد کی تیاری کر لی گئی تھی۔ اس حوالے سے مقتول گورنر سلمان تاثیر کی فیملی کی سیکورٹی بھی بڑھا دی گئی تھی، لیکن سانحہ چارسدہ کی وجہ سے پھانسی موخر کر دی گئی۔ واضح رہے کہ مقتول گورنر سلمان تاثیر کے بیٹے شہباز تاثیر کو اگست ۲۰۱۱ء میں دفتر جاتے ہوئے اغوا کیا گیا تھا۔ تاہم کچھ عرصہ قبل پاکستان کے اہم نجی میڈیا ہاؤسز نے یہ خبر بریک کی تھی کہ شہباز تاثیر کو سیکورٹی اداروں نے ۶ ماہ کی کوششوں کے بعد بازیاب کرا کے کسی بیرونی ملک منتقل کر دیا ہے۔ تاہم تاثیر فیملی نے اس واقعے کی تصدیق کی تھی نہ تردید۔ اب جبکہ ممتاز قادری کو پیر کے روز علی الصبح اڈیالہ جیل میں پھانسی دے دی گئی ہے، اس کے باوجود تاثیر فیملی کے قریبی ذرائع نے اس ''بھید'' کو نہیں کھولا ہے کہ شہباز تاثیر واقعی بازیاب ہو چکا ہے یا نہیں۔ بلکہ اہل خاندان آج بھی یہی دعویٰ رکھتے ہیں کہ انہیں مغوی شہباز کی زندگی کی پہلے سے زیادہ فکر دامن گیر ہو گئی ہے۔ تاثیر خاندان کے قریبی ذریعے کا اس بارے میں کہنا ہے کہ شہباز کی بازیابی کی خبر درست نہیں

تھی۔ وہ خبر کسی متعلقہ محکمے کی طرف سے نہیں، بلکہ میڈیا کی طرف سے آئی تھی۔ ذریعے کے مطابق تاثیر فیملی نے اپنی سماجی زندگی محدود کرلی ہے۔ اس خاندان سے دیرینہ تعلقات کے حامل دوست بھی اب یہ کہتے ہیں کہ تاثیر فیملی کے لوگ اب فون بھی کم ہی سنتے ہیں۔ اگرچہ حکومت نے انہیں غیر معمولی سیکورٹی فراہم کررکھی ہے اور ممتاز قادری کو پھانسی دیئے جانے سے پہلے ہی ان کی سیکورٹی کو مزید بڑھا دیا گیا تھا۔ ذرائع کے مطابق تاثیر فیملی کی پریشانی کی وجہ وہ مقدمات بھی رہے ہیں، جو سابق گورنر سلمان تاثیر کی اربوں روپے مالیت کی پراپرٹی کے حوالے سے اس متمول خاندان کو گھیرے میں لئے رہتے ہیں۔ خاندان کے ذرائع کے مطابق ان مقدمات میں سے اب بھی کئی کیسز عدالتوں میں ہیں، جس کی ایک اہم مثال پراپرٹی کی تقسیم سے متعلق مقدمے کی ہے۔ ذرائع کے مطابق فیملی کی پریشانیوں میں سلمان تاثیر کے قتل کے بعد فوری اضافہ اس وقت ہوا، جب عائشہ بخاری نامی ایک خاتون نے خود کو سلمان تاثیر کی بیوہ قرار دیتے ہوئے عدالتوں میں مقدمات دائر کردیئے کہ سلمان تاثیر کی جائیداد میں سے اسے بھی بطور بیوہ پورا حصہ دیا جائے۔ اس کیس کی وجہ سے پریشانی ابھی جاری تھی کہ خود اہل خانہ ایک دوسرے کے خلاف عدالت میں چلے گئے، تاکہ سلمان تاثیر کی اربوں روپے کی جائیداد کو فی الفور تقسیم کیا جائے۔ اس بارے میں سلمان تاثیر کی بیوہ آمنہ تاثیر کو اپنے ہی بچوں کے غیر معمولی دباؤ کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ درخواست سلمان تاثیر کے بچوں صنم تاثیر، سارا تاثیر اور شان تاثیر کی طرف سے سول جج وسیم احمد کی عدالت میں دائر کی گئی تھی۔ فیملی سے قریبی رابطے میں رہنے والے ایک فیملی فرینڈ انوار میر نے ''امت'' سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ''اس مقدمے کا ابھی فیصلہ ہونا باقی ہے''۔ انوار میر نے فیملی کی پریشان حالی کا حوالے دیتے

ہوئے کہا کہ...... ''شروع میں تو اہلخانہ نے سلمان تاثیر کیس کی پیروی کی، لیکن بعدازاں اس کیس کو حکومت خود ہی لے کے چلتی رہی۔ حتیٰ کہ کہ سپریم کورٹ سے ممتاز قادری کے خلاف فیصلہ آ گیا اور بعدازاں صدر مملکت نے بھی اپیل مسترد کر دی۔ میں نے ذاتی طور پر دو تین ہفتے پہلے محسوس کر لیا تھا اب کچھ ہونے والا ہے، کیونکہ صدر ممنون حسین کے اہل خانہ کو کراچی سے اسلام آباد منتقل کر دیا گیا تھا''۔ تاہم ایوان صدر کے ایک ذمہ دار ذریعے نے کہا کہ صدر مملکت کے خاندان کو کئی ماہ قبل کراچی سے اسلام آباد منتقل کیا گیا تھا۔ ممتاز قادری کی پھانسی سے ان کی اسلام آباد منتقلی کا تعلق نہیں۔ تاہم ذرائع کا کہنا ہے کہ تاثیر خاندان، جو پچھلے کئی برسوں سے سوشل لائف سے دور ہو گیا ہے، اس کے لیے زیادہ اہمیت خاندان کے مغوی فرد شہباز تاثیر کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گزشتہ ایک سال کے دوران سلمان تاثیر کی بیوہ آمنہ تاثیر نے ممتاز قادری کیس پر سرے سے کوئی بات ہی نہیں کی ہے۔

دوسری جانب ممتاز قادری کے وکیل چوہدری غلام مصطفیٰ نے ''امت'' سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ''مجھے اور ممتاز قادری کے اہل خانہ کو بعض ذرائع سے یہ اطلاع ملی تھی کہ صدر ممنون حسین نے اپیل مسترد کر دی ہے اور ممتاز قادری کو کسی بھی وقت پھانسی دے دی جائے گی۔ یہ رواں برس جنوری کے تیسرے عشرے کے شروع کی بات ہے۔ لیکن چارسدہ یونیورسٹی کا سانحہ ہو گیا تو شاید اس وجہ سے پھانسی عارضی طور پر ملتوی ہو گئی۔ (واضح رہے کہ یہ وہ دن تھے جب وزیراعظم میاں نواز شریف عالمی اقتصادی فورم کے اجلاس میں شرکت کے لیے ڈیوس جا رہے تھے)۔ لیکن ہمارے پاس کوئی مصدقہ خبر نہ تھی کہ آیا ایسا ہونے جا رہا تھا یا نہیں۔ کیونکہ اصولی طور پر سب سے پہلے اہل خانہ کو بتایا جاتا ہے۔''

چوہدری غلام مصطفیٰ ایڈووکیٹ کا کہنا تھا کہ ''ممتاز قادری کے اہلخانہ کو ایوان صدر، وفاقی وزارت داخلہ یا جیل حکام کی طرف سے بھی اس بارے میں باضابطہ طور پر کچھ نہیں بتایا گیا

کہ صدر مملکت نے اپیل کب مسترد کی ہے اور کوئی ایک اپیل مسترد کی ہے یا تینوں اپیل ہائے انصاف مسترد کر دی ہیں۔ حتیٰ کے اتوار ۲۸ فروری کو رات ۱۱ بجے تک اس بارے میں اہلخانہ کو کلی طور پر بے خبر رکھا گیا۔ حالانکہ جیل مینوئل کے مطابق قیدی کو اپیل کے مسترد ہونے کا بتانا ضروری ہوتا ہے۔''

اس بارے میں ''امت'' نے جب ایوان صدر میں موجود ایک ذمہ دار ذریعے سے رابطہ کیا تو ان کا کہنا تھا کہ صدر نے یہ اپیل تقریباً ایک ماہ پہلے ہی مسترد کر دی تھی۔ ''امت'' نے لاہور میں موجود اپنے ذرائع سے دو روز قبل وزیر داخلہ چوہدری نثار علی خان کی وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف سے ہونے والی ملاقات کے حوالے سے استفسار کیا تو بتایا گیا کہ وہ محض ایک معمولی کی ملاقات تھی۔ لیکن اس ملاقات کے اگلے ہی روز ممتاز قادری کو پھانسی دیدی گئی۔ جبکہ ایک اہم ذریعے کا کہنا ہے کہ یہ معاملہ کافی دنوں سے ''پائپ لائن'' میں تھا۔ اس بارے میں ایک انٹیلی جنس ادارہ حکومت کو یہ رپورٹ بھی دے چکا تھا کہ ممتاز قادری کو پھانسی دیئے جانے کے بعد ایسا ردعمل سامنے نہیں آئے گا جس سے حکومت کے لیے کوئی پریشان کن صورت حال پیدا ہو۔ رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ پھانسی کے بعد پہلے جمعہ کے روز احتجاج زیادہ ہوسکتا ہے، لیکن اسے بھی کنٹرول کرنا مشکل نہ ہوگا اور حکومت اسے آسانی سے ہینڈل کر لے گی۔

ادھر ممتاز قادری کے وکلا پینل کے سربراہ جسٹس (ر) میاں نذیر اختر کا کہنا ہے کہ سزائے موت کے کسی بھی کیس میں یہ پریکٹس نہیں ہوتی کہ ایوان صدر اہلخانہ یا اپیل کرنے والے دوسرے افراد کو اپنے فیصلے سے آگاہ نہ کرے اور چیزوں کو صیغہ راز میں رکھ کر اچانک ایک فرد کو پھانسی دے دی جائے۔ ''امت'' سے گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ...... ''اس بارے میں سزا پانے والے فرد کو بھی بتایا جاتا ہے اور اس کے اہل خانہ کو بھی لیکن اس معاملے میں ایسا نہیں کیا گیا۔ سزائے موت پانے والے کے



ڈیتھ وارنٹ بھی چھپائے نہیں جاتے، بلکہ وارنٹ ڈکلیئر کئے جاتے ہیں۔لیکن یہاں معاملہ الٹ ہے۔رات گیارہ بجے اچانک پہلے اہلخانہ کو یہ کہا گیا کہ ممتاز قادری کی طبیعت ٹھیک نہیں اور پھر ان کے جیل پہنچنے پر کہہ دیا گیا کہ یہ آپ کی آخری ملاقات ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کیس میں شفافیت کا پہلو متاثر رہا ہے جو درست نہیں ہے"۔

جسٹس (ر) میاں نذیر اختر نے وضاحت کی کہ "ممتاز قادری کی طرف سے صدر مملکت کو رحم کی اپیل نہیں کی گئی تھی۔لیکن ایسے بتایا جارہا ہے کہ جیسے ممتاز قادری نے رحم کی اپیل کی۔جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ممتاز قادری کے والد ملک بشیر اعوان، علمائے کرام اور میری طرف سے تین الگ الگ اپیلین برائے انصاف دائر کی گئیں تھیں۔ان تینوں اپیلوں میں صدر مملکت کو انصاف کرنے کی طرف متوجہ کیا گیا تھا۔ان سے رحم یا معافی کی اپیل نہیں کی گئی تھی۔لیکن میڈیا میں اس فرق کا خیال نہیں رکھا جارہا ہے۔"



اداریہ

اُمت

ممتاز قادری کی سزائے موت!

ملک کو سیکولر اسٹیٹ بنانے کی خواہشمند حکومت نے بالآخر ممتاز قادری کو تختہ دار پر چڑھا کر اپنی روشن خیالی کا اور ایک ثبوت پیش کر دیا۔ اتوار اور پیر کی درمیانی شب عاشقِ رسول ﷺ، غازی ممتاز قادری کو اڈیالہ جیل میں اچانک پھانسی دی گئی۔ صبح یہ خبر اہل وطن پر بجلی بن کر گری اور کروڑوں لوگوں کے دلوں کو زخمی کر گی۔ مختلف شہروں میں حکومت مخالف مظاہرے شروع ہو گئے۔ انیس سو پچاسی کو راولپنڈی میں پیدا ہونے والے ملک ممتاز حسین قادری پنجاب پولیس کے کمانڈو یونٹ ایلیٹ فورس کے سپاہی تھے۔ انہوں نے اپنے ہیڈ محرر سے درخواست کر کے اپنی ڈیوٹی سابق گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے ساتھ لگوائی تھی۔ پھر چار جنوری ۲۰۱۱ء کو ممتاز قادری نے اسلام آباد کے علاقے ایف ٦ کی کوہسار مارکیٹ میں سلمان تاثیر کو اس وقت سرکاری گن سے گولیاں مار کر قتل کر دیا، جب وہ ایک ریسٹورنٹ سے نکل کر اپنی گاڑی میں بیٹھ رہے تھے۔ سلمان تاثیر سے ممتاز قادری کو کوئی ذاتی دشمنی نہیں تھی اور نہ ہی ان کا تعلق کسی شدت پسند گروہ یا دہشت گرد جماعت سے تھا۔ پنجاب کے رنگین مزاج سابق گورنر نے ۲۰۱۰ء میں ایک ایسی عیسائی عورت (آسیہ بی بی) کو بچانے کی کوشش کی تھی، جس پر توہین رسالت کا الزام ثابت ہونے پر عدالت نے اسے سزائے موت سنائی تھی۔ سلمان تاثیر نے عدالتی فیصلے کے باوجود آسیہ بی بی سے جیل میں ملاقات کی تھی۔ پھر انہوں نے توہین رسالت کے قوانین میں ترمیم کا مطالبہ کیا اور پھر قرآن وسنت کے ان قوانین کو ضیاء الحق سے

منسوب کر کے انہیں ''کالا قانون'' قرار دیا، جس پر ملک کے متعدد علمائے کرام نے سلمان تاثیر کو واجب القتل قرار دیا تھا۔ سلمان تاثیر کو انجام تک پہنچانے کے بعد ممتاز قادری نے اپنی بندوق زمین پر رکھ کر بغیر کسی مزاحمت کے گرفتاری دی تھی۔ انہوں نے اپنے اعترافی بیان میں کہا تھا کہ میں نے سلمان تاثیر کو اس لیے قتل کیا، کیونکہ انہوں نے توہین رسالت کے قانون میں ترمیم کی حمایت کی تھی۔ اسلام آباد کی انسداد دہشت گردی کی ایک عدالت نے ۲۰۱۱ میں ممتاز قادری کو دوبار سزائے موت اور جرمانے کی سزا سنائی۔ اس سزا کے خلاف اسلام آباد ہائی کورٹ میں اپیل دائر کی گئی، جس پر عدالت عالیہ نے انسداد دہشت گردی کی دفعات کے تحت ممتاز قادری کو سنائی گئی سزائے موت کو کالعدم قرار دے دیا تھا۔ تاہم فوجداری قانون کی دفعہ ۳۰۲ کے تحت ان کی سزائے موت کو برقرار رکھا گیا، لیکن اسلام آباد ہائیکورٹ کے فیصلے کے خلاف جب سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی گئی تو عدالت عظمیٰ نے ممتاز قادری کی اپیل خارج کرتے ہوئے انسداد دہشت گردی کی عدالت کے فیصلے کو بحال کر دیا تھا۔ عدالت عظمیٰ کے تین رکنی بینچ کے فیصلے کے خلاف ممتاز قادری نے سپریم کورٹ میں نظر ثانی کی بھی درخواست کی، لیکن اسے بھی خارج کر دیا گیا، جبکہ صدر پاکستان نے بھی ممتاز قادری کی سزائے موت کو برقرار رکھا، جس کے بعد حکومت نے بڑی عجلت کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں تختہ دار پر لٹکا کر اپنی انا کی تسکین اور بیرونی آقاؤں کی خوشنودی کا سامان کر دیا۔ ممتاز قادری کی پھانسی کے معاملے کو انتہائی خفیہ رکھا گیا، یہاں تک کہ اس حوالے سے ضروری قانونی تقاضوں کو بھی پس پشت ڈالا گیا۔ اہلخانہ کو ممتاز قادری کی بیماری کے بہانے آخری ملاقات کے لیے بلایا گیا۔ سزائے موت کے قیدیوں کو ضروری وصیت اور لین دین کے معاملات نمٹانے کا وقت دیا جاتا ہے، لیکن ممتاز قادری کو اس حق سے بھی محروم رکھا گیا۔ ان کی پھانسی کے لیے عین اسی وقت کا انتخاب کیا گیا، جب پاکستان کی ایک ''بہادر'' بیٹی

شرمین عبید کو غیرت کے نام پر قتل کے حوالے سے بنائی گئی فلم پر دوسری مرتبہ آسکر ایوارڈ سے نوازا جا رہا تھا۔ اس فلم میں پاکستانی معاشرے کو عورتوں کے لیے جہنم بنا کر پیش کیا گیا ہے، جسے دیکھ کر ہمارے وزیر اعظم کو پہلی بار احساس ہوا ہے کہ ملک میں عورتوں پر مظالم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں۔ اس لیے انہوں نے عبید شرمین کے اعزاز میں وزیر اعظم ہاؤس میں تقریب کا انعقاد کر کے وطن کی اس ''عظیم خدمت'' پر انہیں خراج تحسین پیش کیا، جبکہ پنجاب اسمبلی نے عجلت میں اس حوالے سے ایک متنازع بل بھی منظور کر لیا۔ اس بل پر ابھی احتجاج کا سلسلہ تھما ہی نہیں تھا کہ حکومت نے ممتاز قادری کو تختہ دار پر لٹکا کر مسلمانوں کے دلوں کو زخمی کر دیا ہے۔ مقتول سلمان تاثیر کا تعلق پیپلز پارٹی سے تھا، مگر پی پی اپنے دورِ حکومت میں ممتاز قادری کی سزائے موت پر عملدرآمد نہ کر سکی، حالانکہ اسی دور میں عدالت نے انہیں سزائے موت سنائی تھی۔ اب چونکہ موجودہ حکومت سیکولرازم کو ملک کا مستقبل قرار دے چکی ہے، اس لیے تسلسل کے ساتھ روشن خیالی پر مبنی اقدامات سامنے آ رہے ہیں۔ قانونی موشگافیوں کو عدلیہ کے جج اور وکلا ہی بہتر جانتے ہیں، مگر یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ بانیان پاکستان نے توہین رسالت کے مجرموں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے والوں کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ ملعون راج پال کے قاتل غازی علم دین شہیدؒ کو بچانے کے لیے قائداعظم محمد علی جناح نے لاہور ہائیکورٹ میں درخواست دائر کی تھی، جسے نام نہاد جسٹس، شادی لال نے مسترد کیا تھا۔ ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو غازی علم دین کو شہید کیا گیا تو ان کی لاش کی وصولی کے لیے مفکر پاکستان علامہ محمد اقبالؒ اور مولانا ظفر علی خانؒ نے کہا تھا: ''کاش! یہ مقام مجھے نصیب ہوتا''۔ اسی موقع پر اقبالؒ نے کہا تھا ''ہم تو دیکھتے ہی رہ گئے اور ترکھانوں کا لڑکا بازی لے گیا'' اب انہی قائدین کی جماعت مسلم لیگ کی حکومت میں توہین رسالت پر سلمان تاثیر کو قتل کرنے والے ممتاز قادری کو پھانسی دی گئی۔ ناموس رسالت کے تحفظ والے قوانین کو ''کالا

قانون" کہنا تو بہت بڑی جسارت ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ایک امام مسجد کی گردن محض اس لیے اڑائی تھی کہ وہ اکثر نمازوں میں قرآن کی وہی سورت پڑھتا تھا، جس میں خدا نے نبی کریم ﷺ کے ایک عمل پر کچھ ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے۔ یہ حکومت کی بھول ہے کہ ایک ممتاز قادری کی پھانسی سے عاشقان مصطفیٰ ﷺ کا سیلاب رک جائے گا۔ ناموس مصطفیٰ ﷺ مسلمانوں کے لیے سب سے حساس معاملہ ہے۔ جب بھی کوئی اس حوالے سے ہرزہ سرائی کرے گا تو جان نچھاور کرنے کو سعادت سمجھنے والوں کی کمی نہیں ہو گی۔ سوال یہ بھی ہے کہ آپریشن کے دوران ایم کیو ایم کے تقریباً ۸ ہزار دہشت گرد گرفتار ہوئے۔ بعض نے سو، سو قتل کا اعتراف بھی کرلیا۔ انہیں نہ صرف پھانسی نہیں دی گئی، بلکہ بہت سے ضمانت پر رہا بھی ہو گئے۔ ان کے علاوہ برسوں سے ہزاروں قیدی سزائے موت کے منتظر ہیں، انہیں پھانسی کیوں نہیں دی جارہی، ریمنڈ ڈیوس کو کیوں چھوڑا گیا؟ خود اسی آسیہ کو سزا کیوں نہیں دی جارہی، جو اس معاملے کی اصل جڑ ہے؟ اب ملعونہ کو فرانس بھیجے جانے کی تیاریاں جاری ہیں۔ ممتاز قادری کو تو لٹکایا گیا، جبکہ آئین توڑنے اور ہزاروں افراد کے قتل کا سبب بننے والے پرویز مشرف کو باہر جانے دیا گیا۔ روشن خیالی کے نام پر حکومت جو اقدامات کررہی ہے، اس سے اس کی طبعی عمر میں بھی کمی ہوسکتی ہے۔ ممتاز قادری والے ایشو کا میڈیا نے جس طرح متفق ہو کر بائیکاٹ کیا ہے، اسے دیکھ کر نہیں لگتا کہ یہ کوئی مسلمان ملک ہے۔ دولت کی ہوس نے سب کی آنکھوں پر بے غیرتی کی پٹی باندھی ہے کسی میں دینی غیرت نظر نہیں آتی۔ ایسی حکومتوں اور معاشروں کو ہی عذاب الٰہی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ دعا ہے کہ خدا اس حکومت کے جرائم کی سزا عوام کو نہ دے۔

روزنامہ امت کراچی

یکم مارچ ۲۰۱۶ء



سازشیں

احمد نجیب زادے

ملعونہ آسیہ اور صلیبی قوتیں

ملعونہ آسیہ کو فرانس لانے کے انتظامات ۶ ماہ سے مکمل ہیں۔ توہین رسالت کی مرتکب اور عدالت میں اپنے جرم کا اقرار کرنے والی آسیہ بی بی کو فرانسیسی حکومت نے اعزازی شہریت دے رکھی ہے اور اس کے لیے پیرس میں فرنشڈ فلیٹ بھی تیار ہے۔ دوسری جانب ملعونہ کی رہائی کے لیے امریکہ اور یورپی یونین سرگرم ہیں، جبکہ پوپ بھی اس کی سزائے موت کو منسوخ کرنے کا مطالبہ کر چکے ہیں۔ واضح رہے کہ اسلام مخالف بیانات کے لیے معروف مقتول گورنر پنجاب سلمان تاثیر نے آسیہ کی حمایت میں قانون توہین رسالت کو (نعوذ باللہ) کالا قانون کہا تھا۔ اسی گستاخی پر ممتاز قادری نے گورنر پنجاب کو قتل کیا تھا۔

ملعونہ آسیہ کو پاکستانی سپریم کورٹ کی جانب سے سزائے موت دی جا چکی ہے۔ تاہم عمل درآمد کا معاملہ ابھی تک لٹکا ہوا ہے۔ امریکا، یورپی ممالک جن میں فرانس اور اٹلی شامل ہیں کے سفیروں، سفارتی مشنز اور تنظیموں کے علاوہ اقوام متحدہ نے بھی معلونہ آسیہ کی رہائی اور پاکستان میں قانون توہین رسالت کو یکسر ختم کرنے کی کوششوں میں ممتاز قادری کی پھانسی کے بعد تیزی لانا شروع کر دی ہے۔ کلیسائی خبروں کے لیے معروف آن لائن جریدے کرسچن ٹوڈے نے انکشاف کیا ہے کہ ایک بار آسیہ کو سزا کا دوبارہ اعلان ہو جائے تو عالمی قوتیں پاکستانی صدر کے توسط سے آسیہ کی سزا معاف کرانے میں کامیاب ہو جائیں

گی۔ادھر یو ایس کمیشن آن انٹرنیشنل ریلیجیس فریڈم نے اوباما انتظامیہ کو ایک بار پھر یاددہانی کا خط ارسال کر کے تلقین کی ہے کہ پاکستانی حکومت کو اقلیتوں کے ساتھ بہتر سلوک کے لیے دباؤ میں لیا جائے۔لندن میں مقامی تنظیم برٹش پاکستانی کرسچن ایسوسی ایشن نے بھی ملعونہ آسیہ کی رہائی کی تحریک کو تیز کرنے کے احکامات دیئے ہیں، تنظیم نے آسیہ کی رہائی کے لیے ایک پٹیشن پر دستخطی مہم کا بھی آغاز کر رکھا ہے، تا کہ برطانوی وزیراعظم کو آسیہ بی بی کے حق میں آواز اٹھانے پر مجبور کیا جائے۔تاہم ایک لاکھ دستخطوں کے لیے نومبر ۲۰۱۰ء میں آن لائن کی جانی والی اس پٹیشن کو چھ برس میں صرف ۱۱ ہزار ۹۴۹ دستخط ہی مل سکے ہیں۔فرانسیسی جریدے ٹیبلٹ نے ایک رپورٹ میں انکشاف کیا ہے کہ پاکستانی جیل کی انتہائی سیکورٹی والی کوٹھڑی میں قید اور عدالت کی جانب سے قانون توہین رسالت کے تحت سزا کے احکامات سننے والی عیسائی آسیہ کو فرانس کی اعزازی شہریت اس کی آمد سے پہلے ہی دی جا چکی ہے۔اس کو زندگی بھر خاندان کے ساتھ قیام وطعام کی سہولتیں دینے کے لیے پیرس کی میئر ''اینے ہیل داگو نے خصوصی کردار ادا کیا ہے۔امریکی الیکٹرونک ٹیم پورٹل وائس آف امریکا کی ایک رپورٹ میں تسلیم کیا گیا ہے کہ آسیہ توہین رسالت کی مرتکب ہوئی ہے اور عدالت میں بھی اس نے تسلیم کیا ہے کہ اس نے گستاخانہ کلمات ادا کئے تھے۔فرانسیسی صحافی اینی ایزابل نے وائس آف امریکا سے گفتگو میں کہا تھا کہ آسیہ نے جرم قبول کیا ہے، لیکن انتہاپسندی کے سبب اس کی رہائی ممکن نہیں ہو پائی۔فرانسیسی جریدے کے مطابق عالمی کلیسائی مرکز ویٹیکن اور یورپی یونین کی معاونت سے آسیہ کو پاکستان سے فرانس لانے کے تمام انتظامات قریباً چھ ماہ سے مکمل ہیں اور اس کی رہائش کے لیے فرانسیسی دارالحکومت پیرس

میں ایک فلیٹ کو بھی فرنشڈ کرایا جا چکا ہے۔ واضح رہے گزشتہ دسمبر میں فرانسیسی میئر آنے ہیل داگو نے اس ضمن میں فرانس میں یکے بعد دیگرے تین کانفرنسیں منعقد کرائی تھیں اور جب سٹی کونسل کے اپرووَل کے بعد فرانسیسی وزارت داخلہ نے ملعونہ آسیہ کی اعزازی شہریت کی درخواست منظور کر لی تھی تو پیرس کے میئر آفس کے صدر دروازے پر فرنسیسی ارکان نے آسیہ بی بی کی ایک بڑی تصویر پورٹریٹ لا کر رکھوایا تھا جو تادم تحریر موجود ہے اور اس بات کا اظہار بھی کہ امریکا، کینیڈا، برطانیہ، یورپی یونین اور ویٹیکن کی طرح فرانس بھی پاکستان سے آسیہ کو رہائی دلوانا اور پاکستان سے قانون توہین رسالت کو یکسر ختم کرانا چاہتا ہے۔ اسکا عملی ثبوت یہ بھی ہے کہ امریکی حکام کی طرح یورپی یونین نے ۲۰۱۰ء کے بعد ۲۰۱۲ء اور ۲۰۱۴ء میں پاکستان پر سفارتی ذرائع سے دباؤ ڈالا ہے کہ پاکستان میں قانون توہین رسالت کو ختم کر دیا جائے۔ پاکستانی تجزیہ نگاروں کے نزدیک اگرچہ ماضی میں پاکستانی حکومتوں نے قانون توہین رسالت کے خاتمے کے مطالبات پر کوئی توجہ نہیں دی، لیکن گزشتہ ایام میں پاکستان کو اسلامی کے بجائے ''سیکولر ریاست'' قرار دینے کے بیانات نے مذہبی حلقوں کے کان کھڑے کر دیئے ہیں جو امریکا اور یورپی یونین کے مطالبات کی مخالفت کرتے ہوئے قانون توہین رسالت کو یکسر ختم کرنے کے خلاف ہیں۔ البتہ ان مذہبی حلقوں اور ان سے جڑے قانونی ماہرین کا استدلال ہے کہ اس قانون کے نفاذ کے طریقہ کار کو فول پروف بنا کر معاملہ حل کیا جا سکتا ہے۔ ایک انٹرویو میں فرانسیسی میئر کا دعویٰ تھا کہ وہ عالمی دوستوں کی مدد سے اس بات کے لیے کوشاں ہیں کہ پاکستان کے صدر ممنون حسین کے توسط سے آسیہ بی بی کو رہائی دلوائی جائے، جو آسیہ کو اپنے لامحدود اختیارات کی مدد سے معاف کر سکتے ہیں۔

واضح رہے کہ حال ہی میں جرمن ریڈیو "ڈوچے ویلے" کی ایک نشری رپورٹ میں اس بات کا انکشاف کیا گیا تھا کہ پاکستانی صدر ممنون حسین نے جب سلمان تاثیر کو قتل کرنے والے ممتاز قادری کی سزائے موت کے خلاف اپیل کو مسترد کیا تھا تو سیکورٹی خدشات کے تحت صدر پاکستان کی کراچی میں موجود پوری فیملی کو دارالحکومت اسلام آباد منتقل کر دیا گیا تھا۔ کیونکہ ممتاز قادری کی پھانسی کی صورت میں مذہبی حلقوں کی ناراضی اور شدت پسند گروپوں کی جانب سے ممنون حسین کو یا ان کی فیملی کو کراچی میں نشانہ بنائے جانے کا خدشہ ظاہر کیا گیا تھا۔ واضح رہے کہ ملعونہ آسیہ کے شوہر عاشق مسیح نے فرانسیسی سفارتخانے کی ایما پر ایوان صدر میں ممنون حسین کو ایک درخواست پہلے ہی سے جمع کرائی ہوئی ہے، جس میں صدر پاکستان کو مخاطب کرتے ہوئے آسیہ بی بی کو اپنے اختیارات کا استعمال کر کے معاف کرنے کا کہا گیا ہے تا کہ وہ اپنی بیوی آسیہ کو فرانس لے جائے۔ پیرس کی خاتون میئر ا ینے ہیل داگو نے کہا ہے کہ کورٹ کی نئی رولنگ یا صدر پاکستان کے احکامات کے تحت آسیہ کی رہائی ممکن ہوگی۔ اس منظرنامے میں یہ امر بھی باعث دلچسپی ہے کہ جیل میں قید آسیہ کی جانب سے ایک خط میں پیرس کی خاتون میئر کو شکریہ کا خط تحریر کیا گیا ہے۔ فرانسیسی میڈیا کا کہنا ہے کہ امریکی جریدے نیو یارک ٹائمز میں آسیہ بی بی کا کھلا خط شائع کرنا، فرانسیسی شہر اسٹراس برگ میں یورپی یونین کے تحت آسیہ بی بی کی رہائی اور قانون توہین رسالت کے خاتمے کے لیے تین قراردادوں کی منظوری سے ان کوششوں کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، جو عالمی طاقتیں مسلسل کر رہی ہیں۔ آسیہ بی بی کے شوہر کے حوالے سے عالمی میڈیا کا کہنا ہے کہ اسے عالمی طاقتوں کی جانب سے کھلا تعاون حاصل ہے اور جنیوا میں انسانی حقوق کونسل کے کئی ارکان عاشق

مسیح کو اپنا مہمان بنائے ہوئے ہیں۔ انہی کی آشیر باد سے عاشق مسیح ویٹیکن، امریکا، یورپی یونین اور عالمی اداروں کے ساتھ مسلسل رابطے میں ہے اور آسیہ کی رہائی اور قانون توہین رسالت کے خاتمے کی مہم میں مصروف ہے۔ عالمی خبر رساں ایجنسی اے ایف نے واضح کیا ہے کہ آسیہ بی بی کی رہائی کے لیے اٹلی، نیویارک، برسلز، برلن، پیرس اور کئی شہروں میں مظاہرے منعقد کئے جا چکے ہیں۔ ویٹیکن کے ایوانوں میں براجمان پاپائے روم بھی آسیہ بی بی کی رہائی کا مطالبہ کر چکے ہیں۔ جبکہ اسپینی حکومت نے بھی ۸ دسمبر ۲۰۱۴ء کو عاشق مسیح کے دورے میں آسیہ اور اس کے خاوند کو شہریت دینے کا اعلان کیا تھا۔ یاد رہے کہ معلونہ آسیہ اس وقت بھی جیل میں ہے اور پاکستانی سپریم کورٹ نے آسیہ بی بی کے وکیل کی جانب سے سزائے موت کے فیصلے پر نظر ثانی کی درخواست سماعت کے لیے منظور کی ہوئی ہے۔ اس درخواست میں آسیہ بی بی کے وکیل کا دعویٰ ہے کہ کیس کی از سر نو تفتیش کی جائے، کیونکہ اس کیس میں شواہد میں ردو بدل کیا گیا ہے اور پولیس نے اپنا کام درست طریقے سے انجام نہیں دیا ہے۔ واضح رہے کہ پنجاب کے سیکولر گورنر سلمان تاثیر نے معلونہ آسیہ کے ساتھ جیل کے احاطے میں ہی ملاقات کی تھی۔



مینارۂ نور

نوید مسعود ہاشمی

جنازہ؟

غازی ممتاز قادری کے جنازے نے حکمرانوں کو سمجھا دیا ہو گا کہ ناموس رسالت ﷺ کی خاطر پھانسیاں چڑھنے والے مرا نہیں کرتے بلکہ قبر کی لحد میں اترنے کے بعد بھی مسلمانوں کے دلوں پہ حکمرانی کرتے ہیں ''پیمرا'' نے شہید غازی کے جنازے اور اس پر آنے والے عوامی ردعمل کی کوریج پر الیکٹرانک چینلز پر پابندی عائد کی دی، پیمرا کی طرف سی اگر یہ دباؤ نہ بھی ہوتا تب بھی الیکٹرانک چینلز سے کسی عاشق رسول ﷺ کے حق میں آواز اٹھانے کی توقع رکھنا فضول ہے۔

مگر اس سب کے باوجود راولپنڈی، اسلام آباد میں بسنے والے فرزندان اسلام نے ''شہید'' کے جنازے میں جوق در جوق شریک ہو کر سلمان تاثیر کے حامی اینکرز، اینکرنیوں، سیکولر لادین میڈیا اور حکمرانوں کو شکست فاش سے دوچار کر دیا۔

پیر کی شام کراچی کے ایک ہوٹل میں روزنامہ اوصاف کراچی کی اشاعت کے موقع پر افتتاحی تقریب سے مولانا فضل الرحمٰن نے خطاب کرتے ہوئے جو سوالات اٹھائے وہ بڑے قابل غور ہیں...... مولانا فضل الرحمٰن نے کہا کہ ''ریمنڈ ڈیوس'' نام کے ایک امریکی نے دن دیہاڑے لاہور کی سڑک پر پاکستانی شہریوں کو مار ڈالا، مگر اس امریکی دہشت گرد کو پورے پروٹوکول کے ساتھ امریکہ روانہ کر دیا گیا، مولانا فضل الرحمٰن ریمنڈ ڈیوس کی دہشت گردی کے حوالے سے جس واقعے کی طرف اشارہ کر رہے تھے وہ شرمناک واقعہ پنجاب کے عوام پر زبردستی سیکولر لادینیت مسلط کرنے کی کوششیں کرنے والے ''خادم اعلیٰ'' کے پچھلے دور حکومت میں پیش آیا تھا، مولانا فضل الرحمٰن کہہ رہے تھے کہ جس تیزی اور پراسرار

انداز میں ممتاز قادری کو پھانسی دی گئی...... اس نے اس پورے عمل کو مشکوک بنا دیا۔

''مولانا'' نے سوال اٹھایا کہ توہین رسالت ﷺ کی مجرمہ آسیہ مسیح ان سارے واقعات کی بنیاد بنی، توہین رسالت کی اس مجرمہ کی سزا پر عملدرآمد میں اب تک کون سی چیز رکاوٹ بنی ہوئی ہے؟ جس وقت مولانا فضل الرحمٰن، سابق وزیراعظم راجہ پرویز اشرف، سردار عتیق احمد خان، مشیر وزیراعظم عرفان صدیقی اور کراچی کے دیگر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والی سینکڑوں نامور شخصیات سے خطاب کرتے ہوئے یہ سوالات اٹھا رہے تھے...... ان کے الفاظ کی دردمندی کو محسوس کرتے ہوئے میں سوچ رہا تھا کہ سیکولر میڈیا اور حکمران اسلام پسندوں کو جس ظالمانہ انداز میں دیوار کے ساتھ لگا رہے ہیں...... مستقبل میں اس کے نتائج نہایت خطرناک برآمد ہوں گے، پاکستان بالخصوص پنجاب کے عوام نے مسلم لیگ (ن) کو ووٹ دے کر حکمرانی کا حق اس لیے نہیں دیا تھا کہ وہ غیر ملکی ایجنڈے کے تحت ملک کو سیکولر بنانے کی کوششیں شروع کر دے، غازی ممتاز قادری کے جنازے میں لاکھوں کی تعداد میں شریک ہو کر عوام نے اس عدالت کے ''انصاف'' پر بھی انگلی اٹھا دی ہے کہ جس عدالت کے حکم پر پھانسی دی گئی'' ذوالفقار علی بھٹو کو بھی عدالت نے ہی پھانسی کی سزا دی تھی، مگر پیپلز پارٹی آج تک ذوالفقار علی بھٹو کو شہید مانتی چلی آ رہی ہے...... اور بھٹو مرحوم کو سزا سنانے والے جج کو پڑنے والی گالیاں پیپلز پارٹی کے کارکنوں کی زباں سے میں نے اپنے کانوں سے سنی ہیں۔

اگر ذوالفقار علی بھٹو عدالت کے حکم پر سزا پانے کے باوجود ''شہید'' بن سکتا ہے تو غازی ممتاز قادری تو وہ تھا کہ جس کا سلمان تاثیر کے ساتھ نہ کوئی جھگڑا تھا، نہ پلاٹ اور جائیداد کا کوئی تنازعہ تھا...... ذرا سوچیئے! کہ اگر سلمان تاثیر اپنے عہدہ گورنری کا ناجائز فائدہ اٹھا کر گستاخ مجرمہ آسیہ مسیح کو معصوم قرار دلوا کر رہا کروانے کی کوششیں نہ کرتا...... اگر سلمان تاثیر قانون توہین رسالت کے خلاف ہرزہ سرائی نہ کرتا...... تو کیا ممتاز قادری کبھی سلمان تاثیر کو قتل کرتا، ہرگز نہیں، پاکستان کے مسلمان عدالت کے حکم پر دی جانے والی پھانسی کے

باوجود غازی ممتاز قادری کو سچا عاشق رسول ﷺ اور شہید ناموس رسالت ﷺ اس لیے دل و جان سے تسلیم کریں گے کیونکہ اس نے اپنی انا کے لیے نہیں بلکہ رسول اکرم ﷺ کے تقدس اور ناموس کی خاطر سلمان تاثیر کو قتل کیا تھا۔ غازی ممتاز قادری کی پھانسی کے بعد میڈیا نے بالخصوص جس متعصبانہ انداز میں عشاق رسول ﷺ کی خبروں کو نشر کرنے سے احتراز برتا، اس سے یہ قلعی بھی کھل گئی کہ پاکستان میں میڈیا کس حد تک آزاد ہے؟

ممتاز قادری کے والد محترم بشیر اعوان اور شہید کے بھائی دلپذیر اعوان کو مبارک ہو کہ اللہ نے انہیں شہید ناموس رسالت کا وارث بنا دیا، سیکولر لادینیت ہار گئی، دجالی میڈیا عبرتناک شکست سے دوچار ہوا، حکمران چاہنے کے باوجود بھی کچھ نہ کر سکے اور غازی ممتاز قادری شہید ناموس رسالت کا اعزاز سر پر سجائے کروڑوں دلوں کا حکمران بن گیا...... اب کوئی نجم سیٹھی، کوئی خان زادہ، کوئی معید پیرزادہ، کوئی عاصمہ، کوئی امتیاز عالم، کوئی پرویز رشید جتنا چاہیے زور لگالے، جتنا چاہے شور مچالے، مگر اس کے باوجود ممتاز قادری سے اس کا یہ اعزاز چھین نہیں سکتے۔

یہ شیوہ ہے مشہور زمانے میں ہمارا
سر دینا عبادت میں ہے دستور ہمارا

آئندہ آنے والی نسلیں ممتاز قادری کو غازی علم دین شہید کے جانشین کے طور پر یاد رکھیں گی، مائیں اپنے بچوں کو لوریاں سناتے ہوئے شہید غازی کا تذکرہ فخر سے کیا کریں گی، غیرت مند بہنیں اپنے بھائیوں کو ممتاز قادری کی ناموس رسالتؐ کے حوالے سے غیرت ایمانی کے تذکرے سنایا کریں گی۔

غازی ممتاز قادری کے جنازے میں لاکھوں فرزندان توحید نے والہانہ انداز میں شریک ہو کر حکمرانوں کو یہ پیغام دے دیا ہے کہ...... یہ ملک اسلام کے نفاذ کے لیے بنایا گیا تھا، اس لیے اس ملک میں سیکولر اور لبرل لادین ایجنڈا نہیں چل سکتا۔

روزنامہ اوصاف
۲ مارچ ۲۰۱۶ء



عبرت گاہ

منصور اصغر راجہ

تاثیر کی قبر، اہلخانہ نے بھی آنا چھوڑ دیا

سابق گورنر پنجاب سلمان تاثیر کی سفید سنگ مرمر کی قیمتی قبر "بے کسی کے مزار" کا منظر پیش کرتی ہے۔ آخری بار ۴ جنوری کو برسی کے موقع پر ان کی قبر پر پھول ڈالنے گئے تھے قتل کے بعد ابتدائی چند ماہ تک ہی پیپلز پارٹی کا کوئی ایک، آدھ رہنما اور مسیحی پادری آتے رہے۔ گورکن کے مطابق طویل عرصے سے سابق گورنر کی قبر پر کبھی کوئی فاتحہ خوانی کے لیے نہیں آیا۔ اہلخانہ ہر ماہ گورکن کے لیے ۵۰۰ روپے بھجوا دیتے ہیں، جس کے عوض وہ دوسرے تیسرے روز قبر کو دھو دیتا ہے۔ شہباز تاثیر نے بھی اپنی بازیابی کے بعد تا حال باپ کی قبر پر حاضری نہیں دی۔ کتبے پر لکھی تحریر میں سابق گورنر کو "شہید انسانیت" کا خطاب دیا گیا ہے۔ دوسری جانب غازی ممتاز قادری شہید کی آخری آرام گاہ پر روزانہ دور دراز علاقوں سے ہزاروں لوگ فاتحہ خوانی کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔

لاہور کینٹ کی معروف رہائشی آبادی کیولری گراؤنڈ کالونی کی اسٹریٹ نمبر ۱۷ میں داخل ہوں، تو گلی کے آخر پر دائیں طرف ایک وسیع قبرستان واقع ہے، جسے کیولری گراؤنڈ شہدا قبرستان کہا جاتا ہے۔ اسے شہدا قبرستان کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں ۱، بلوچ رجمنٹ اور ۳ بلوچ رجمنٹ کے ان جوانوں کی کثیر تعداد ابدی نیند سو رہی ہے۔ جنہوں نے ۱۹۶۵ء میں پاک بھارت جنگ کے دوران ۱۰ ستمبر اور ۲۲ ستمبر کو واہگہ سیکٹر پر ہونے والے معرکوں میں جام شہادت نوش کیا۔ اس قبرستان میں مدفون لوگوں میں اکثریت فوجی افسران کی ہے، جن میں سابق گورنر پنجاب جنرل غلام جیلانی، جمعیت علمائے پاکستان کے سابق

مرکزی سیکرٹری جنرل، جنرل (ر) کے ایم اظہر اور موجودہ آرمی چیف جنرل راحیل شریف کی والدہ بھی شامل ہیں۔ اسی قبرستان میں سابق گورنر پنجاب سلمان تاثیر بھی دفن ہیں، جنہیں ۴ جنوری ۲۰۱۱ء کو غازی ممتاز قادری شہید نے اسلام آباد میں قتل کیا تھا۔ ہفتے کی سہ پہر جب نمائندہ ''امت'' اس شہر خموشاں میں پہنچا تو یہاں خاموشی کا پہرہ تھا۔ دریافت کرنے پر وہاں موجود گورکن نے سلمان تاثیر کی قبر کی طرف رہنمائی کی، جو قبرستان کے شمالی جانب آخری حصے میں واقع ہے۔ سابق گورنر کی قبر اگرچہ سفید سنگ مرمر سے پختہ کی گئی ہے، لیکن درمیان میں چھوڑے گئے قبر کے کچے حصے میں ایک گلاب کا مرجھایا ہوا چھوٹا سا پودا اگا ہوا ہے۔ قبر کو دیکھ کر نہیں لگتا کہ اس پر کافی عرصے سے کسی نے پھول یا چادر چڑھائی ہو۔ کتبہ سامنے سے انگریزی اور بیک سائیڈ سے اردو زبان میں لکھا گیا ہے۔ کتبے کی تحریر میں سابق گورنر کو ''شہید انسانیت'' کا خطاب دیا گیا ہے۔ اس خطاب کے نیچے انگریزی میں یہ جملہ لکھا ہے کہ You can bury a man but not his courage (تم آدمی کو دفن کر سکتے ہو، لیکن اس کی ہمت کو نہیں) قبرستان میں سیکورٹی کا کوئی مسئلہ ہے اور نہ عام آدمی کو وہاں جانے سے روکا جاتا ہے۔ قبرستان کی انتظامی کمیٹی کے ایک بااعتماد ذریعے نے ''امت'' کو بتایا کہ سلمان تاثیر کی قبر پر کبھی کوئی عام آدمی فاتحہ خوانی کے لیے نہیں آیا حالانکہ یہاں آنے کے لیے قبرستان انتظامیہ کی طرف سے کوئی روک رکاوٹ نہیں ہے۔ مذکورہ ذریعے کے مطابق جنوری ۲۰۱۱ء میں سلمان تاثیر کی تدفین کے بعد ابتدائی دنوں میں کچھ مسیحی رہنما یہاں آتے رہے۔ تاہم پھر انہوں نے بھی آنا چھوڑ دیا۔ ابتدائی مہینوں میں یہاں آنے والوں میں سلمان تاثیر کے اہلخانہ سرفہرست تھے۔ اس کے علاوہ پیپلز پارٹی کے چند نچلے درجے کے رہنما بھی ایک آدھ بار یہاں آئے۔ لیکن پیپلز پارٹی کی مرکزی سطح کے کسی لیڈر نے ادھر جھانکا تک نہیں ہے۔ ذریعے کے مطابق سابق گورنر کی اہلیہ آمنہ تاثیر اور صاحبزادی صنم تاثیر کبھی کبھار چند منٹ کے لیے قبر پر آجاتی ہیں۔ لیکن چند ماہ سے یہ

سلسلہ بھی رکا ہوا ہے۔ البتہ سلمان تاثیر کی برسی کے موقع پر دونوں ماں بیٹی پھول ڈالنے ضرور آتی ہیں۔ ذریعے کا کہنا تھا کہ سلمان تاثیر کی بیٹی صنم تاثیر آخری بار تین ماہ پہلے برسی کے موقع پر ہی آئی تھیں، اس کے بعد انہیں یہاں نہیں دیکھا گیا۔ لیکن ہر ماہ ملازم کے ہاتھوں گورکن کو ۵۰۰ روپے باقاعدگی سے بھجواتی ہیں، جس کے عوض گورکن دوسرے، تیسرے دن قبر پر پانی انڈیل دیتا ہے۔ عبرت کا مقام یہ بھی ہے کہ شہباز تاثیر بھی اپنی بازیابی کے بعد سے اب تک باپ کی قبر پر فاتحہ خوانی کے لیے نہیں آئے۔ ذریعے کے مطابق شہباز تاثیر اغوا ہونے سے پہلے بھی یہاں دو تین مرتبہ ہی چند منٹ کے لئے آئے تھے۔ سلمان تاثیر کی قبر کے حوالے سے عام آدمی کے کیا تاثرات ہیں؟ اس بارے میں جاننے کے لیے نمائندہ امت نے کیولری گراؤنڈ میں موجود ابصار احمد نامی ایک سفید ریش بزرگ سے جب سلمان تاثیر کی قبر کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے کہا ”سلمان تاثیر میں اگر ایمان کی رتی بھر تاثیر بھی ہوتی، تو آج آپ کو اس کی قبر کے بارے میں لوگوں سے پوچھنا نہ پڑتا“۔ واضح رہے کہ دوسری طرف غازی ممتاز شہید کی قبر پر روزانہ دور دراز علاقوں سے ہزاروں لوگ فاتحہ خوانی کے لیے حاضر ہو رہے ہیں، جن میں زندگی کے ہر طبقے سے تعلق رکھنے والے لوگ شامل ہیں۔

روزنامہ امت راولپنڈی

۲۷ مارچ ۲۰۱۶ء



حیات جاودانی

شاہد جمیل منہاس

مقصدِ حیات

کتنے خوش نصیب، خوش بخت و قابل تکریم ہیں وہ افراد جنہوں نے اپنی زندگی کا نصب العین صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی کا حصول بنا کر زندگی کو دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب و کامران بنا ڈالا اور پھر مر کر بھی امر ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ زندگی پانی سے لبریز ایک پیالے کی طرح ہوتی ہے۔ یہ پیالا کسی بھی وقت چھلک سکتا ہے اور زندگی ختم۔ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ کوئی مر کر امر ہو گیا اور کوئی زندہ بھی گمنام ہے 1985ء میں پیدا ہونے والا مرد قلندر ممتاز قادری، میٹرک پاس، اکتیس برس کی عمر میں وہ مقام پا گیا جو شاید مجھ جیسے ڈھیروں ڈگریوں کے مالک تصور بھی نہیں کر سکتے۔ 4 جنوری 2011ء کی سرد شام ممتاز قادری کی روحانی زندگی کو امر کر گئی۔ اس 4 جنوری کی سہ پہر کو کوئی اسے جانتا بھی نہیں تھا کہ ممتاز قادری کون ہے۔ ممتاز قادری کا مؤقف صرف یہ تھا کہ گستاخ رسول ﷺ کو سزا ہونے دیں تا کہ آئندہ کوئی گستاخ رسول ﷺ دوبارہ یہ جرأت نہ کر سکے۔ ممتاز قادری کا کہنا تھا کہ جب کوئی میرے آقا و مرشد محمد عربی ﷺ کے بارے میں اپنا ذرا سا بھی غلط نظریہ پیش کرتا ہے تو میرے جسم میں سوئیاں چبھنے لگتی ہیں۔ یہ دراصل عشق رسول ﷺ کی جنبش تھی کہ جسے قرار آنا پھر مشکل ہو جایا کرتا ہے۔ لہٰذا ممتاز قادری سے سب جہانوں کے سردار کے قانون کو کالا قانون کہنے والا وہ شخص برداشت نہ ہوا اور بندوق کی ساری گولیاں اس کے سینے میں پیوست کر کے خود کو دنیاوی قانون کے حوالے کر دیا اور یہ ثابت کر دیا کہ ہم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں کہلا سکتا جب تک کہ اللہ کے نبی ﷺ ہمیں اپنے

والدین، اپنی اولاد اور تمام کے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جائیں۔ اس کے حمد و ثناء اور نعت رسول مقبول ﷺ کی لطف و سرور والی ساعتیں اڈیالہ جیل کا مقدر بن گئیں۔ کیونکہ ممتاز قادری نے تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے لیے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کا عہد کر لیا تھا۔ سلام اس ممتاز قادری کی عظمت کو کہ ولادت رسول ﷺ کے دن یعنی پیر کو ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے۔

اب یہ تیری مرضی مولا کب تک جلتا ہے
رکھ آئے ہیں تیرگیوں میں دیا جلا کر ہم

وہ عشق جو ممتاز قادری کے سینے میں ٹھاٹھیں مار رہا تھا، آخر کار وہ عشق وفا کی سولی پر جھول گیا۔ بے خبر حکمرانوں کو یاد رکھنا ہوگا کہ خدا کی لاٹھی بے آواز ہے۔ کیا کہنے اس ممتاز قادری کے کہ اس نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ محکمۂ پولیس کے اندر ایسے بے شمار ممتاز قادری ہو سکتے ہیں۔ رات کو پولیس کی گاڑیاں ممتاز قادری کے گھر سے سب گھر والوں کو یہ کہہ کر اڈیالہ جیل لے گئیں کہ ممتاز قادری کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ لہٰذا سب گھر والے فوراً اڈیالہ جیل پہنچ گئے۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ یہ لمحات ممتاز قادری سے ملاقات کے آخری لمحات ہیں۔ اس آخری ملاقات میں اس کے بیٹے کے معصومانہ سوالات ذہن پر نقش ہو کر رہ گئے۔ وہ یہ کہ چلیں آئیں نا بابا، ہمارے ساتھ گھر چلیں۔ بابا کا جواب کہ بیٹا صبح تک آپ کے پاس آپ کے گھر ہوں گا۔ صبح جب میت ممتاز کے گھر آئی تو بیٹے نے ایک اور سوال کر کے اقوام عالم کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا۔ وہ سوال یہ تھا کہ ما مارات کو تو بابا باتیں کر رہے تھے، ابھی چپ کیوں ہیں؟ اس کے بعد میں اتنا کہوں گا کہ اپنے بے خواب کواڑوں کو مقفل کر دو اب یہاں کوئی نہیں، کوئی نہیں آئے گا۔ ممتاز قادری کے والد کا کہنا تھا کہ آخری ملاقات میں میرا ممتاز درود و سلام اور نعتیں پڑھتا رہا۔ ایک بات بیان کرتا چلوں کہ علامہ اقبالؒ نے غازی علم دین شہیدؒ کو اپنے ہاتھوں سے دفن کرنے کے بعد ایک خوبصورت جملہ ادا کیا تھا کہ "ہم تو

دیکھتے ہی رہ گئے اور ترکھانوں کا بیٹا بازی لے گیا''۔

مولانا ظفر علی خان نے آنسو بہاتے ہوئے کہا تھا کہ ''کاش یہ مقام مجھے نصیب ہوتا۔'' اور آج پھر علامہ اقبال اور مولانا ظفر علی خان کی روحیں تڑپ اٹھی ہوں گی کہ کاش یہ مقام انہیں مل سکتا۔ ذرا سوچیں کہ علامہ اقبال جسے اس پاکستان اور دنیا کا ہر فرقہ، ہر مذہب اور ہر مسلک اپنا رہبر مانتا ہے، وہ علامہ اقبال غازی علم دین اور ممتاز قادری کے بارے میں فرما گئے کہ ''یہ لوگ حق پر تھے'' کسی اور کی نہیں تو کم از کم اپنے رہبر علامہ اقبال ہی کی بات مان لیتے اور ممتاز قادری کے عشق کو آباد رکھتے۔ بہرحال ایک اور تاریخی بات کرتا ہوں کہ اللہ کی ذات نے مستقبل میں محمد علی جناح کے سر پر تاج سجانا تھا، لہٰذا اللہ کی ذات نے انہیں غازی علم دین شہید کا وکیل بنا دیا۔ اس رات جاتے جاتے ممتاز قادری نے اپنے بیٹے سے بھی تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے لیے جان کا نذرانہ پیش کرنے کا عہد لیا۔ بیٹے نے لبیک کہا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ ٹیچر روز مجھے ٹافیاں دیتی ہیں کہ آپ کے بابا نے جو کارنامہ کیا وہ کوئی اور نہیں کر سکتا تھا۔ دراصل لشکر عشق رسول ﷺ کا سپاہی یہ جانتا تھا کہ یہی ''مقصد حیات'' ہے۔ رسول ﷺ کی حرمت کی حفاظت کرنے والے تا قیامت موجود رہیں گے۔ چاہے وہ ممتاز قادری ہو یا غازی علم دین ہو یا آنے والا کوئی اور خوش نصیب۔ کوئی گستاخ، منافق و فاسق یہ مت بھولے کہ گستاخ رسول ﷺ کو کوئی باضمیر کلمہ گو برداشت کرے گا۔

روزنامہ اوصاف، اسلام آباد

۲۷ مارچ ۲۰۱۶



رپورٹ

سید مبشر الماس علی، ملک عمران

مرقد میں چراغ رکھ دیا ہے

سنٹرل جیل اڈیالہ میں پھانسی کی سزاء پانے والے عاشق رسول ﷺ ممتاز قادری کی نماز جنازہ راولپنڈی کے تاریخی پنڈال لیاقت باغ میں ادا کی گئی۔ نماز جنازہ میں تمام مکاتب فکر کے علماء، سیاسی وسماجی اور مذہبی جماعتوں کے قائدین سمیت لاکھوں افراد نے شرکت کی۔ نماز جنازہ کے لیے راولپنڈی کا تاریخی لیاقت باغ چھوٹا پڑ گیا۔ لاکھوں کی تعداد میں شرکاء پنڈال کے اندر اور باہر موجود تھے جو درود شریف پڑھتے رہے۔ نماز جنازہ میں مختلف سیاسی و مذہبی تنظیموں کے رہنماؤں نے شرکت کی جب کہ ملک بھر سے لوگ قافلوں کی صورت میں راولپنڈی پہنچے۔ پاکستان کے علاوہ خلیجی و یورپی ممالک سے کئی افراد نماز جنازہ میں خصوصی طور پر شریک ہوئے۔ ممتاز قادری کے جنازے میں تاحد نگاہ عوام کا جم غفیر تھا۔ جنازے میں شرکت کے لیے آنے والے نعرے بازی کرتے رہے جب کہ میڈیا کوریج نہ ہونے پر میڈیا کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا گیا تاہم اس قدر بڑی تعداد میں آنے والے عاشقان رسول ﷺ مکمل طور پر پرامن رہے اور دنیا کو پیغام دے دیا کہ ان سے زیادہ کوئی امن پسند نہیں ہے۔ انہوں نے اگرچہ جذبات کا اظہار نعرہ بازی سے کیا تاہم توڑ پھوڑ نہیں کی اور مکمل طور پرامن قائم رکھتے ہوئے ڈسپلن کے ساتھ ممتاز قادری کے سفر آخرت میں شریک ہوئے ہر لب پر درود شریف تھا اور ہر آنکھ اشکبار تھی۔

ممتاز قادری کی میت کو ایمبولینس کے ذریعے اسلام آباد لے جایا گیا۔ میت کے ہمراہ لوگ پیدل سفر کرتے رہے اور تاحد نگاہ انسانوں کا ایک سمندر نظر آ رہا تھا شرکاء کی بڑی

تعداد کے باعث منٹوں کا سفر گھنٹوں میں طے ہوا۔ نماز جنازہ کے موقع پر سیکورٹی کے سخت انتظامات کیے گئے تھے پولیس اور رینجرز کے اہلکاروں کے ساتھ ساتھ نشانہ ور شوٹر اور خصوصی فورس کے اہلکاروں کی بھاری نفری تعینات کی گئی تھی۔ راولپنڈی شہر کی بیشتر سڑکوں سے ٹریفک غائب اور کاروباری مراکز بند رہے۔ ممتاز قادری سے اظہار یکجہتی کے لیے راولپنڈی شہر غم اور سوگ کی تصویر بنا رہا شہر کے مختلف علاقوں میں گزشتہ روز سے بند ہونے والی کاروباری مارکیٹیں آج بھی بند رہیں۔ شہر میں عملی طور پر تجارتی اور تعلیمی سرگرمیاں معطل رہیں۔ بیشتر تعلیمی اداروں میں تعطیل رہی جبکہ سرکاری اسکولوں میں حاضری نہ ہونے کے برابر تھی۔ دوسری جانب وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں بھی سیکورٹی کو ہائی الرٹ کیا گیا تھا اور ریڈ زون کو کنٹینرز لگا کر بند کر دیا گیا۔ سیکورٹی فورسز کے چاق و چوبند دستے سیکورٹی کے لیے تعینات کیے گئے تھے۔

ملک ممتاز حسین قادری کی نماز جنازہ راولپنڈی کی تاریخی جلسہ گاہ لیاقت باغ میں ادا کی گئی، جسد خاکی ان کی رہائش گاہ صادق آباد سے ۱۲ بجے کر قریب صندوق میں رکھ کر ایمبولینس کے ذریعے لیاقت باغ کی طرف لے جایا گیا۔ غازی ممتاز حسین قادری کے گھر سے لیکر لیاقت باغ پہنچنے تک مذہبی جماعتوں کے رضا کاروں نے ایمبولینس کو اپنے حصار میں لئے رکھا، ممتاز حسین قادری کے گھر سے ایمبولینس کے روانہ ہونے پر عقیدت مندوں کا ایک سمندر ایمبولینس کے ہمراہ لیاقت باغ کی طرف روانہ ہوا، اس موقع پر ایمبولینس میں ممتاز حسین قادری کے والد بشیر اعوان، بھائی دلپذیر اعوان اور عابد ملک موجود تھے، ایمبولینس جس طرف سے گزرتی تو عقیدت مندوں کی جانب سے پھولوں کی پتیاں نچھاور کی جاتیں، ہر طرف درود وسلام کی صدائیں گونج اٹھتیں نعرہ تکبیر اللہ اکبر، نعرہ رسالت یارسول اللہ ﷺ، نعرہ حیدری یا علی کے فلک شگاف نعروں سے عقیدت مندوں کا خون گرمایا جاتا رہا ہے، اسی طرح بڑی تعداد میں عقیدت مندوں کی نگاہیں نم تھیں، ہر کوئی

ممتاز حسین قادری کی قسمت اور مقدر کو خراج تحسین پیش کر رہا تھا، صادق آباد سے روانہ ہونے والی ایمبولینس کو لیاقت باغ پہنچنے تک دو گھنٹے کا وقت لگا، جبکہ عقیدت مندوں کا جم غفیر لیاقت باغ کے چاروں اطراف اس طرح امڈ آیا تھا، جس طرف دیکھو تو سر ہی سر نظر آتے تھے، اگر مری روڈ کو فیض آباد سے دیکھا جائے تو شمس آباد سے لوگ جوق در جوق لیاقت باغ کی طرف چلے آ رہے تھے، اور یہ سلسلہ جنازہ پڑھے جانے کی یقینی خبر سننے تک جاری رہا، جبکہ کوہاٹی بازار تک عقیدت مندوں نے صفوں کو ترتیب دیا اور نماز جنازہ میں شرکت کی، اسی طرح لیاقت باغ سے صدر کی طرف جایا جائے تو موتی محل سے آگے تک صف بندی کی گئی جبکہ عقیدت مندوں کے لیے کیے جانے والے انتظامات ناکافی نظر آئے، لاؤڈ سپیکر کمپنی چوک سے پہلے تک لگائے گئے تھے جبکہ دوسری جانب سپورٹس کمپلیکس تک عقیدت مندوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر ان انتظامات سے آگے بڑھ چکا تھا، عقیدت مندوں کی لیاقت باغ آمد کا سلسلہ رات گئے شروع ہو گیا تھا، بیرون ملک اور ملک کے دور دراز علاقوں سے عقیدت مند لاکھوں کی تعداد میں آئے جہاں غیر متوقع طور پر اتنی بڑی تعداد میں عقیدت مند اور عاشق رسول ﷺ راولپنڈی پہنچے وہیں پر راولپنڈی کے گردونواح کے علاقوں سے آنے والے شہری ٹرانسپورٹ کی سہولیات میسر نہ آنے کی وجہ سے ممتاز قادری کے جنازے میں شریک نہ ہونے پر ندامت اور پچھتاوے کا اظہار کرتے رہے، نماز جنازہ کی ادائیگی کے لیے بڑی تعداد میں مذہبی، سیاسی، سماجی، سول سوسائٹی کی نمایاں شخصیات نے خصوصی شرکت کی، اس موقع پر مفتی اعظم مفتی منیب الرحمٰن، سربراہ سنی تحریک ثروت اعجاز قادری، ڈاکٹر اشرف آصف جلالی، سید مظہر سعید کاظمی، علامہ حامد سعید کاظمی، پیر سید ریاض حسین شاہ، صاحبزادہ حامد رضا، علامہ خادم حسین رضوی، پیر سعادت علی شاہ سمیت بلاتفریق معاشرے کے ہر مکتبہ فکر کے لوگوں نے جنازے میں شرکت کی، نماز جنازہ میں شریک افراد یہ دعویٰ کرتے بھی نظر آئے کہ ممتاز حسین قادری کا

جنازہ پاکستان کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ ہے، نماز جنازہ ۳ بجکر ۴۵ منٹ پر ادا کی گئی، جس کی وجہ سے ہزاروں کی تعداد میں افراد آواز نہ پہنچنے کی وجہ سے نماز جنازہ سے محروم رہے اور بعض اس وہم میں کہ جنازہ ہو چکا ہے قبل از وقت ہی واپس ہو گئے، جبکہ نماز جنازہ پونے چار بجے ادا کی گئی، نماز جنازہ ممتاز حسین قادری کی وصیت کے مطابق پیر سید حسین الدین شاہ نے پڑھائی، بعدازاں تدفین کے لیے جسد خاکی کو غازی ممتاز حسین قادری کے آبائی گاؤں اٹھال کی جانب روانہ کر دیا گیا جہاں پر ان کی تدفین کا عمل مکمل کیا گیا، ضلعی انتظامیہ کی جانب سے نماز جنازہ کی ادائیگی کے موقع پر سکیورٹی کے لیے فول پروف انتظامات کرنے کا دعویٰ بھی دھرے کا دھرا رہ گیا، محرم الحرام کی طرز پر سکیورٹی انتظامات کرنے کا اعلان کیا گیا تھا کہ ممتاز حسین قادری کی رہائش گاہ سے لیکر لیاقت باغ تک صرف اور صرف پیدل افراد کو جامہ تلاشی کے بعد داخلے کی اجازت دی جائے گی۔ تاہم نماز جنازہ سے قبل موٹر سائیکلوں کی بڑی تعداد پیدل افراد کے درمیان ہارن بجاتی اور راستہ مانگتی نظر آئی، اسی طرح مری روڈ کے اطراف میں بڑی تعداد میں موٹر سائیکل پارک کر دیے گئے تھے، تاہم عقیدت مندوں نے جذبہ ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پرامن طریقے سے نماز جنازہ پڑھی اور بغیر کسی اشتعال انگیزی اور توڑ پھوڑ کے اپنے گھروں کی طرف روانہ ہو گئے۔

روزنامہ اوصاف لاہور

۲ مارچ ۲۰۱۶ء



کھلا تضاد

حامد ریاض ڈوگر

جلدی کیا تھی؟

وزیراعظم میاں محمد نواز شریف نے جب سے پاکستان کو لبرل بنانے کا اعلان کیا ہے، اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے پے در پے جارحانہ اقدامات میں مصروف ہیں۔ وہ کبھی بھارتی اداکاراؤں سے ملاقاتیں کر کے اپنے خاندان کے قدامت پسند ہونے کا داغ دھونے کی کوشش کرتے ہیں۔ کبھی بے غیرتی کے حق میں بنائی گئی فلم کی وزیراعظم ہاؤس میں نمائش کر کے معاشرے میں بے راہ روی یعنی لبرل ازم کے فروغ کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ کبھی ملک کے سب سے بڑے صوبے میں حکمران اپنے چھوٹے بھائی کے ذریعہ ''تحفظ خواتین بل'' کو نافذ کروا کر مغرب کی خوشنودی کا سامان کرتے ہیں اور کبھی عاشق رسول ﷺ ممتاز حسین قادری کو پھانسی کے گھاٹ پہنچا کر یہ ثابت کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارتے دکھائی دیتے ہیں کہ ہم اپنے مغربی آقاؤں کی اطاعت وفرمانبرداری کے لیے آخری حد تک بھی جا سکتے ہیں۔ وہ اگرچہ اپنی دانست میں اس طرح کے اقدامات کے ذریعہ اپنے اقتدار کو مضبوط بنا رہے ہیں مگر فی الحقیقت وہ بیرسٹر اعتزاز احسن کے بقول اپنے پاؤں پر خود ہی کلہاڑی مار رہے ہیں...... اور جس شاخ پہ ان کا آشیانہ ہے، اسے خود ہی کاٹ رہے ہیں۔

ممتاز قادری ناموس رسالت کے تحفظ کی خاطر جان دے کر یقیناً دنیا و آخرت میں ممتاز مقام کے مستحق ہو چکے ہیں لیکن ہمارے حکمرانوں نے ممتاز کو شہادت کے مرتبہ تک پہنچانے کے لیے جو طرز عمل اپنایا ہے، اس کی مغرب اور اس کے پروردہ عناصر تو ستائش کر سکتے ہیں اور کر رہے ہیں مگر عشق رسول ﷺ سے سرشار ہر مسلمان اس کی مذمت کرے گا اور

کررہا ہے.....سوال یہ ہے کہ حکمرانوں کو پھانسی گھاٹ تک پہنچانے کی جلدی کیا تھا۔ سوائے اس کے کہ خود کو سیکولر اور لبرل ثابت کیا جاسکے اور جو لوگ رسول رحمت ﷺ کی شان میں گستاخانہ کتابیں لکھنے اور نازیبا خاکے بنانے والوں کو اپنے ہاں پناہ دے کر اسے آزادی اظہار کی حفاظت کا نام دیتے ہیں، ان کی خوشنودی حاصل کی جاسکے۔ ورنہ کیا یہ حقیقت نہیں کہ آئین پاکستان اور شانِ رسالت میں گستاخی کے مرتکب سلمان تاثیر کے قتل کا سبب بننے والی خاتون آسیہ بی بی نے اس سے بہت پہلے اس جرم کا ارتکاب کیا تھا جس کی پاداش میں پہلے ماتحت عدالت نے اور پھر عدالت عالیہ نے اسے موت کی سزا سنائی۔ مگر ہمارے لبرل حکمرانوں کو آج تک اسے سزائے موت دینے کی ہمت نہیں ہوئی اور موجودہ حالات میں مستقبل قریب میں بھی وہ یہ ہمت نہیں کر پائیں گے.....اور آسیہ کی واحد مثال نہیں، کم و بیش ڈیڑھ درجن افراد اس کے علاوہ بھی ایسے ہیں جنہیں آئین کی دفعہ ۲۹۵ سی کے تحت سزا دی گئی مگر حکمران ان سزاؤں پر عملدرآمد کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔

ہمارے کچھ زیادہ ہی آزاد خیال وزیر اطلاعات پرویز رشید نے سوال اٹھایا ہے کہ جب ممتاز قادری کو سزا عدالت نے سنائی تو اس پر احتجاج کا کیا جواز ہے؟ پرویز رشید صاحب کی یادداشت اگرچہ اتنی کمزور نہیں مگر شاید وہ جان بوجھ کر بھولے بن کر بھول رہے ہیں کہ ۲۰۰۰ء میں ان کے محبوب قائد، موجودہ اور دوبار کے سابقہ وزیراعظم میاں محمد نواز شریف کو بھی عدالت ہی نے طیارہ اغوا کیس میں سزا سنائی تھی، جس پر ان کی جماعت نے بہت واویلا کیا تھا، یہ الگ بات کہ جلد ہی میاں نواز شریف ایک غالب اور آمر سے معافی تلافی اور دس سال تک پاکستان میں قدم نہ رکھنے کا معاہدہ کر کے مع اہل خاندان جدہ کے لیے پرواز کر گئے تھے.....!!!

پرویز رشید کو شاید یہ بھی یاد نہ ہو کہ میاں نواز شریف سے پہلے والے ان کے محبوب قائد ذوالفقار علی بھٹو کو بھی عدالت عالیہ لاہور اور عدالت عظمٰی نے سزائے موت سنائی

تھی مگر وہ آج بھی عدالتی حکم پر بھٹو کی پھانسی کو عدالتی قتل اور بھٹو کو "شہید" کہتے نہیں ہچکچاتے......!!! پرویز رشید کے یقیناً علم میں ہوگا کہ غازی علم دین شہید کو پھانسی بھی عدالت ہی کے حکم پر دی گئی تھی اور پوری امت مسلمہ نے اس سزا کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہوئے اس پر شدید احتجاج کیا تھا......اور غازی علم دین شہید کے تو وکیل بھی بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح تھے جن کی آئین وقانون اور اصول پسندی کے دشمن بھی معترف ہیں اور مفکر اسلام شاعر مشرق علامہ اقبال نے خود اپنے ہاتھوں سے غازی علم دین شہید کو لحد میں اتارتے ہوئے اس حسرت کا اظہار کیا تھا کہ کاش وہ کام کرنے کی سعادت انہیں نصیب ہوتی جو غازی علم دین کر گیا۔ان کا یہ حسرت بھرا جملہ تاریخ کا حصہ بن چکا ہے کہ "ترکھاناں دا منڈا اساڈے توں بازی لے گیا......" (بڑھئیوں کا لڑکا ہم سے آگے نکل گیا)......عین ممکن ہے ممتاز قادری کو سزائے موت دینے کے اپنے اقدام کو درست ثابت کرنے کے لیے پرویز رشید اور ان کے قائد نواز شریف کل کلاں بانی پاکستان اور مصور پاکستان کے ممدوح غازی علم دین کو شہید تسلیم کرنے سے انکار کردیں......!!!

آئین وقانون اور عدل و انصاف کے دلدادہ جناب پرویز رشید سے کیا یہ استفسار کیا جا سکتا ہے کہ ریمنڈ ڈیوس نامی ایک امریکی ایجنٹ اور دہشت گرد نے جب لاہور میں دن دہاڑے تین پاکستانی شہریوں کو سرعام بھرے چوک میں قتل کر دیا تھا تو اسے پنجاب میں شہباز شریف کی حکومت نے جیل سے نکال کر بذریعہ ہوائی جہاز امریکہ بھجوا کر آئین وقانون اور عدل وانصاف کے کون کون سے تقاضوں کو سر بلند کیا تھا......؟

یہاں یہ نکتہ بھی غور طلب ہے کہ جو روشن خیال اور لبرل دانشور آج ممتاز قادری کی سزائے موت کو آئین وقانون کی بالادستی اور انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق قرار دے رہے ہیں، یہ سب اور ان کے مغربی سرپرست ایک طویل عرصے سے سرے سے سزائے موت ہی کو ختم کرنے کی زوردار مہم چلا رہے ہیں، مگر آج ایک عاشق رسول ﷺ کو

پھانسی دیئے جانے پر یہ سب حکومت کی تعریف و توصیف میں زمین آسمان کی قلابے ملا رہے ہیں۔ دوہرا معیار اور کسے کہتے ہیں؟ کھلا تضاد اور کس چیز کا نام ہے؟

جناب پرویز رشید چونکہ اطلاعات کے وفاقی وزیر ہیں اور آزادی صحافت و آزادی اظہار کے زور دار حامی اور مبلغ ہیں مگر ممتاز قادری کی شہادت کے بعد انہوں نے ملک بھر کے ذرائع ابلاغ کو اس خبر کو کل (Kill) کرنے پر جس طرح مجبور کیا، اسے ان کی دو عملی، دوہرے معیار اور قول و فعل میں تضاد کے علاوہ کیا نام دیا جائے...... تمام ٹیلی ویژن چینلز کی جانب سے ممتاز قادری کی شہادت کی خبر کو دبائے جانے کے باوجود ملک بھر میں شدید احتجاج جاری تھا مگر مجال ہے کہ کسی چینل نے اس کی خبر نشر کی ہو...... لاہور کا ایک سٹی چینل یہ تو بتا رہا تھا کہ لاہور میں داخلے کے تمام راستے مظاہرین نے بند کر دیئے ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں گاڑیاں شہر میں داخل ہونے کے تمام راستوں کے باہر لمبی قطاروں میں کھڑی ہیں اور ناظرین حیران تھے کہ بار بار سڑکوں کی بندش کی خبر تو دی جا رہی ہے مگر سڑکیں اور راستے کیوں بند ہیں، کس نے بند کیے ہیں، کس وجہ سے بند کیے ہیں؟ یہ عجیب خبر تھی، جس میں خبر کے تمام بنیادی تقاضوں اور سوالات کو مسلسل نظر انداز کر کے اپنے ناظرین کو جاننے کے حق سے محروم رکھا جا رہا تھا......!!!

ممتاز قادری کی شہادت کے بعد کی صورت حال کا یہ پہلو انتہائی قابل ستائش ہے کہ حکمرانوں کی تمام تر کوششوں کے باوجود شہادت کے روز لاکھوں لوگوں نے سڑکوں پر آ کر اپنے جذبات کا اظہار کیا اور پھر اگلے روز لاکھوں ہی کی تعداد میں مسلمانان پاکستان ممتاز قادری شہید کے جنازے میں شرکت اور آخری دیدار کے لیے لیاقت باغ راولپنڈی میں جمع ہوئے، مگر ان دونوں دنوں میں احتجاج اور جذبات ایسا منظم، پر امن اور پر وقار رہا کہ کہیں کوئی شیشہ تک ٹوٹنے کی شکایت نہیں آئی، کسی گاڑی کو آگ لگائی گئی نہ کسی عمارت پر ہلہ بولا گیا، بلکہ لاکھوں کا مجمع پر امن طور پر اپنے اپنے گھروں کو واپس لوٹ گیا۔ کیا پاکستان

کی سیاسی جماعتیں ایسی کوئی دوسری مثال پیش کرسکتی ہیں......؟ ورنہ اسی لیاقت باغ میں دسمبر ۲۰۰۷ء میں جب بے نظیر بھٹو کو قتل کیا گیا تو اس پر ردعمل میں قومی املاک کو کیا کیا نقصان نہیں پہنچایا گیا...... بلاجواز ریلوے کی تنصیبات تباہ و برباد کر دی گئیں، کتنی ہی بوگیاں، ریلوے انجن اور ریلوے اسٹیشن نذر آتش کر دیئے گئے......سڑکوں پر گاڑیوں، بازاروں میں دکانوں و مکانوں اور دفاتر و کاروباری مراکز میں وہ تباہی مچائی گئی کہ خدا کی پناہ...... نو سال قبل ہونے والا اربوں کھربوں روپے کا قومی نقصان آج تک پورا نہیں کیا جاسکا...... کسی نے آج تک نہیں پوچھا کہ یہ نقصان کیوں کیا گیا......اس کا جواز آخر کیا تھا...... پھر بھی ترقی پسند ہونے کے یہ دعویدار مہذب و روشن خیال مگر منظّم و پروقار......جذبات پر قابو رکھنے کی نادر مثال پیش کرنے والے عشق نبی ﷺ کے جذبات سے سرشار یہ لاکھوں مذہبی کارکنان انتہا پسند...... بنیاد پرست اور دہشت گرد......

تمہیں کہو یہ انداز گفتگو کیا ہے



بدیشی سوچیں

نمائندہ اُمت

لبرل ازم کا بھوت اور..........

ممتاز قادری کی پھانسی پر عمل درآمد کے فیصلے سے وزیراعظم نواز شریف نے پارٹی کے بیشتر سینئر رہنماؤں کو بھی لاعلم رکھا۔ اس کا سبب بیان کرتے ہوئے پارٹی کے اندرونی ذرائع کا کہنا تھا کہ میاں صاحب فیصلے پر عمل درآمد سے پہلے اس بارے میں کسی قسم کی خبر لیک نہ کرنے کے خواہشمند تھے اور انہیں علم تھا کہ بیشتر پارٹی رہنماؤں کے میڈیا سے گہرے تعلقات ہیں، جس کے ذریعے قبل از وقت یہ خبر باہر آ سکتی ہے اور یوں ممکنہ ردعمل فیصلے پر عمل درآمد میں رکاوٹ بن سکتا ہے۔ ذرائع نے بتایا کہ جن نواز لیگی رہنماؤں کو اس فیصلے سے قبل اعتماد میں لیا گیا ان میں وزیر اطلاعات پرویز رشید، وفاقی وزیر داخلہ چوہدری نثار اور وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف شامل ہیں۔ جبکہ پھانسی کے فیصلے سے قبل معاملے کو انتہائی خفیہ رکھنے کے علاوہ پھانسی کے بعد کی حکمت عملی کے تحت تمام بڑے ٹی وی چینلوں کو ''اعلیٰ حاکم '' کی جانب سے خصوصی ہدایت موصول ہوئی تھی کہ پھانسی اور اس کے نتیجے میں ردعمل کی خبروں کو زیادہ کوریج نہ دی جائے ذرائع نے بتایا کہ ۲۶ فروری کو لاہور میں چوہدری نثار اور وزیر اعلیٰ شہباز شریف کے مابین ہونے والی ون آن ون ملاقات میں بھی ممتاز قادری کے فیصلے پر عمل درآمد کی صورت حال میں ممکنہ ردعمل اور اس سے نمٹنے کی حکمت عملی پر تفصیلی تبادلہ خیال کیا گیا تھا۔ قبل ازیں فروری کے دوسرے ہفتے میں صدر مملکت ممنون حسین کی فیملی کو کراچی سے ایوان صدر منتقل کر دیا گیا تھا، تاکہ صدر کی جانب سے پھانسی کی اپیل مسترد کئے جانے کے ردعمل سے بچا جا سکے۔ اس سلسلے میں صدر اور ان کے اہل خانہ کو انتہائی سخت

سیکورٹی پر مشتمل ''بلیو کیٹیگری'' پروٹوکول بھی دے دیا گیا تھا۔ واضح رہے کہ پچھلے برس ۱۴ دسمبر کو سپریم کورٹ کی جانب سے ممتاز قادری کی پھانسی کے فیصلے کے خلاف نظرثانی کی پیٹشن مسترد کر دی گئی تھی، جس کے بعد آخری پلیٹ فارم صدر سے اپیل کرنے کا باقی بچا تھا۔ ذرائع نے بتایا کہ نظر ثانی کی اپیل مسترد ہونے کے بعد ہی حکومت نے ممتاز قادری کی پھانسی پر عمل درآمد کا ذہن بنالیا تھا اور جنوری میں اس بارے میں حتمی فیصلہ کرلیا گیا۔

اس ڈویلپمنٹ سے آگاہ دیگر ذرائع نے بتایا کہ ممتاز قادری کی پھانسی پر عمل درآمد کے حوالے سے جہاں حکومت پر ایک طرف سول سوسائٹی کا دباؤ تھا، وہیں اسے امریکہ اور یورپی یونین کے حد درجہ پریشر کا بھی سامنا تھا۔ ان ذرائع کے بقول اس وقت بالخصوص امریکی سینیٹ اور کانگریس میں موجود پاکستان مخالف ارکان پاکستان میں اقلیتوں کے خلاف امتیازی سلوک کا زور وشور سے پروپیگنڈا کر رہے ہیں اور ان کا الزام ہے کہ پاکستانی حکومت شدت پسندوں کے ہاتھوں یرغمال ہے۔ ذرائع کے مطابق اس تناظر میں امریکی و پاکستانی اعلیٰ حکام کے درمیان حالیہ عرصے میں ہونے والی ملاقاتوں میں حکومت پر زور دیا گیا تھا کہ مستقبل قریب میں امریکہ، پاکستان کے لیے بہت کچھ کرنا چاہتا ہے، تاہم اس کے لیے پاکستان کو اپنے امیج میں بہتری لانی ہوگی، اور خود کو ایک روشن خیال اور لبرل ملک ثابت کرنا ہوگا تاکہ امریکی سینٹ اور کانگریس میں موجود پاکستان مخالف ارکان کا منہ بند کرایا جاسکے۔ ان میں وہ ارکان بھی شامل ہیں، جو پاکستان کو ایف ۱۶ طیارے فروخت کرنے کی شدت سے مخالفت کر رہے ہیں۔ اسی قسم کے مطالبات یورپی یونین کی جانب سے بھی کیے گئے تھے۔ ان تمام عوامل کے پیش نظر موجودہ حکومت نے خود کو روشن خیال اور لبرل ثابت کرنے کے لیے مختلف اقدامات کا فیصلہ کیا ہے۔ ذرائع نے انکشاف کیا ہے کہ نہ صرف پنجاب اسمبلی سے منظور کرایا جانے والا تحفظ خواتین بل اسی حکمت عملی کا حصہ ہے، بلکہ وزیراعظم ہاؤس میں شرمین عبید چنائے کو مدعو کرنا اور پچھلے برس سرمایہ کاری کانفرنس میں

وزیراعظم کی جانب سے پاکستان کو لبرل ملک بنانے کا عزم ظاہر کرنا بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ممتاز قادری کی پھانسی پر عمل درآمد کے حوالے سے حکومت پر براہ راست امریکہ کا دباؤ تھا۔اب امریکیوں کو یہ پیغام دے دیا گیا ہے کہ اسلام پسند قوتوں کے آگے حکومت گھٹنے نہیں ٹیکے گی۔ذراع کا دعویٰ تھا کہ ممتاز قادری کی پھانسی پر عمل درآمد کے بعد موجودہ حکومت خود کو لبرل ثابت کرنے کے لیے جو اگلا قدم اٹھانے جارہی ہے، وہ توہین رسالت کے قوانین میں ترامیم کا ہے، جس کی تیاریاں جاری ہیں، اس سلسلے میں رائے عامہ ہموار کرنے کے لیے نہ صرف ملک کے نام نہاد سیکولر اور لبرل طبقہ کو میدان میں اتارا جائے گا، بلکہ ان ترامیم کے حامی میڈیا کی خدمات بھی حاصل کی جائیں گی۔

اسلام آباد میں موجود مسلم لیگ ''ن'' کے ایک سینئر رہنما کے بقول وزیراعظم کے ذہن پر لبرل پاکستان کا بھوت سوار ہے۔اس تصور کے ساتھ وہ تمام خاندانی روایات کو پس پشت ڈال کر اپنی بیٹی کی خواہشات پوری کر رہے ہیں۔وزیراعظم ہاؤس میں شرمین عبید چنائے کا خیرمقدم بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔''امت'' سے بات کرتے ہوئے اس سینئر رہنما کا مزید کہنا تھا کہ شرمین عبید چنائے نے اپنی فلم میں پاکستان کے عوام کی اکثریت کو تنگ نظر اور ظالم ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، گویا کہ پاکستان میں عورتوں پر روزانہ تیزاب پھینکا جاتا ہے۔دنیا کے سامنے پاکستان کا غلط امیج پیش کرنے والی شرمین چنائے کو وزیراعظم نے اعزازات سے نوازا۔یہ محض اتفاق نہیں ہے کہ جس دن شرمین چنائے کو آسکر ایوارڈ ملتا ہے، اسی دن ممتاز قادری کو پھانسی دی جاتی ہے۔دوسری جانب ملی یکجہتی کونسل کے سیکریٹری لیاقت بلوچ نے ''امت'' سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ممتاز قادری کی پھانسی کے ذریعے مسلم لیگ (ن) نے اپنے اقتدار کو بچانے کی کوشش کی ہے۔انہوں نے بتایا کہ ملی یکجہتی کونسل کے وفد نے وزیراعظم اور صدر سے ملاقات کے لیے درخواست دی تھی، لیکن یہ جاننے کے بعد کہ ملاقات کا مقصد ممتاز قادری کے مقدمے پر تحفظات کا اظہار کرنا

ہے، ملاقات کا ٹائم نہیں دیا گیا۔ اس حوالے سے صدر مملکت اور وزیر داخلہ کو خط بھی لکھا گیا، جس میں کہا گیا تھا کہ قادری کے مقدمے میں اشتعال پر بحث ہی نہیں کی گئی اور نہ اس سلسلے میں وکلاء اور علمائے کرام کی رائے لی گئی۔ لیاقت بلوچ نے حکومت اور میڈیا کا یہ دعویٰ غلط قرار دیا کہ ممتاز قادری نے صدر سے رحم کی اپیل کی تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ ملی یکجہتی کونسل کی طرف سے اس مقدمے میں سلمان تاثیر کے اشتعال انگیز بیان پر بحث کا بھی کہا گیا تھا، تا کہ آئندہ کوئی بھی اعلیٰ عہدے پر فائز شخص اسلام اور رسول اکرم ﷺ کے بارے میں کچھ کہنے سے قبل سوچ لے۔ لیاقت بلوچ کے مطابق وزیراعظم عملاً پاکستان کو ایک سیکولر ملک بنانا چاہتے ہیں۔ اس کے لیے وہ قائداعظم اور علامہ اقبال کے اقوال کی غلط تعبیر کر رہے ہیں۔ حکومت نے چوری چھپے اور مکمل راز داری کے ساتھ رات کی تاریکی میں ممتاز قادری کو پھانسی دے کر جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ ایک ایسے ملک میں جو قرآن وسنت اور اسلام کے غلبے کے لیے بنا تھا، وہاں شاتم رسول ﷺ کی خاطر عاشق رسول ﷺ کو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔ اس اقدام سے اغیار اور سیکولر طبقہ تو خوش ہو گیا، لیکن حکومت کا چہرہ داغدار ہوا ہے۔

لیاقت بلوچ نے بتایا کہ ملی یکجہتی کونسل سمجھتی ہے کہ ممتاز قادری کی پھانسی پر عجلت میں عمل درآمد بدنیتی پر مبنی ہے۔ ایک ایسے وقت میں جبکہ توہین رسالت کے ۲۷ مقدمات میں دی جانے والی سزا میں عرصہ دراز سے التوا کا شکار ہیں، ممتاز قادری کی سزا پر فوری عمل درآمد کرا دیا گیا۔

روزنامہ امت کراچی

یکم مارچ ۲۰۱۶ء



افکارِ تازہ

اوریا مقبول جان

پاکستانی سرمائے کے لیے اپنی ماں کو بھی بیچ دیتے ہیں؟

دو دن پاکستانی میڈیا کے ۸۰ سے زیادہ چینلو کو چار یا پانچ انچ کے موبائل فون پر لگی ہوئی۔ اسکرین نے ہرا دیا اور اب اسی سوشل میڈیا کی فوٹیج نکال کر ٹی وی چینلوں پر چلانے کو مجبور ہیں۔ ماتم کر رہے ہیں کہ ہمارے صحافیوں پر تشدد ہوا۔ کس قدر دوغلا معیار ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو کو پاکستان کی اعلیٰ ترین عدالت نے قاتل کہا اور پھانسی کی سزا سنائی۔ اسے پاکستان کا پورا میڈیا شہید کہتا ہے اور اس کی برسی کو ہر سال براہ راست نشر بھی کرتا ہے۔ ایمل کانسی نے امریکا میں دو لوگوں کو قتل کیا۔ اسے امریکا کے حوالے کیا گیا اور ہم نے امریکی اٹارنی جنرل کا یہ فقرہ بھی سنا کہ پاکستانی سرمائے کے لیے اپنی ماں کو بھی بیچ دیتے ہیں۔

ملک ممتاز قادری شخصیت نہیں نظریے کا نام ہے

ممتاز قادری کو پھانسی دے دی گئی!!!

ممتاز قادری غلط تھا یا ٹھیک لیکن وہ ایک مخلص عاشق رسول ﷺ تھا۔ پاکستانی عوام کو اب اس دن کا انتظار ہے جب گستاخان رسول، گستاخان صحابہؓ اور علماء کرام کے قاتلوں کو بھی یونہی فوراً قانون کی بالادستی ثابت کی جائے گی۔ پاکستانی عوام حکمرانوں سے پوچھتی ہے کہ جب امریکی جاسوس ریمنڈ ڈیوس کے کئی خون معاف کیے جا سکتے تھے!!!

جب بھارتی جاسوس سربجیت سنگھ کی سزائے موت عمر قید میں اور عمر قید رہائی میں تبدیل کی جا سکتی تھی اور جب پرویز مشرف کو لال مسجد اور اکبر بگٹی کیس میں کلین چٹ

دی جاسکتی ہے تو قادری کی سزا میں تخفیف کیوں نہیں کی گئی؟

ایوانوں میں بیٹھے لوگ اگر یہ سمجھتے ہیں کہ ''قادری'' کو اس لیے پھانسی دی گئی کہ آئندہ کوئی ایسی جرات نہ کر سکے۔

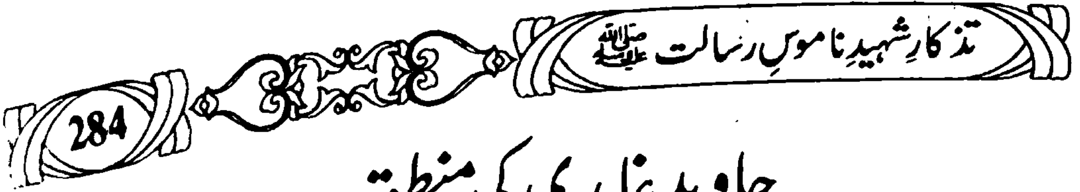
تو یہ یاد رکھیں کہ اگر اس ملک میں سلمان تاثیر جیسے غلیظ منصوبہ ساز اور منہ پھٹ لوگوں کو لگام نہیں دی جائے گی تو قادری جیسے سر پھرے ایک نہیں ہزاروں پیدا ہوں گے۔ کیونکہ ''ممتاز قادری'' شخصیت کا نام نہیں بلکہ نظریے کا نام ہے۔

یہ ہے اسلامی جمہوریہ پاکستان......

تعزیرات پاکستان میں ''پھانسی'' سے بچنے کے لیے ''امریکی'' یا ''برطانوی'' شہری ہونا یا پھر کسی ''وڈیرے'' یا ''سیاسی شخصیت'' کا بیٹا ہونا زیادہ ضروری ہے لیکن عاشق رسول ﷺ نہیں اور پیمرا کے قانون کے مطابق ٹی وی پر نیم عریاں اشتہارات اور ناچ گانے دکھانا جائز ہے لیکن کسی عاشق رسول ﷺ کا جنازہ نہیں۔

لبرلز کی تاریخ کا سیاہ دن

آج لبرلز کو سب سے زیادہ تکلیف اس بات کی ہو رہی ہے کہ ممتاز قادری کے معاملے پر بریلوی، اہلحدیث اور دیوبند مکتبہ فکر کے لوگ اکٹھے ہو گئے ہیں، جبکہ اس سے قبل یہی لبرلز ایک مکتبہ فکر کے لوگوں کے ساتھ مل کر دوسروں پر تنقید کرتے تھے اور کبھی دوسرے سے ملکر تیسرے پر اور کبھی تیسرے سے مل کر باقی دونوں پر آج ان کی تمام کوششوں پر پانی پھر چکا ہے۔ اور آج کے پرامن جنازے کے بعد شرمندگی سے منہ چھپائے پھر رہے ہیں، یقیناً آج لبرلزم کی تاریخ کا بدترین اور سیاہ دن ثابت ہوا ہے۔



جاوید غامدی کی منطق......

ممتاز قادری کے دو جرائم تھے۔ پہلا جرم یہ تھا کہ اس کو جس کام کی تنخواہ ملتی تھی وہ گورنر کی حفاظت تھی۔ اس نے اپنے فرض سے خیانت کی اور گورنر کی حفاظت کے بجائے اس کو قتل کر دیا دوسرا جرم یہ تھا کہ اس نے نوکری کرنے کے وقت ایک حلف اُٹھایا تھا اور اس حلف میں لکھا تھا کہ میں اپنے تمام فرائض ایمانداری سے پورے کروں گا جب کہ اس نے حقیقی اور عملی زندگی میں اس حلف کو بھی توڑ دیا۔

جسٹس نذیر کا جواب

اس جاہل سے پوچھو کہ کانسٹیبل سے بھی بھلا کوئی قانونی حلف لیا جاتا ہے؟ ممتاز قادری کا فرض گورنر کی حفاظت تھا گستاخ رسول ﷺ کی نہیں۔ اور اس کے گورنر ہونے کا ثبوت یہ ہے گورنر حلف اُٹھاتا ہے کہ میں اسلامی قوانین کی پاس داری کروں گا جب کہ سلمان تاثیر نے برملا اور کھلے عام کہا تھا کہ میں نہ تو پاکستان کے اسلامی قانون کو مانتا ہوں، نہ عدالتوں کے فیصلوں کو مانتا ہوں۔ تو پھر وہ گورنر کیسا۔



قومی منظر نامہ

نواز رضا

شاید کسی اور کے لیے یہ ممکن نہ ہوتا......

گورنر پنجاب سلمان تاثیر قتل کیس میں ملک ممتاز حسین قادری کو دی گئی سزا پر عمل کرتے ہوئے بالآخر تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔ حکومت نے اس اہم نوعیت کے کیس میں اعلیٰ عدلیہ کے فیصلے کے سامنے سر جھکا دیا اور عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کر دکھایا۔ منگل کے روز راولپنڈی میں ممتاز قادری کے جنازے میں بہت بڑی تعداد میں لوگوں نے شرکت کر کے اس کی آخری رسومات ادا کیں۔ وزیر اعظم محمد نواز شریف کی حکومت نے ممتاز قادری کی پھانسی کی سزا پر عمل درآمد کر کے ایک اہم فیصلہ کیا ہے۔ شاید کسی اور حکومت کے لیے ایسا کرنا ممکن نہ ہوتا لیکن وزیر اعظم محمد نواز شریف نے عدلیہ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ ممتاز قادری کے جنازے میں بہت بڑی تعداد میں افراد کی شرکت سے یہ بات واضح ہوتی ہے جہاں ملک میں ممتاز قادری کے اقدام سے اختلاف کرنے والوں کی بڑی تعداد ہے وہاں دین کی حرمت سے والہانہ محبت کرنے والوں کی کوئی کمی نہیں۔ منگل کو راولپنڈی کی شاہراہوں پر لوگوں کے قافلے دیکھ کر ایسا دکھائی دیتا تھا کہ ہر راستہ لیاقت باغ کی طرف جا رہا ہے۔ جنازے میں بہت بڑی تعداد میں افراد کی شرکت کے باوجود راولپنڈی اور اسلام آباد میں ایک پتا تک نہیں ٹوٹا، اس اجتماع کے شرکاء نے غیر معمولی نظم و ضبط کا مظاہرہ کیا۔ ممتاز عالم دین مولانا حسین الدین شاہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور سوگوار لوگوں کے جذبات پر قابو رکھنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ حکومت نے بھی ممتاز قادری

کے جنازے اور تدفین میں رکاوٹ نہ ڈال کر ایک دانشمندی کا ثبوت دیا۔ لوگوں کا صبر تحمل بلاشبہ قابل تعریف ہے لیکن حکومت کو بھی چاہیئے کہ وہ ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کے لیے جہاں قوانین پر سختی سے عمل درآمد کرائے وہاں اس قانون کے غلط استعمال کی روک تھام پر بھی سوچ بچار کرے تا کہ آئندہ کوئی شخص قانون کو اپنے ہاتھ میں نہ لے سکے۔ ممتاز قادری اب اس دنیا میں نہیں رب العزت کی عدالت میں ہے لہٰذا اب اس کے اقدام کو زیر بحث لانے کی بجائے یہ معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دینا چاہیئے۔

روزنامہ نوائے وقت، لاہور

۳ مارچ ۲۰۱۶ء



نوٹس

جاوید صادق

میڈیا کی خاموشی؟

پنجاب کے سابق گورنر سلمان تاثیر کو قتل کرنے والے سابق پولیس اہلکار ممتاز قادری کو راولپنڈی کی اڈیالہ جیل میں اتوار اور پیر کی درمیانی شب پھانسی دے دی گئی۔ ممتاز قادری کی پھانسی کی خبر میڈیا پر بہت محتاط انداز میں چلائی گئی اور نجی ٹی وی چینلز نے ممتاز قادری کی پھانسی کے ردعمل میں ہونے والے احتجاجی مظاہرے دکھائے تو انہیں پیمرا کی جانب سے نوٹس جاری کر دیے گئے۔ نوٹس کے ڈر سے تمام ٹی وی چینلز ایک دم خاموش ہو گئے۔ پرنٹ میڈیا کو بھی ممتاز قادری کی خبروں سے متعلق نئی ہدایت جاری کی گئیں جن پر ہمارا آزاد میڈیا من وعن عمل کرنے کا پابند ہے۔ ملک کی سب سے۔ بڑی خبر کو معمولی نوعیت کی طرح چلایا جا رہا تھا۔ جب ممتاز قادری کی پھانسی کی خلاف ملک بھر میں علماء کرام کی جانب سے شدید احتجاجی مظاہرے کیے جا رہے تھے، جلاؤ گھیراؤ کیا جا رہا تھا، تب بھی الیکٹرانک میڈیا بس ایک ہی خبر بریک کر رہا تھا کہ پاکستانی فلمساز اور ہدایت کار شرمین عبید چنائے نے اپنی مختصر دستاویزی فلم ''اے گرل ان دی ریور: دی پرائس آف فارگونس'' کے لیے آسکر ایوارڈ حاصل کر لیا ہے۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ شاید میڈیا بوکھلاہٹ کا شکار ہو چکا ہے۔ ممتاز قادری کی پھانسی پس پشت ڈال کر شرمین عبید چنائے کی خبر کو بریک کر کے یہ باور کرانا تھا کہ اس سے بڑی کوئی خبر نہیں۔ شرمین عبید نے آسکر ایوارڈ حاصل کیا۔ بہت اچھی بات ہے۔ ممتاز قادری کا معاملہ آسکر ایوارڈ سے بھی بڑا تھا۔ ممتاز قادری کی پھانسی کو جتنا الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا نے نظر انداز کیا، اتنا ہی سوشل میڈیا پر لوگوں نے کھل کر بات کی۔ سوشل میڈیا پر ممتاز قادری کی

پھانسی کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔سیاسی سماجی اور مذہبی رہنماؤں نے ملک بھر میں مختلف احتجاجی مظاہرے اور دھرنے دے کر اہم شاہراہوں کو بند کر دیا۔علماء کرام نے ممتاز قادری کی پھانسی پر شدید ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مغربی سامراج اور یورپی یونین کے دباؤ میں آ کر حکومت نے ممتاز قادری کو پھانسی دے کر اپنے زوال نامے پر دستخط کر دیے۔ریاست قانون توہین رسالت پر عمل درآمد کرتی تو عام آدمی کو قانون ہاتھ میں لینے کی نوبت نہ آتی۔ریمنڈ ڈیوس جیسے مجرم کو عدالت معاف کر سکتی ہے تو ممتاز قادری کو کیوں نہیں کیا گیا۔حکومت نے گستاخ رسول آسیہ مسیح کی سرپرستی کر کے اور غازی ممتاز قادری کو سزائے موت دے کر یہود و نصاریٰ کی غلامی کا ثبوت دیا ہے۔فیس بک ٹوئٹر وٹس اپ و دیگر سوشل میڈیا پر دن بھر ممتاز قادری کی پھانسی ہی موضوع بنی رہی۔معروف انٹرنیشنل ویب سائٹ بی بی سی میں جاری رپورٹ کے مطابق سلمان تاثیر کے بیٹے شہریار تاثیر نے سوشل میڈیا پر ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ ممتاز قادری کو ۲۹ فروری کو پھانسی دی گئی (لیپ کا سال) خدا کے کام بھی بہت پراسرار ہوتے ہیں۔شیریں نے اپنے تبصرے میں لکھا کہ کوئی بھی ممتاز قادری کی پھانسی پر خوشی نہیں منا رہا ہے جو کہ ایک قاتل تھا۔بلکہ خوشی اس بات کی ہے کہ پاکستان میں انصاف کا بول بالا ہوا ہے۔عارفینہ نے ٹوئٹ کی کہ قادری کو ۲۹ فروری کو پھانسی دینا ایک عقلمندی کا کام ہے۔ان کی برسی اب چار سال بعد ۲۰۲۰ء میں ہی ہوگی۔وکیل سلمان اکرم راجہ نے اپنی ٹوئٹ میں لکھا کہ وزیراعظم کی دیوالی کی تقریر سے ملک اسحاق تک اور پھر پنجاب میں خواتین کے تحفظ کے قانون اور شرمین عبید چنائے کی تعریفوں سے وزیراعظم اور وزیراعلیٰ پنجاب نے ان منزلوں پر قدم رکھے ہیں جہاں بہت کم کی ہمت پڑتی ہے۔ہارون نے ٹوئٹ کی کہ قادری کے حوالے سے انصاف کی فراہمی کو یقینی بنانا اور غیرت کے نام پر قتل کے قانون اور اقدامات۔نواز شریف نے ثابت کیا ہے کہ وہ مشرف جیسے بندوق بردار سے زیادہ باہمت ہیں۔عمر فاروق بوانہ نے لکھا میرے خیال میں قادری کی پھانسی سے قانون کے ہاتھ مضبوط

ہوں گے۔ اگر ٹرینڈز کی بات کریں تو ابھی تک ممتاز قادری یا ان کی پھانسی کے حوالے سے کوئی بھی ٹرینڈ صف اول کے اس ٹرینڈز میں شامل نہیں جو کہ حیران کن ہے۔ اس پر دوسری حیران کن بات یہ ہے کہ پاکستان میں آسکر صف اول کا ٹرینڈ ہے۔ ممتاز قادری کے پھانسی کے فیصلے پر آصفہ کی ٹوئٹ مگر اس کے ساتھ ہی پھانسی کے حوالے سے بحث نے از سرِ نو سر اٹھایا ہے جس میں بہت سے اس پھانسی پر تنقید کر رہے ہیں۔ اینکر ثنا بچہ نے ٹوئٹ کی کہ میں پھانسی کی حمایت نہیں کروں گی۔ قادری جیسے انسانوں کی پھانسی کی بھی نہیں ...... میں خوشی نہیں منا سکتی۔ انسانی حقوق کے لیے کام کرنے والے فرحان حسین نے لکھا کہ اچانک کٹر لبرل حضرات سزائے موت پر خوشیاں منا رہے ہیں۔ یہ اب حیران نہیں کرتا مگر اصولی موقف رکھنے والے ان دنوں کیا کریں؟ توہین مذہب کے قوانین کی مخالفت کرنا اور دوسری جانب سزائے موت کی حمایت کرنا کھلا تضاد ہے۔

پنجاب پولیس کی ایلیٹ فورسز کے سابق اہلکار ممتاز قادری نے چار جنوری ۲۰۱۱ء کو اسلام آباد کے علاقے ایف سکس میں گورنر پنجاب سلمان تاثیر کو توہین رسالت کے شبہ میں سرکاری اسلحہ سے فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا تھا اور اپنے ہی محافظ کی ۲۷ گولیاں لگنے کے باعث سلمان تاثیر جاں بحق ہو گئے تھے۔ ممتاز قادری کو راولپنڈی کی انسداد دہشت گردی کی عدالت نے جرم ثابت ہونے پر ۲۰۱۱ء میں دو مرتبہ موت کی سزا سنائی تھی۔ سزا کے خلاف اپیل پر اسلام آباد ہائی کورٹ نے فروری ۲۰۱۵ء میں اس مقدمہ سے دہشت گردی کی دفعات تو خارج کر دی تھیں تاہم سزائے موت برقرار رکھنے کا حکم دیا تھا۔ فیصلے کو دسمبر ۲۰۱۵ء میں سپریم کورٹ نے برقرار رکھا تھا اور پھر صدر مملکت نے ممتاز قادری کی انصاف کی اپیل بھی مسترد کر دی تھی۔ پاکستان میں توہین رسالت کے الزام کے شکار متعدد مردوں اور عورتوں کو زیریں عدالتوں نے موت کی سزا سنائی ایسی بیشتر سزائیں ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ کی سطح پر معطل یا ختم کر دی گئیں یا پھر آخری اپیل کے صدارتی خانے میں رکھ دی

گئیں۔لیکن عدالتی فیصلوں اور اسٹیٹس سے قطع نظر عمومی حالات اتنے دگرگوں ہیں کہ ایک بار کسی پر توہین رسالت کا الزام لگ جائے تو صحت الزام سے قطع نظر ملزم کو زندگی کے لالے پڑ جاتے ہیں۔اس میں جوان، بوڑھے، بچے، مرد، عورت کے کوئی قید نہیں۔اس پس منظر میں ممتاز قادری کی سزائے موت پر عمل پاکستان جیسے منقسم سماج میں ایک غیر معمولی پیش رفت ہے۔ممتاز قادری کو رات کی تاریکی میں اچانک پھانسی دے کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے گہری نیند سلا دیا گیا ہے۔کیا ممتاز قادری کیس سے منسلک مسیحی خاتون آسیہ کی سزائے موت پر عملدرآمد ہوگا۔۱۴ اراکتوبر ۲۰۱۴ء کو سزائے موت کے فیصلے کے خلاف توہین رسالت کی ملزمہ مسیحی خاتون آسیہ کی اپیل خارج کر دی گئی تھی۔آسیہ کو ۶ سال قبل صوبہ پنجاب کے ضلع ننکانہ کی عدالت نے موت کی سزا سنائی تھی اور وہ پاکستان میں یہ سزا پانے والی پہلی غیر مسلم عورت ہے۔جسٹس انوار الحق اور جسٹس شہباز رضوی پر مشتمل لاہور ہائی کورٹ کے دو رکنی بنچ نے اپنے فیصلے میں مقامی عدالت کی جانب سے دی گئی سزا کو برقرار رکھا تھا۔آسیہ کے خلاف جون ۲۰۰۹ء میں توہین رسالت کے الزام میں مقدمہ درج کیا گیا تھا۔اس پر کھیتوں میں کام کرنے والی خواتین کے ساتھ بحث کے دوران نبی محمد ﷺ کے بارے توہین آمیز کلمات کہنے کا جرم ثابت ہوا تھا۔

ممتاز قادری کی نماز جنازہ راولپنڈی کے لیاقت باغ میں پڑھائی گئی جہاں تقریباً ۱۰ لاکھ سے زائد افراد موجود تھے۔عشق رسول ﷺ نے پھانسی کا پھندا گلے میں پہن کر اپنی ہنستی کھیلتی زندگی کا خاتمہ کر کے موت کو گلے لگایا، جاتے جاتے ممتاز قادری ایک ایسا کارنامہ کر گیا جو پاکستان کی ۶۷ سالہ تاریخ میں بڑے بڑے سیاست دان بھی نہیں کر سکے۔غازی کے جنازے میں دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث سمیت تمام مکاتب فکر کے معروف علماء کرام نے شرکت کی۔تمام مکاتب فکر کے علماء کرام اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ غازی ممتاز حسین قادری کی شہادت اور جنازے کی نسبت سے ہر سال یکم مارچ کو ''یوم تحفظ ناموس رسالت''

منایا جائے گا۔ یہاں ایک بات تو ثابت ہوتی ہے کہ غازی کی قربانی رائیگاں نہیں گئی۔تدفین میں شرکت کرنے والوں نے جلوس کا رخ پارلیمنٹ ہاؤس کی طرف کرنے کی خواہش ظاہر کی جسے ممتاز قادری کے والد نے مسترد کر دیا۔لاکھوں لوگوں کا یہ مجمع اگر مشتعل ہو جاتا تو اسلام آباد میں بے چین بیٹھے حکمران ان کے عتاب سے بچ نہیں پاتے۔لاکھوں لوگ جنازے میں شرکت کے بعد پر امن طریقہ سے منتشر ہو گئے جو ایک معجزہ سے کم نہیں۔ غازی ممتاز قادری کے مزار کے لیے ۸ کروڑ روپے جمع ہوئے اور اراضی بھی خرید کر مزار کی تعمیر کا کام شروع کر دیا گیا ہے۔ممتاز قادری قانون کی نگاہ میں بھلے مجرم ہو لیکن سماج کے ایک طبقہ کی نگاہ میں بہر حال وہ کوئی عام قاتل نہیں بلکہ ہیرو ہے اور اس کے چاہنے والوں میں جرم اور قانون سے بخوبی واقف وکلاء اور سابق جج بھی مل جائیں گے۔گویا ممتاز قادری کیس نے پاکستانی سماج کی نظری فالٹ لائنز کو اور واضح کر دیا۔وفاقی حکومت اور عدالت نے ممتاز قادری کو پھانسی دے کر ہمیشہ کے لیے امر کر دیا۔ممتاز قادری کی پھانسی کے معاملے پر میڈیا نے محتاط انداز اختیار کیا۔محض اس لیے کہ کہیں پیمرا کی جانب سے کوئی نوٹس جاری نہ کر دیا جائے۔اگر ممتاز قادری کی پھانسی پر ردعمل دکھانا پیمرا کے قوانین کی خلاف ورزی ہے،تو پھر میڈیا پیمرا کے دیگر قوانین کی بھی پاسداری کرے۔ایسے میں پھر یہی ہوگا جس کے پاس شرمین عبید چنائی کی خبر جائے گی،وہ خوشیاں منائے گا اور جہاں ممتاز قادری کی خبر جائے گی،وہاں صف ماتم بچھ جائے گی۔بار بار شرمین عبید کی خبر چلا کر عوام کا ذہن تبدیل کیا گیا۔بیشتر لوگوں کو یہ پتہ ہی نہیں تھا کہ ممتاز قادری کو پھانسی ہوگئی کیونکہ بولٹن میں شرمین عبید کا ذکر زیادہ اور ممتاز قادری کا کم کیا جا رہا تھا جو ہمارے میڈیا کی آزادی و بے باکی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

گستاخ رسول کو مار کر احسان کر گیا
رخصت ہوا تو دل کو پریشان کر گیا



میگزین رپورٹ

رپورٹرز

ممتاز قادری امر ہو گئے

ممتاز قادری پاکستان کے شہر راولپنڈی میں سبزی بیچ کر اپنی ضروریات زندگی پوری کرنے والے محمد بشیر اعوان کے سب سے چھوٹے بیٹے کا نام ہے، تعلیم مکمل کرنے کے بعد ۲۰۰۲ء میں پنجاب پولیس میں شامل ہو گئے ۲۰۰۷ء میں کمانڈو کی ٹریننگ کے بعد وہ ایلیٹ فورس کا حصہ بن گئے اور صوبہ پنجاب کے گورنر سلمان تاثیر کے سیکورٹی اہلکاروں میں شامل ہو گئے، ممتاز قادری کے بھائی کے مطابق وہ شروع سے ہی صوم وصلوٰۃ کے پابند اور انتہائی اطاعت گزار تھے، سکول سے تعلیم حاصل کرنے اور پولیس محکمہ میں ملازمت کرنے کے باوجود داڑھی رکھتے تھے، نمازوں کا مکمل اہتمام کرتے تھے، سلمان تاثیر کے قتل سے صرف ایک سال چار ماہ قبل شادی ہوئی اور ایک بچہ بھی ہے۔

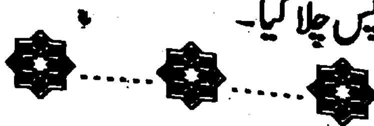
ممتاز قادری نے گورنر سلمان تاثیر کو جنوری ۲۰۱۱ء میں اسلام آباد میں اس وقت گولی مار کر ہلاک کر دیا تھا جب سلمان تاثیر ایک ریسٹورنٹ سے نکل کر اپنی گاڑی میں بیٹھ رہے تھے۔ اس میں وجہ قتل توہین رسالت اور قانون توہین رسالت بتائی جاتی ہے کیونکہ سلمان تاثیر نے گورنر پنجاب کی حیثیت سے سال ۲۰۱۰ء میں متعدد انٹرویوز میں توہین رسالت قانون کے بارے میں اپنے بیانات جاری کئے۔ ۲۰ نومبر ۲۰۱۰ء کو آسیہ بی بی کے ساتھ جو پریس کانفرنس کی وہ زیادہ زہر قاتل ثابت ہوئی۔ مذہبی جماعتوں کی طرف سے اس اقدام اور بیان کے بعد سابقہ بیانات اور حالیہ بیانات کی وجہ اس قانون کو ختم کرنے

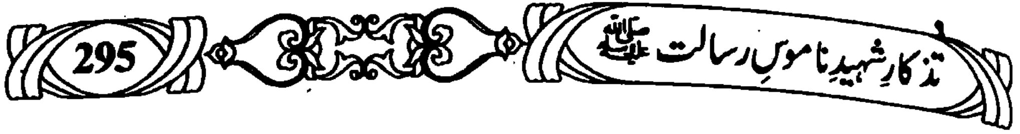
کی سازش کی بو محسوس ہوئی تو کچھ مذہبی رہنماؤں نے اس پر اپنی آواز بلند کی اور یہ قرار دیا کہ گورنر کی جانب سے توہین رسالت قانون کو کالا قانون کہا جانا توہین رسالت کے زمرے میں آتا ہے۔ جس کے بعد حالات وواقعات کی بناء پر ممتاز قادری نے ۴ جنوری ۲۰۱۱ء کی شام فائرنگ کر کے گورنر سلمان تاثیر کو قتل کر دیا اور اپنے بیان میں کہا کہ اس نے ناموس رسالت ایکٹ کو کالا قانون کہنے پر گورنر تاثیر کو قتل کیا ہے اور اسے اس پر کوئی افسوس نہیں۔ اس واقعہ کے بعد ممتاز قادری کو مختلف عدالتوں سے پھانسی کی سزا کے بعد صدر پاکستان کی طرف سے بھی کسی رعایت نہ ملنے کے بعد مورخہ ۲۹ فروری ۲۰۱۶ء کو پھانسی دے دی گئی۔ اس طرح شہدائے ناموس رسالتؐ میں ایک اور شہید کا اضافہ ہو گیا۔ ممتاز قادری نے پھانسی کے پھندے کو گلے لگا کر خود کو شہدائے ناموس رسالت ﷺ کی صف میں شامل کر لیا۔ پھانسی کے عمل کو انتہائی خفیہ رکھا گیا۔ ممتاز قادری نے اہل خانہ سے ملاقات کے دوران بلند آواز میں نعت رسول مقبول پڑھی۔ اہل خانہ کو صبر کا دامن نہ چھوڑنے کی تلقین کی۔ تختہ دار کی طرف خود چل کر گئے۔ تختہ دار پر چڑھتے ہوئے نعرہ تکبیر، نعرہ رسالتؐ، نعرہ خلافت، نعرہ حیدری بلند کیا۔

ممتاز قادری کی پھانسی کے بعد ہر طرف ہو کا عالم تھا، سناٹا ہر سو چھایا تھا، کسی کو پولیس کا خوف تو کسی کو قانون نافذ کرنے والے اداروں کا رعب، کوئی میڈیا سے خوف زدہ تو کوئی باس کی سبکی سے پریشان، کوئی گوں مگوں کی کیفیت میں تو کوئی غم سے نڈھال، کوئی دیوانہ وار نعرہ تکبیر بلند کر رہا تھا تو کوئی پشیمانی سے سر جھکائے کھڑا تھا، میڈیا کے کچھ لوگ تائب تھے اور رجوع الی اللہ نظر آ رہے تھے۔ معاملہ شہید کربلا کا نہیں تھا، طائف کی وادیوں میں پتھر کھانے کا قصہ نہیں تھا، غازی علم الدین کا معاملہ نہیں تھا، نہ ہی کسی فلسطینی، عراقی، کشمیری شہید کی خبر تھی، کسی سیاسی و دینی شخص کی میت پہ نوحہ کناں ہی نہیں تھا بلکہ بریکنگ نیوز پروانہ مصطفیٰ محمد عربیؐ کے شیر کی شہادت کی نوید تھی جس نے اسلام کے نام پر اٹھنے والی ہر

آواز کو دباتے ہوئے جان کا نذرانہ پیش کیا تھا، شانِ رسالت ﷺ پر مر مٹنے والے اور بغیر کسی ڈر اور خوف کے شہادت کو گلے لگانے والے کا ذکر تھا، اپنے بھائیوں، بوڑھے والد، ننھے بیٹے اور بیگم کے درد کو ایک طرف رکھ کر محمد ﷺ کے نام پر جان کی بازی لگانے والے کا ذکر تھا، ذکر تھا تو کروڑوں دلوں کی دھڑکن ممتاز قادری کی شہادت کا ذکر تھا۔ دینی جماعتوں کے لوگ بھی ایک صفحہ پر نظر آرہے تھے۔ ہر مکتبہ فکر اور مسلک سے تعلق رکھنے والا شخص عشقِ رسول ﷺ سے سرشار ممتاز قادری کا جنازہ پڑھنے کے لیے بیتاب تھا۔

دوسری جانب تمام راستوں، چوکوں، چوراہوں اور لیاقت باغ اور ممتاز حسین قادریؒ کے گھر جانے والی ہر سڑک اور گلی کو کنٹینرز، ٹرکوں اور ٹرالوں کی مدد سے بند کر دیا گیا تھ، پولیس کے چاق و چوبند دستے جنازہ گاہ کی طرف روانہ تھے، مختلف عمارتوں پر سیکورٹی اہلکار تعینات کیے جا چکے تھے۔ ہر شاہراہ اور محلہ خوشبوؤں سے مہک رہا تھا، عاشقانِ مصطفیٰ ہر لمحہ و لحظہ درود شریف پڑھ رہے تھے، نعتوں کا سلسلہ جاری و ساری تھا اور ممتاز قادری تیرے جانثار بے شمار کے فلک بوس نعرے گونج گونج کر اسے سلام عقیدت پیش کر رہے تھے۔ لیاقت باغ میں نمازِ جنازہ کی ادائیگی کے بعد ممتاز حسین قادری کو بھارہ کہو سے ملحقہ گاؤں اٹھال میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ ممتاز حسین قادری کی نمازِ جنازہ کے شرکاء نے مثالی نظم و ضبط اور امن کا مظاہرہ کیا۔ لاکھوں کی تعداد میں شریک افراد نے کسی کا ایک روپے کا بھی نقصان نہیں کیا۔ راولپنڈی کی گلیاں، بازار، سڑکیں، مارکیٹیں، عوام کے جمِ غفیر سے بھری تھیں مگر کسی نے بھی عوام اور ریاست کے تنکے کا بھی نقصان نہیں کیا۔ سیکورٹی اہلکاروں کی معمولی تعداد ہونے کے باوجود کہیں توڑ پھوڑ نہیں ہوئی، ہلڑ بازی نہیں ہوئی، کوئی شیشہ نہیں ٹوٹا، کسی ریڑھی سے کوئی چیز نہیں اٹھائی گئی، مجمع جس پُرامن طریقے سے جہاں جہاں سے آیا تھا اسی طریقے سے واپس چلا گیا۔





منظومات

نذرِ عقیدت

سیّد عارف محمود مہجور رضوی، گجرات

غازیٔ اسلام ملک ممتاز حسین قادری

﴿قطعہ تاریخ سعادت﴾

﴿مداح مصطفےٰ، غازیٔ اسلام﴾ ﴿رافع الدرجات ملک ممتاز حسین قادری﴾

۱۴۳۲ھ ۲۰۱۱ء

اللہ اللہ غازی تیرا مرتبہ — خوب پایا تو نے تو اعزاز ہے

عزم پر تیرے تصدق اہلِ دیں — تیری جرأت کا عجب انداز ہے

تیری عظمت کو کرے دُنیا سلام — غیرتِ دینی کا تو اعجاز ہے

مفتخر تیری سعادت پر جہاں — خوبصورت کیا تیری پرواز ہے

سرفروشی کی ملی تجھ کو سند — منفرد تیری ہوئی آواز ہے

غازیٔ دیں کا ملا تجھ کو لقب — تجھ پہ ناموس نبی ﷺ کو ناز ہے

اہل ایمان کا ہے تو اک رہ نما — سطوتِ ایمان کا غماز ہے

جرأتِ حق کا ہے تو اک سنگ میل — عالم اسلام کا دَم ساز ہے

بد زبانی کو سکھایا ہے سبق — عشق کا تو بن گیا ہمراز ہے

قتل کر کے ایک بے تاثیر کو — خود کو ثابت کر دیا شہباز ہے

دم بخود گستاخ تیرے سامنے — منہ چھپائے ہر کوئی طنار ہے

منہ ہی تکتے رہ گئے ہم سب کے سب — کھل گیا تجھ پہ وفا کا راز ہے

سَن سعادت کا کہو مہجور تم
بالیقیں اک "فخرِ دیں ممتاز" ہے

۱۴۳۲ھ

ماہنامہ العاقب، لاہور، مارچ ۲۰۱۱ء

سپاسِ محبت

علامہ ڈاکٹر اشرف آصف جلالی، لاہور

غازی ممتاز قادری

ہر عاشق رسول کا دلدار قادری
اب بن گیا ہے عشق کا معیار قادری
عہد رواں کا قول اور اقرار قادری
فیضِ رضا سے پیکر کردار قادری
صدیوں میں نور جائے گا اس شیر مرد کا
اب بن گیا ہے عشق کا مینار قادری
جب تک نہ غازی باہر ہوا اڈیالہ جیل سے
تو ہونا چاہیے اپنا بھی گھر بار قادری
میں کہہ رہا ہوں حاکموں سے، خوب یہ جان لو
اب ہر گلی میں پاؤ گے تیار قادری
وہ روکتے ہیں اک بار نام لینے سے
میں کہہ رہا ہوں برملا لکھ بار قادری
جس دن سے وہ گستاخ پہ تلوار بنا ہے
اُس دن سے بن گیا ہے میرا یار قادری

گلہائے عقیدت

عقیل شافی

ممتاز حسین غازی قادری

اُچیاں سُچیاں سوچاں والا تُوں اے شیر جوان
تُوں قرآن دا منن والا، دین اسلام دا مان
اپنی ہمت دے نال تُوں تے بازو خوب بلارے
نبی دا دشمن مار کے تُوں تے دنے دکھائے تارے
سچ دے راہ تے ٹر پیئے تے کجھ نہیں اوکھا رستہ
مدنی اسکول وچ پڑھن لئی تُوں حق دا کھولیا بستہ
عاشق پاک نبی دا ہو کے درد ہے سینے رکھ دا
جنت دی پیا دیوے خبراں، اِک اِک موتی اکھ دا
جو کجھ اَج سمے وچ ہندا ویکھ ویکھ کے رووے
سبھ منافق مار مکاوے، وس جے تیرے ہووے
بھریا بھریا سوہنا مکھڑا، چڑھی عشق دی لالی
تیرے بخت اُچیرے ہوئے، ہویا رُتبہ عالی
آقا کولوں دُوری والا، رکھیا پتھر سینے
ہر دم تیریاں گلاں ہوون مکے شہر مدینے
تیرے ور گے پتر جمن ماواں صدیاں بعد
علم دین دے وانگوں توں وی سدا رہویں گا یاد
شافی ولوں تینوں پیارے لکھ مبارک باداں
پُوریاں ہوون ایس جگ اُتے تیریاں سبھ مُراداں

ماہنامہ العاقب لاہور، جنوری ۲۰۱۲ء

نذرانہ عقیدت

سیّد عارف محمود مہجور رضوی، گجرات

قطعہ تاریخ شہادت

"نقش ونگارِ شہادت" "صاحبِ حشمت شہیدِ ناموسِ رسالت"

۱۴۳۷ھ ۲۰۱۶ء

"پاک جمال ملک ممتاز حسین قادری شہیدؒ"

۱۴۳۷ھ

مرنا بنامِ اسمِ محمد ﷺ ہے زندگی — جینا بغیر عشقِ محمد ﷺ محال ہے

یادِ نبی ﷺ کی جن کو میسر ہیں لذتیں — پوچھو نہ اُن کی زیست کا کیا طرفہ حال ہے

ناموسِ مصطفےٰ ﷺ پہ لُٹائیں جو اپنی جاں — دونوں جہاں میں اُن کا تعلق بحال ہے

ذکرِ نبی ﷺ سے جن کے عبارت ہیں روز و شب — سانسوں میں اُن کی رَچ گیا حسن و جمال ہے

رہتے ہیں اشکبار جو یادِ حبیب ﷺ میں — کیا خوب اُن کا لکھ دیا حق نے مآل ہے

خلدِ بریں کو چل دیا ممتاز قادری — جنت میں اُس کا منتظر "میرا بلالؓ" ہے

کر کے نثار اپنی جوانی حضورِ حق — کیا خُوب آپ بن گیا اپنی مثال ہے

پہنچے گا کوئی خاک بھلا اُس کے جذب کو — ہمسر نہ اُس کا کوئی بھی مائی کا لال ہے

اُس نے چُنی وہ راہ کہ جو ہے رہِ نجات — اُس نے پیا وہ آب جو آبِ زُلال ہے

سیرت ہے اُس کی عشق و محبت کی یادگار — کردار اُس کا مہر و وفا کا کمال ہے

سرکارِ دوجہاں ﷺ کی غلامی کے اَوج پر — ممتاز قادری ترا ثانی محال ہے

گستاخِ مصطفیٰ ﷺ کو جہنم میں بھیج کر — ایمان کا بنا وہ بدیع الجمال ہے

تاثیر بے ضمیر کا کر کے تمام کام — اعزاز اُس نے پایا فقید المثال ہے

اُمڈا ہوا تھا اُس کے جنازہ میں اِک جہاں — یہ بات اُس کی غیرتِ دینی پہ دال ہے

انصاف کا کیا ہے عدالت نے آہ خُون — ہر اک زباں پہ آج یہی قیل و قال ہے

ایمان کی تازگی سے ہے محروم منصفی — جس کو رہا نہ عاقبت کا کچھ خیال ہے

ناعاقبت اندیش ہیں اس عہد کے وزیر — عقل و خرد کا جن کو درپیش کال ہے

ناموسِ مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ سے دشمنی! — نازل بشکلِ دورِ ضلالت، وبال ہے

جو بھی رہا ہے اُس کی سزا کے جواز میں — اُس کو نصیب دوستو بے شک زوال ہے

غم میں ہے اُس کے غم زدہ ہر ایک اہلِ دیں — مخزون اُس کے ہجر میں حزن و ملال ہے

دائم رہے گا زندۂ جاوید قادری — اُس کے لہو سے رشتہ الفت نہال ہے

مہجور حکمِ ہاتفِ غیبی سے وصل کا — "جنّت مقام قادری مُمتاز" سال ہے

۱۴۳۷ھ

بارِ دگر "دخل الجنت شہید" بھی — مہجور، مردِ حق کی شہادت کا سال ہے

۱۴۳۷ھ

عقیدت کے پھول

علامہ قاری محمد طیب نقشبندی

غازیؒ تجھے سلام

تجھے غازی ممتاز اس سعادت کی مبارک ہو
خدا کی راہ میں اعلیٰ شہادت کی مبارک ہو
کٹایا سر جھکایا نہیں دنیا کے قدموں پر
تجھے جادۂ حق پر استقامت کی مبارک ہو
نبی کی شان پر قربان اپنی جان بھی کر دی
رسول اللہ سے ایسی محبت کی مبارک ہو
کیا ہے ساری اُمت پر تجھے ممتاز، قادر نے
تجھے اس انتخاب چشم قدرت کی مبارک ہو
نبی کے شاتموں پر تو نے طاری کر دیا لرزہ
اے غازی تجھ کو ایسے عزم جرأت کی مبارک ہو
تو غازی علم دین کے پاس جنت میں جا پہنچا
شہیدان وفا سے اس رفاقت کی مبارک ہو
تو روزہ رکھ کے زمزم پی کے تخت دار پر پہنچا
تجھے ایسے مثالی طرزِ رحلت کی مبارک ہو
نبی کی نعت پڑھتے تو ہے اُترا اپنے مقتل میں
شہہ طیبہ سے تجھ کو ایسی الفت کی مبارک ہو
ہے کیسا جذبہ طیب نبی کے نام پر مرنا
تجھے اے غازی سارے اہل سنت کی مبارک ہو

نذرانہ محبت

نوار عزمی

مرحبا......ممتاز قادری

خود بڑھ کے پی لیا ہے شہادت کا تو نے جام
ممتاز قادری ہو تجھے قوم کا سلام
عشق نبی ﷺ میں تو نے فدا اپنی جان کی
تا حشر اب کریں گے ترا لوگ احترام
واجب ہے تجھ پہ اپنے مقدر پہ ناز کر
اللہ نے بلند کیا ہے ترا مقام
لرزے گا تیرے نام سے ہر منکرِ رسول ﷺ
کھائے گا خوف تجھ سے ہر ابلیس کا غلام
اللہ کے نبی ﷺ پہ جو قربان ہو گئے
لکھا گیا ہے ایسے شہیدوں میں تیرا نام
دونوں جہاں میں جو تجھے رکھے گا سرخرو
عشق نبی ﷺ میں تو نے کیا ہے کچھ ایسا کام
کہنا ادب سے امت عاصی کا بھی سلام
سینے سے جب لگائیں تجھے رحمت تمام ﷺ

امت کراچی

یکم مارچ ۲۰۱۶ء

سپاسِ محبت

حافظ عبدالغفار حافظ

قطعۂ تاریخ شہادت

حق آشنا ممتاز قادری شہید رحمۃ اللہ علیہ

۲۰۱۶ء

سن دوہزار سولہ انتیس فروری ہے
تاریخ عزم و ہمت ممتاز قادری کی
ناموس مصطفیٰ پر قربان ہو گئے ہیں
نام خدا یہ جرأت ممتاز قادری کی
رنگینیٔ جہاں سے عاشق کو واسطہ کیا
عشق نبی ہے دولت ممتاز قادری کی
مسلک ہے اہلسنت ممتاز قادری کا
نسبت ہے قادریت ممتاز قادری کی
ہاتف نے یہ سمجھائی تاریخ مجھ کو حافظ
پرُ نور ہے شہادت ممتاز قادری کی

☆☆☆

مطبوعات ادارہ نوید سحر:

کتاب	مصنف
☆ شجرہ طیبہ:	غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ
☆ وظائف سعیدیہ کاظمیہ	امام اہلسنت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ
☆ شہادت حسین	صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ
☆ معرکہ حق و باطل	سردار محمد اکرم بُٹر
☆ کھلا خط	سردار محمد اکرم بُٹر
☆ حیات غزالی زمان	حافظ امانت علی سعیدی
☆ گلشن ابراہیمی علیہ السلام	حافظ امانت علی سعیدی
☆ شخصیات اسلام	صلاح الدین سعیدی
☆ امام احمد رضا اور ملی تحریکات	سردار محمد اکرم بُٹر
☆ نوید سحر عید میلاد النبی نمبر	سردار محمد اکرم بُٹر
☆ 9/11 حقیقت سے اردو افسانے تک	محمد ساجد
☆ عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	علامہ قمر الزماں اعظمی
☆ زمین کھا گئی آسماں کیسے کیسے	سردار محمد اکرم بُٹر
☆ گلہائے رنگا رنگ	سردار محمد اکرم بُٹر

خصوصی تعاون کی اپیل:

مخیر حضرات ادارہ نوید سحر کی اشاعتی کاوشوں کیلئے مالی تعاون فرمائیں۔ تاکہ انقلاب نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدوجہد اور عقیدہ تحفظ ختم نبوت کیلئے باطل قوتوں کا مقابلہ کرنے کیلئے اس کار خیر میں آپکا حصہ بھی شامل ہو سکے۔

برائے ترسیل زر:

محمد اقبال رضا سعیدی ناظم مالیات ادارہ نوید سحر
حاجی سید محمد زرگر کا چھا روڈ، کاہنہ نو، لاہور۔

Cell: 0300-6477771 / 0321-4246603